NOVELS KI DUNIYA (WEB, FB Page, FB Group, Insta Pg, Youtube Channel)

NOVELS KI DUNIYA (WEB, FB Page, FB Group, Insta Pg, Youtube Channel)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ /گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ۔۔ شکریہ۔۔۔۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تنبیہ: لکھاری کے حقوق کی حفاظت کیلئے اہم پیغام"

اس ناول کے تمام جملوں کی حقوق مصنف یا لکھاری '**عروبہ عامر** ' کے نام پر ہیں۔ کسی بھی صورت میں، اس ناول کے کسی بھی حصہ یا کہانی کو کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر شیئر کرنے سے پہلے، لکھاری کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ بغیر اجازت کے کسی بھی شخص یا پلیٹفارم پر یہ ناول کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس ناول کو "**ناولز کی دنیا**" پلیٹفارم پر لکھاری کی اجازت کے ساتھ پبلش کیا جا رہا ہے، لہذا اگر یہ ناول اس پلیٹفارم کے علاوہ کہیں اور بھی ملتا ہے یا اس پی ڈی ایف کو استعمال کر کے مختلف جگہ پبلش کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

All Rights Reserved to the Writer "**Arooba Amir**" And "**Novels ki Duniya**". Publishing this novel or any part of this story is prohibited to any Website, Channel, Book and Any Digital Or Social Platform...

(یہ کہانی اور اس میں موجودہ کردار صرف تخیلات ہیں۔ کسی بھی واقعی کہانی یا شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کسی قسم کی مماثلت پائی جاتی ہے تو یہ صرف اتفاق سمجھا جائے گا۔۔)

ہبوط

(حصہ اول)

از آمنہ جنید

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

ھبوط کا سفر طے کرنے سے پہلے اس ناول کی مصنفہ کے طور پر میں چند اہم نقاط پر چرچہ کرنا چاہوں گی۔ اولاً اس کہانی کا خیال میرے دل میں ڈالنے اور اسے ایک کتاب کی صورت تشخیص دینے میں میں اپنے رب کی تہ دل سے مشکور ہوں۔ اس نے مجھے ہمت دی اور کڑی سے کڑی راتوں اور لمبے سے لمبے دنوں میں بھی مجھے اپنے عزم کے لیے ثابت قدم رکھا۔

'ھبوط' کا آئیڈیا مجھے گزشتہ سال جولائی میں نصیب ہوا تھا۔ ایک دن میری نظروں کے سامنے MH370 پر مشتمل ڈاکیومنٹری فلم کا ٹریلر سامنے رینگ گیا۔

"The plane that disappeared."

ایسا جہاز جو غائب ہو گیا۔ جس کی گمشدگی کو ایک دہائی بیت چکی ہے لیکن سوراغ کے نام پر ایک ہنٹ، ایک کلیو تک سامنے نہیں؟ کوئی مجرم، کوئی مشکوک نہیں؟ اور یہاں پر میرا دماغ کام کرنا شروع ہو چکا تھا۔ ان دنوں سے چند روز قبل ہی مجھے ہوائی جہاز کے اندر ایک نامعلوم شارٹ اسٹوری لکھنے کا بھوت سوار تھا، لیکن اس کا پلاٹ مجھے کچا پکا تھا۔ لیکن جس روز ایم ایچ تھری سیون ابھر کر واضح ہوا، وہ شارٹ اسٹوری یہ ناول بن گئی اور نامعلوم **'ھبوط'** بن گیا۔

اس کہانی کو میں نے نو ماہ لگا کر لکھا ہے۔ اس میں کی گئی ریسرچ کمر توڑ تھی اور وہی اس کے رائٹنگ پراسیس کا سب سے خوبصورت اور مشکل حصّہ ہے۔ اپنے گھر کی چار دیواری میں دنیا گھوم لینا کوئی چھوٹی بات تھوڑی ہی ہے۔ کوالالمپور سے لے کر پہانگ اور جینٹنگ ہائی لینڈز کی دلکش وادیاں، دبئی کی نارنجی مغرب، انڈمان و نکوبار کے ساحل اور نیویارک کی ہولی ووڈ لائف، ہر جگہ، حقیقی یا فرضی میرے دل کے بہت قریب ہے اور یقیناً وقت کے ساتھ قارئین کے بھی ہو جائے گی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

میرے لیے 'ھبوط' لکھنے کا مقصد ایک نارمل کتاب لکھنے سے منفرد ہے۔ یہ کہانی سو فیصد فرضی نہیں ہے۔ اس کے کور (core) میں ایک ایسی حولناک داستان چھپی ہے جسے کئی دہائیوں بعد بھی انسان فراموش نہیں کر سکتا۔ آٹھ مارچ ۲۰۱۴ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان ہے۔ ایک رات میں دو سو انتالیس جانیں ایک نقطے کی طرح صفحہِ ہستی سے مٹ گئیں۔ انسانیت نے یہ کب اور کہاں دیکھا ہے؟ ایسی کہانی کس نے تشکیل دی ہے؟

بغیر کسی ثبوت اور گواہوں کے یہ انہونی آج تک ہر فرد کا دماغ چکرا دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا؟ ہماری جدید دنیا میں ایک بوئنگ 777 کا طیارہ غائب ہو جائے اور کسی کو خبر نہ ہو؟ دنیا بھر میں بھگ دڑ مچ گئی تھی۔ ہر اتھارٹی رکھتا آدمی اپنی کرسی کا جواب دہ تھا۔ انجینئرز، ایوی ایشن ایکسپرٹ، سمندری ماہرین، صحافی، مہم جوئی، اور شہداء کے لواحقین نے مل جل کر اس پزل کو حل کرنا چاہا ہے۔ کئی سرے ملے، کئی سرے بگڑے، اور ہم آج وہی ہیں جہاں 08 مارچ کو تھے۔

اسکرین کے پیچھے چھپے ہرِ فرد کے پاس دماغ ہے، اور کی بورڈ پر ٹائپ کر کے اپنا پیغام دنیا تک پہنچانے کی آسائش بھی۔ پچھلے دس سالوں میں میڈیا اس دُر گھٹنا پر کئی تھیوریز نکال چکا ہے۔ انھیں ایک فراخ حد تک کھوجا اور مانا بھی گیا ہے، لیکن آفیشل نوٹس ہمیشہ کچھ اور رہا ہے۔ آدھا، ادھورا اور ڈھیروں سوالات اٹھاتا۔ کچھ لوگ جہاں اس سے متفق ہیں، باقیوں کی بھوک اس محدود معلومات سے نہیں مٹتی۔

'ھبوط' بھی ایسی ہی ایک تھیوری پر لکھا گیا ہے۔ پلاٹ کا بنیادی نقطہ MH370 سے نسبت میں ایک جانی پہچانی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔

اس کتاب میں ظاہر ہونے والے تمام کردار، یہاں تک کہ وہ جو حقیقی لوگوں پر مبنی ہیں، مکمل طور پر فرضی ہیں۔ زندہ یا مردہ حقیقی افراد سے کوئی مشابہت محض اتفاقی ہے۔ یہ کتاب مکمل طور پر افسانوی ہے۔

یہ ناول لکھ کر میں ہر اس شخص کا خسارہ آپ تک پہنچانا چاہتی ہوں جس نے اس دردناک حادثے میں اپنی یا اپنے کسی پیارے کی جان کھو دی۔ اس کتاب کا ہر ہر لفظ ان لوگوں سے دل جوئی کرتا ہے۔ میرا مقصد اس پزل کو ایک بار پھر منظر عام پر لانا ہے۔ اسے بھولنے دینا انسانیت پر تہمت ہو گی۔ یہ ناول پڑھنے والے ہر ایک شخص سے میری گزارش ہے کہ وہ کچھ نہ کرے تو سوچے، اور آٹھ مارچ کی رات فنا ہو جانے والے اس طیارے کو کبھی نہ بھولے۔ وہ ہم میں سے ہی تھے جو چلے گئے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اگر میں اس کہانی کو لے کر کسی کی احسان مند ہوں تو وہ میری سب سے پرانی دوست اور الفا ریڈر (alpha reader) **حفصہ حسنی** ہیں۔ انھوں نے مجھے اس کہانی کے جھول پرکھنے میں مدد کی، مجھے اپنے آپ میں مضبوط محسوس کروایا اور ایک لکھاری کے طور پر اپنی خوبیوں اور خامیوں سے تعارف کروایا۔ میری رائٹنگ جرنی کو شروع دن سے بڑھاوا دینے والی یہ پہلی ہیں۔ '**ھبوط**' جتنا میرا ہے، اتنا ہی تمھارا ہے، ڈیئر شکتی۔ میری دوسری الفا ریڈر گُل ہیں۔ اپنی مصروف تر زندگی کے درمیان انھوں نے مجھے اپنی دوستی، وقت اور محبت سے نوازا۔ ھبوط پر سب سے لمبی ڈسکشن بھی انہی سے ہوا کرتی تھی اور اپنی کہانی سے ہونے والے ایک نئے طور پر عشق کا باعث بھی یہی خاتون ہیں۔ جس خوبصورتی سے گُل کی آنکھ نے اس کہانی اور اس کے کرداروں کو دیکھا ہے، میری دعا ہے آپ لوگ بھی دیکھ پائیں گے۔ میرے لیے اپنی راتیں برباد کرنے کا شکریہ، میم! The journey doesn't end here.

میری دوست آمنہ مناہل رفیق جنھیں انسٹاگرام پر اکثر عوام pensaurlens کے لقب سے جانتی ہے، ان کی موجودگی ہی میرے دل پر قرض ہے۔ آمنہ میرے رائٹنگ کریر سے لے کر کبھی پیچھے نہیں ہٹیں۔ '**ھبوط**' کا پہلا ڈرافٹ تمھیں نہیں پڑھوا سکی تھی، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ تحفے میں پوری آمنہ جنید قبول فرمالو۔

میری ساتھی رائٹر دوست اور '**بخت**' کی مصنفہ مہر النساء شاہمیر نے بھی میری کتاب کو میری نظر میں بہتر بنایا ہے۔ آپ کی باریک بینی نہ ہوتی تو کہاں جاتی میں، پریزیڈنٹ صاحبہ؟ پچھلے دس ماہ تمھیں تنگ کرنے پر شرمندہ تو نہیں صرف پرجوش ہوں۔

اس کے ساتھ ہی کئی لوگ جو اس سفر کا حصّہ تھے، میرے انسٹا میوچیول دوست اور فالوورز، جنھوں نے مہینے کاٹے، کچھ نے دن اور کچھ جو یہ ناول بغیر کچھ سوچے اٹھا رہے ہیں۔

میں '**ھبوط**' پڑھنے والی ہر آنکھ کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔

اس سفر میں میرے ساتھ جڑے رہنے کے لیے شکریہ!

آمنہ جنید

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

انتساب

ہر اس شخص کے نام جس نے بے باق خوشی اور اطمینان کے بعد اپنا نزول دیکھا۔

ایک بار پھر، اڑان آپ کی منتظر ہے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مرحلہ نمبر ۱۰

خروج

(روانگی)

۷ مارچ، ۲۰۱۴
کوالالمپورانٹرنیشنل ائیرپورٹ، ملائیشیا
11:15 PM ، ٹرمینل ون

ہر طرف زندگی تھی۔

ہوا کا رخ اس گھنٹے شمال سے جنوب کی طرف تھا۔ مدھم لیکن نم ہوا۔ آسمان میں پورے دن گھنے بادلوں کا پہرا رہا تھا، اور رات ہوتے ہی سارے تارے ان کے پیچھے روپوش ہو گئے تھے۔

یہ کوالالمپور میں بہار کا وقت تھا، جب سرخ رنگے ہیبسکس اور انڈین یاسمین کے پھولوں کی ٹولیاں ہر گھر کے باہر کسی تھال کی طرح سجی ہوتیں۔ جب ہوا میں ہر سانس کے ساتھ ایک تازگی ہوتی۔ ایسی تازگی جو جگا جاتی، بہلا جاتی، کسی پیارے کی یاد دلا جاتی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یہ سماتھا کوالالمپور اٹرنیشنل ائیرپورٹ کا، جہاں اس لمحے ایک الگ ہی دنیا آباد تھی۔ خیر، اس لمحے کی کیا کہیں؟ وہاں ہر لمحے ہی ایک ایسا جادو بچھا ہوتا تھا کہ جانے انجانے میں ہر مسافر اس کی حل چل کا حصہ بن جاتا۔

ٹرمینل ون اس وقت مسافروں کے ہجوم میں ڈوب رہا تھا۔ سفید چمکتے ٹائلز پر جوتے چپلیں گھسیٹتے، اپنے بھاری بھر کم سامان کو برا سا منہ بنائے کھینچتے، کھانے پینے کی اشیاء سے چہرے کے نقوش خراب کرتے لوگ ہر جگہ ٹہل رہے تھے۔ یہاں ہر ثقافت، ہر جات پکش کے لوگ سانجھے تھے، ان کا مقصد متفق۔ وہ سب کسی مسافرت کے درمیان میں تھے، انت اور شروعات دونوں ہی سے بہت دور۔ ان کا سہارا وقت تھا، وعدے تھے اور وہ دعائیں تھیں جو ان کی خیر اور عافیت کے لیے لمحہ بالمحہ کوئی عزیز نہایت شدت سے مانگ رہا تھا۔

لیکن ہر کوئی اتنا خوش نصیب نہ تھا کہ اس کے پیچھے دعائوں کے پل بندھے جاتے۔ کچھ کہ پیچھے صرف لعنت، ملامت اور سراپ کے ستون انشاء تھے۔ وہ جو کہیں سے بھاگ کر کہیں پہنچنا چاہتے تھے۔ بغیر کسی منزل کی آس میں ،بغیر کسی کے منتظر۔

وہ بھی ان ہی چند بدبختوں میں سے ایک تھی۔

سر سے پیر تک اس کا وجود سیاہ رنگ کے عبائے میں ملبوس تھا۔ ہلکی گندمی رنگت ٹرمینل کی روشنیوں میں پسینے سے تمتما رہی تھی۔ اس کے نوڈلز جیسے بالوں کا رنگ اس کے لباس کا تھا، سیاہ، جو کہ سر کے گرد ڈھیلے بندھے شیفان اسکارف سے آدھے چھپے ہوئے تھے۔

وہ درمیانے قدو قامت کی لڑکی تھی، لیکن اس کی چال پھرتیلی تھی۔ اپنے ساتھ گہرے سرخ رنگ کا سوٹ کیس چلاتی وہ اس ہی لمحے ٹرمینل کے دروازوں سے داخل ہوئی تھی۔ کندھے پر اس کا سنہری زنجیر والا پرس جھول رہا تھا اور پیروں میں چپکانے والے اسنیکرز تھے، جو ماضی کی کسی گھڑی میں بلاشبہ مرمری سفید ہوتے ہوں گے لیکن اب ان کا رنگ اور شکل دونوں ہی دیکھ کر دکان دار کو چکر آجانے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ تیز قدموں سے ٹرمینل کا ہال عبور کر رہی تھی۔ ماتھے پر بہتا پسینا جگہ کی گہما گہمی میں ذرا اور ہی واضح ہو گیا تھا۔

گہری بھوری آنکھیں، جن کے نیچے ہلکے اس قدر تھے کے لگتا سالوں سے اسے کسی نے بتایا نہیں تھا کے رات سونے کے لیے ہوتی ہے، زمین پر جمی ہوئی تھیں۔ ہونٹ اچھے تھے، بھرے بھرے اور گلابی، لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا وہ صرف بھرے ہوئے نہیں، بلکہ سوجے ہوئے تھے۔ لال اور سوجے ہوئے۔

ایک کونے پر بنی برگر کنگ کی لال دکان کو دیکھ کر اس کے قدم ذرا برابر سست ہوئے۔ گہری بھوری آنکھوں نے جگمگاتی بتیوں میں روشن دکان کے نام سے لے کر آس پاس بیٹھے مسافرین تک سفر کیا جو کبھی کاغذ میں لپٹے برگر سے نوالہ توڑتے تو کبھی ہاتھ میں موجود کوکا کولا کی بوتل سے گھونٹ باگھونٹ اپنی پیاس بُجھاتے۔

اس کے پیٹ میں بھوک نے پھر ایک گٹھاں لگائی۔ صبح سے کوئی چوتھی بار تھا، اور وہ بھی ڈھیٹوں کی طرح ہر بار اپنے جسم کی التجاء کو دھتکار کر پیچھے کر دیتی۔ کھانے کا وقت نہیں تھا اس کے پاس۔ کھانے کے بارے میں سوچنے کا بھی نہیں تھا، اور وہ یہی کر رہی تھی۔ وقت ضائع۔

اچانک خود پر غصے کا ایک بے قابو غبار اٹھتا محسوس ہوا تو اس کی گرفت سوٹ کیس کے ہینڈل پر مضبوط ہوئی۔ اس نے سر جھٹکا۔

ایک بار یہاں سے نکل جائے، کھالے گی برگر کنگ، کوئین، رُخ، سب۔

ایک بار پھر چلنے کے لیے اس نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ کچھ محسوس ہوتے وہ ٹھٹک کر رکی۔ گردن دائیں سے بائیں گھماتے اس نے اپنے پیچھے دیکھا۔ مسافرین، رش، شور، لائوڈ اسپیکر سے گونجتی اعلان کاروں کی آواز، جگہ جگہ رکھا لوگوں کا سامان، متحرک سیڑھیوں سے اوپر نیچے جاتے لوگ، کھانے کی خوشبو، یہاں وہاں بھاگتے بچے۔ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

اس نے ایک بھاری سانس اندر اتارتے اپنا سر گرایا، عبائے کی آستین سے ماتھے پر چمکتا پسینہ صاف کیا۔ کوئی بھی نہیں، خود سے دہرایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لائوڈ اسپیکر پر ایک اور بار اعلان ہوا تو اس کے کان کھڑے ہوئے۔ جلدی جلدی اپنے اکلوتے سوٹ کیس کو ساتھ دھکیلتے اس نے رخ چیک ان کاونٹر کی جانب کیا۔ وہ پہلے ہی مقررہ وقت سے کافی تاخیر سے وہاں پہنچی تھی۔ اگر اب بھی پھرتی نہ دکھاتی تو اس نے کہیں کا نہیں رہنا تھا۔

☆☆☆

جگہ: ڈیپارچر گیٹ
11:57 PM

ساری مشقتوں اور پھرتیوں میں پون گھنٹہ لگانے کے بعد اب وہ کچھ مطمئن سی خارجی دروازے کی طرف روانہ تھی جہاں سے اس نے اپنی فلائٹ میں بیٹھنا تھا۔ گہری بھوری آنکھیں خوشی اور حتیٰ کے تھوڑے بہت سکون میں ٹکٹ کو تک رہی تھیں جہاں اس کا اور فلائٹ کا نام درج تھا۔

Malaysian Airlines
Flight: MH370
Zabia Yameen.

اس نے ہاتھ میں پکڑے ٹکٹ کو تہ لگائی۔ برسوں پہلے مردہ ہوئی خود اعتمادی اس کے اندر موجوں کی صورت جاگ رہی تھی۔ ایک عرصہ ہوا تھا اسے بھولے کے اپنے کام کیسے کرتے ہیں، کیسے کسی اور کے نقشِ قدم ناپنے کے بجائے اپنے پتھر آپ ہتاتے ہیں۔ ظبیہ یمین، جو کبھی کسی سے پانی کا ایک گلاس تک نہیں مانگتی تھی، اپنی ہر چیز خود کرنے کی عادی تھی، اپنی زندگی بغیر کسی پابندیوں کے جیتی تھی، چار لوگوں کے درمیان اپنا نام تک بتانے میں جھجھکنے لگی تھی۔ لیکن اب نہیں۔

ایک ہفتہ پہلے بیتی رات کے بعد ماضی اور حال کے درمیان وہ خود لکیر کھینچ چکی تھی۔

اور ظبیہ اپنا حال یا ماضی نہیں، وہ اپنا مستقبل تھی۔ وہ مستقبل جسے وہ اپنے ٹوٹے قلم اور خشک ہوئی سیاہی سے حرف با حرف زندگی دے گی۔ وہ مستقبل جسے وہ یہ فلائٹ لے کر یقینی بنائے گی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ہال میں پہنچ کر اس نے ایک خالی بینچ دیکھی تو فوراً سوٹ کیس کو ساتھ لگاتے وہاں بیٹھ گئی۔ اب بورڈنگ کا انتظار تھا۔ وہ دونوں ہاتھ چہرے تک لے کر گئی اور ماتھے پر چپکتے بالوں کو پیچھے ہٹایا، اسکارف کو ذرا ڈھنگ سے لپیٹا جو گھما گھمی میں سرک کر گرنے کو تھا۔

اس سارے عمل میں اسے وہ احساس ایک بار پھر ہوا۔

دیکھے جانے کا احساس۔

ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسنی اتری تو ظبیہ نے گردن آہستہ سے موڑتے اپنے پیچھے دیکھا۔ ٹرمینل میں پھرتے لوگ اس کی گہری، جانچتی نظر سے غافل تھے، ایک ایک، سوائے اس کے۔

ظبیہ کا دل اس کے ہلک تک اچھلا اور وہ یک ٹک دور کھڑے نامعلوم شخص کو دیکھتی رہی۔

وہ واقعی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کا قد چھ فٹ کے ہندسے سے ذرا اوپر تھا، قامت دبلی لیکن راسخ۔ سر تا پا اس نے سیاہ رنگ کا لباس تان رکھا تھا۔ لیدر جیکٹ میں چھپا اس کا کندھا ٹرمینل کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ وہ ظبیہ کی نظروں سے ترچھا ہوا کھڑا تھا، برگر کنگ کے اسٹال پر کہنی ٹکائے۔

یہاں سے تو وہ اس کا چہرہ چاہ کر بھی نہیں دیکھ سکتی تھی، لیکن تعاقب کارنے پہلے ہی حافظتی اقدامات کے تحت منہ ماسک سے چھپایا ہوا تھا، اور بال تھے یا نہیں اس کا اندازہ بھی کرنا مشکل تھا۔ سر پر بیس بال کیپ جو تھی۔

ظبیہ نے جھٹکے کے ساتھ چہرہ موڑا، دل پھٹ کر باہر آنے کو تھا۔ اپنے سوٹ کیس کو قریب کھینچتے اس نے اندر ہی اندر آیات الکرسی پڑھنا شروع کی۔ اس کا اعمال نامہ اسے کیسے ڈسنے آئے گا یہ سوچ سوچ کر ہی وہ پچھلے ایک ہفتے کے عرصے میں خود کا آدھا دماغ ضائع کر چکی تھی۔ اگر اس کی موت کسی نقاب پوش تعاقب کار کے ہاتھوں ہونی تھی تو بہتر تھا وہ خود کو آپ پولیس کے آگے کر دے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس سے تھوڑے فاصلے پر نشست چند مہینے کے بچے کو سینے سے لگائے ایک عورت گھونٹ باگھونٹ Sunquick کی بوتل سے جوس پی رہی تھی۔ بال ڈھیلے پونی میں تھے اور بچہ نرم کمفرٹر میں لپٹا تھا۔ ظبیہ نے ایک پل کے لیے سوچا اگر وہ اس عورت سے مدد مانگے تو کیا وہ اس کی مدد کرتی۔ شاید ہاں، شاید نہیں۔ لیکن وہ کسی سے مدد نہیں مانگ سکتی تھی۔ مدد مانگنا اپنی سیچیوشن مزید خراب کرنا تھا۔

اس نے اس عورت کا چہرہ دیکھا، کتنا سکون تھا وہاں۔ کیا وہ اس لیے تھا کیونکہ وہ ماں تھی؟ کیا ظبیہ اسی لیے محروم رہی تھی اس امن سے، کیونکہ وہ ماں نہیں بن پائی تھی؟

بھوری آنکھیں کسی خمار میں ڈوبتی گئیں۔ انگلیاں اس کی ہتھیلیوں کے اوپر دائرے کھینچتی گئیں۔ کوالالمپور ایئرپورٹ کی بھگ دڑ میں اچانک ایک اور آواز شامل ہو گئی۔ ظبیہ نے دانت پیس کر اسے خود پر حاوی ہونے سے روکا، مگر وہ اس کے ضبط سے کئی زیادہ قوی تھی۔

سنسان راہداریاں اس کے منظر میں ابھریں اور پھر ایک ساتھ کئی ساری رونے کی آوازیں۔ دودھ پیتے، نوزائیدہ بچے سینے کے دم پر چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ اس کے دل میں چھبن اٹھی اور اس نے سوٹ کیس کے ہینڈل کو پکڑ کر قریب کھینچا، مگر وہ آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی۔ ہانک پر جوش تھی، ایسی کے اس کی اپنی سانس روک دے۔

یکایک سفید دیواریں اس کی بصارت سے غائب ہو گئیں۔ ان کی جگہ ایک اور منظر واضح ہوا۔ دھندلا، ناکافی۔ اس کے کانوں میں پانی کے بہنے کی آواز آ رہی تھی۔ کپکپاتی انگلیاں۔ چڑھتی سانسیں۔

اس نے خود کو کسی دیوار کے ساتھ ٹکتے محسوس کیا۔ کوئی باہر دروازہ پیٹ رہا تھا۔ اس نے کراہ کر سر دیوار سے ٹکایا، اور جب ہی اس کی نظر اپنے گر بنتے سرخ تلاب پر بنی۔ اس کی ٹانگوں کے درمیان سے ڈھیروں خون رس رہا تھا۔ اس نے چیخنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ سب دھواں ہو گیا۔

وہ حال میں تھی۔ کوالالمپور ایئرپورٹ کے ٹرمینل ون میں، اپنی فلائٹ ایم ایچ تھری سیون زیرو کے انتظار میں۔ اس نے بے ضابطہ سانسیں بحال کیں، چہرے سے پسینہ پونچھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جرم اور ناکامی کے بادل پھر سے اس کے اوپر سیاہ ہوئے۔ اپنی نظریں ہاتھوں تک گراتے اس نے زبان سے ہونٹ تر کیے۔ آہ، وہ اب بھی سوجے ہوئے تھے۔ اور اس جلن کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کے قصور اس کا نہیں تھا۔

صرف اس کا نہیں تھا۔

"خواتین و حضرات، یہ بیجنگ، چین کے لیے ملائیشیا ایئر لائنز کی پرواز MH370 کی ابتدائی بورڈنگ کال ہے۔ ہم تمام مسافروں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ بورڈنگ کے لیے گیٹ C1 پر آجائیں۔۔۔"

جیسے ہی اعلان کار کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے، ظبیہ تیزی سے اپنا سامان سمیٹتی کھڑی ہو گئی۔

وہ گیٹ پر پہنچی تو پہلے ہی ایک طویل قطار اس کی منتظر تھی۔ بورڈنگ پاس اور دیگر دستاویزات ہاتھوں میں سنبھالتی وہ تیز قدموں سے قطار میں شامل ہو گئی۔ جب اس نے ساری چیزوں کو ترتیب دے دی تو ایک پُراطمینان نگاہ سامنے ڈالی۔ اس کے آگے کم از کم سات لوگ اور تھے۔

دانتوں کے بیچ ہونٹ کو دباتے، اس نے سر یہاں وہاں گھمایا۔ کالے سراپے میں ملبوس شخص اب کہیں نہیں تھا، شکر۔ لیکن ایک اور منظر اس کی سانس اٹکا گیا۔ زمین نے جیسے ہچکولے کھائے۔

گہرے نیلے کوٹ اور سفید بٹن شرٹ پر مشتمل وہ اپنے یونی فورم میں ملبوس تھا۔ بازو کے ساتھ ہی پائلٹ کی مخصوص ٹوپی بھی پھنسا رکھی تھی۔ برابر چلتے اپنے ساتھی پائلٹ کی بات وہ مسکراتا ہوا سنتا جا رہا تھا۔ اس کے ہر ہر قدم میں سلیقہ تھا، ہر ہر لفظ میں مہارت۔

گہرے بھورے بال ماضی کی طرح چھوٹے کر کے ماتھے سے پیچھے کو سیٹ تھے، لیکن شیو بڑھی تھی۔

ظبیہ نے خود کو بمشکل کھڑا رہنے پر مجبور کیا۔ اس کے پیروں میں سے جان نکل رہی تھی، گھٹنے کمزور پڑ رہے تھے، لیکن وہ اسے دیکھے گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ وہی تھا، ویسا ہی تھا۔ ہر مسکراہٹ کے ساتھ اس کے گال پر واضح ہوتا وہ آدھا چاند، ٹرمینل کی روشنیوں میں دمکتی اس کی ہلکی ہیزل آنکھیں، اور ہاتھ ہلا ہلا کر اپنا نقتہ منوانے کی عجیب عادت۔

ظبیہ کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ اس نے نظریں نیچے کرتے اپنی انگلیوں کو آپس میں مروڑا۔ ائیر پورٹ کی دیواریں اس کے اوپر تنگ ہو رہی تھیں۔ وہ کہاں بھاگے، کہاں اپنا منہ چھپائے؟

پھر اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا تو اس نے کمر اکڑائی۔

وہ کیوں بھاگے، اس نے کیا کیا تھا جو اتنا قبیح تھا؟ وہ کیوں منہ چھپائے؟ ظبیہ نہیں تھی جو وعدے نہیں نبھا سکی تھی، وہ وہ تھا۔

بھوری آنکھیں زمین سے اٹھاتے، اس نے ایک مستحکم نگاہ سے اس کی طرف دیکھا، اور اس ہی لمحے، نیلے کوٹ میں ملبوس شخص نے بھی کسی احساس کے تحت اس کی جانب گردن موڑی۔

ان کی آنکھیں ملیں تو ساری روشنیاں مدھم پڑھ گئیں، ساری آوازیں دم توڑ گئیں۔ اس کی ہیزل آنکھوں میں پہلے تو الجھن کے رنگ ڈھلے پھر شناسی اور آخر کار، حیرت۔

لیکن ظبیہ کا اپنے تاثرات پر مکمل قابو رہا۔ قطار آگے بڑھی تو وہ چہرہ پھیرتے سب کے ساتھ دو قدم آگے آئی۔ اب کہ اس سے آگے بس دو لوگ اور تھے۔

اس نے دوبارہ اس کی جانب دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ خدایا، ایک یہی پائلٹ رہ گیا تھا پورے ملائیشیا میں؟ اگرچہ وہ دیکھ نہیں رہی تھی، لیکن نیلے کوٹ میں ملبوس آدمی اب اس ہی قطار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چند لمحات قبل والی نرمی اس کے چہرے پر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی تھی۔ ابرو سختی سے بھنچے ہوئے تھے، گہری آنکھیں سارے نور سے خالی تھیں۔

اس کے ساتھی پائلٹ، جو اس سے عمر میں خاصا سینیر نظر آتے تھے، اس سے کچھ کہہ کر وہاں سے واپس مڑ گئے تھے اور اب وہ اکیلا چیک اپ کاؤنٹر کے عملہ کے ساتھ کھڑا بات چیت کر رہا تھا۔ ہاتھ جیبوں میں تھے اور ٹوپی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سر پر۔ بائیں ہاتھ کی پاکٹ پر پروئی ہوئی چاندی کے ونگ پن لائونج کی ہلکی نیم روشنی میں چمک رہی تھی اور کندھے پر سنہرے پٹیوں والا بیج (badge) تھا جو اس کے درجے کی نشاندھی کر رہا تھا۔

ظبیہ نے اسے دیکھ لیا تھا لیکن اثر نہ لیتے ہوئے اپنی باری کا انتظار کرتی رہی۔

اس کے آگے موجود آدمی نے اپنی جگہ چھوڑی تو وہ سوٹ کیس کھینچتے دو قدم آگے آئی۔ اب وہ بالکل اس کے عین مقابل تھا۔

"شب بخیر، میم۔ ملائیشیا ایئرلائنز کی پرواز MH370 میں خوش آمدید۔ کیا میں آپ کا بورڈنگ پاس دیکھ سکتی ہوں؟" گلے میں لال آئی ڈی کارڈ لٹکائے لڑکی نے اس سے نہایت گرم جوشی سے اس کے دستاویزات مانگے۔

ظبیہ نے ہلکا سا سر ہلاتے اسے اپنا سامان تھمایا۔ اس پورے عمل میں ان ہیزل آنکھوں کا بوجھ اس پر کسی پہاڑ سے بھی زیادہ تھا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا، اس کا ہر ہر عمل گن رہا تھا۔

ویری فیکیشن کے بعد وہ لڑکی اسے کاغذات واپس کرنے ہی والی تھی کہ نیلے کوٹ والے نے ہاتھ بڑھا کر یہ عمل روکا۔ "مجھے دیکھائیں۔" بے ساخت، ٹھنڈی آواز۔

ظبیہ ہی نہیں بلکہ اونچی پونی والی لڑکی نے بھی گربڑا کر گردن موڑے پائلٹ کو دیکھا۔

"جی، سر؟" لیکن آواز کا رعب ایسا تھا کہ ہاتھ پہلے ہی کاغذات کا پلندہ اس کی طرف بڑھا رہے تھے۔

سر جھکاتے، بھورے بال والے نے اس کی ایک ایک چیز کو خوب وقت لگا کر پڑھنا شروع کیا۔ ظبیہ کو سمجھ نہیں آیا وہ یہ کیوں کر رہا ہے۔ اس سے پہلے تو کسی شخص کو نہیں روکا۔

اندر ہی اندر اس کا دل پھٹ رہا تھا۔ اللہ، کسی کو پتا تو نہیں چل گیا؟

"کچھ ہوا ہے؟" اس نے اپنا وزن ایک سے دوسرے پیر پر منتقل کیا۔ آنکھوں میں بے چینی اور شک کے بادل تیر رہے تھے۔

ہیزل آنکھوں نے ایک لمحہ اسے دیکھا پھر واپس سر گرا کر پڑھتی گئیں۔ **"سیکیورٹی چیکنگ۔"**

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ کی پریشان نظروں نے اس سے لے کر اس کے ہاتھ میں قید اپنے ویزا تک سفر کیا۔ وہ اتنا غور سے ہر چیز پڑھ رہا تھا کہ اگر کچھ مسئلہ نہیں بھی ہوتا تو بھی نکل ہی آتا۔

"مجھ سے پہلے تو کسی کو نہیں روکا۔" وہ زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکی۔

حالاں کہ وہ زیادہ بولنے والی نہیں تھی، حالاں کہ اسے لڑائی جھگڑوں سے حول اٹھتا تھا، کچھ تھا اس شخص کی موجودگی میں جو اسے عجیب کر دیتا تھا، ہمیشہ سے۔

"آپ سے پہلے کوئی اتنی مشکوک حالت میں بھی نہیں آیا۔" نظریں اس کے سرخ ہوئے ہونٹ اور بے ڈھنگے سے عبائے تک گئیں۔ "دوبارہ مہر لگوانی ہو گی۔" اس کا بورڈنگ پاس اس کی طرف بڑھاتے اس نے علان کیا۔

ظبیہ کی تو سانس ہی بند ہو گئی۔ آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ "ہیں!؟"

دوبارہ مہر لگوانے کا مطلب تھا دس منٹ **(یا اس سے بھی زیادہ)** کی واک، ایک اور قطار میں لگنا، دس اور گالیاں کھانا، پسینے میں اور شرابور ہونا، اور سب سے مزے کی بات، فلائٹ بھی مس کر دینا، کیونکہ بورڈنگ میں اب بس آخری پچیس منٹ رہتے تھے۔

"ایسے کیسے۔۔۔" اس نے اپنا پاس اس سے چھینتے اسے جانچا۔ "سب ٹھیک تو ہے۔ آپ دوبارہ دیکھیں، پلیز۔ میں واپس کیسے جائوں گی؟"

اس نے رخ لال آئی ڈی کارڈ والی لڑکی کی جانب کیا۔ "آپ بتائیں ناں۔ سب ٹھیک نہیں ہے کیا؟" مگر وہ لڑکی مجبور سی اپنے ساتھ موجود شخص کو دیکھ کر ہونٹ سئے کھڑی رہی۔

نیلے کوٹ والا اب ایک قدم آگے آیا۔ "آپ باتوں کے بجائے اگر مہر لگوالائیں تو آپ کے لیے بھی آسانی ہو گی اور ہمارے لیے بھی۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ پچیس منٹ رہ گئے ہیں۔ مجھے وہاں پہنچنے تک ہی فلائٹ اڑن چھو ہو جائے گی۔ دماغ تو ٹھیک ہے تمھارا، رانج؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

آخری فکرہ کہنے کا نہ تو اس کا کوئی ارادہ تھا نہ ہی سننے کی رائج کی تیاری.

اور کیونکہ وہ جملہ کہتے اس کی آواز پہلے سے مقابلتاً تیز تھی، لال آئی ڈی کارڈ والی لڑکی اور ظبیہ کے پیچھے کھڑے لوگوں نے بھی یہ کاروائی کھلے کانوں سے سنی تھی۔

چند ثانیے وہ اسے دیکھتا رہا، ہیزل آنکھوں میں چھبن سی اٹھی تھی۔ ظبیہ شرمندگی سے ایک سانس بھرتی رہ گئی۔ اس نے پلکیں جھپکیں اور اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ "آئی ایم سوری، لیکن میں واپس نہیں جا سکتی۔ یہ تو زیادتی ہے۔ میں نے ساری چیزیں چیک کروائی ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں..."

"میڈم۔" رائج نے اس کی بات کاٹی۔ اب وہ پھر سے وہی تھا۔ سخت، کٹھور، بے رحم۔ "میں کہیں نہیں جا سکتا۔ یہ فلائٹ مجھے اڑانی ہے۔ آپ کو دوبارہ مہر لگوانی ہو گی۔" اس نے ایک لاپرواہ نگاہ اپنے گھڑی بندھے ہاتھ میں قید ظبیہ کے پاسپورٹ پر ڈالی۔ "مجھے تو یہ بھی فورج لگتا ہے۔"

ظبیہ کے پیچھے کھڑے لوگ اب مشغول، لیکن اپنی باری کے انتظار میں بے چین ہو رہے تھے۔ ان کی آپس میں کردہ سرگوشیاں ظبیہ کے کانوں میں پڑیں، تو اسے اپنا آپ کوئلوں پر دہکتا محسوس ہوا۔ گندمی رنگت غصے میں لال پڑ رہی تھی۔ وہ شخص انسانیت کے سارے ناطے بھول چکا تھا۔

اس نے جبڑا کستے رائج کو گھور کر دیکھا۔ "اب آپ بدتمیزی کر رہے ہیں۔"

حریف نے جواباً شانے اچکائے۔ "میں اپنا کام کر رہا ہوں۔"

ظبیہ ایک قدم آگے آئی، اتنا کہ وہ اس کی آنکھوں میں بنتے اپنے عکس کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ جب بولی تو آواز آدھے سیکنڈ کے لیے لرزش کا شکار ہوئی تھی، اور پھر روح کی طرح ساکن۔

"مجھے نہیں لگا تھا کہ میں کبھی تم سے اور نفرت کر سکتی ہوں۔" وہ سانس لینے کو ٹھہری اور رائج کی سانسیں ہی ٹھہر گئیں۔ "لیکن مجھے آج تم سے گھن آ رہی ہے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس لمحے اس کی آنکھیں بدلی تھیں۔ ظبیہ کو لگا جیسے ان میں نمی بھی جھلکی تھی۔ وہ چند ثانیے اسے ایسے ہی دیکھتا رہا۔ ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کھل بند ہوئے لیکن الفاظ نہ تھے۔ مقابل گرے اس کے ہاتھ میں ایک عجیب سی کپکپاہٹ تاری ہوئی لیکن کوئی حرکت نہ ہوئی۔

مسافر کی بھوری آنکھوں سے نظر چراتے، رانج نے دو انگلیوں کے اشارے سے قریب کھڑے نیلی وردی میں ملبوس ایک گارڈ کو بلایا۔

ظبیہ یہ سارا عمل آنکھوں میں ڈھیروں شبہ لیے دیکھتی گئی۔ اسے کسی پر بھروسہ نہیں تھا۔ کیپٹن رانج آدم پر تو بالکل نہیں۔

"جی، سر؟" رانج کو سلام کرنے کے بعد گارڈ بلائے جانے کی وجہ مطلوب کر رہا تھا۔

رانج نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ٹھوڑی سے ظبیہ کے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا۔ "ان کا لگیج چیک کریں۔ ایک ایک چیز، ایک ایک جیب، اچھے سے۔ کتنا اچھے سے کیا ہے اس کا فیصلہ میں کروں گا۔ مہر نہ سہی اتنا تو کر ہی سکتے ہیں۔"

گارڈ نے سٹپٹا کر رانج کو دیکھا پھر ساتھ کھڑی کالے عبائے میں ملبوس مسافر کو۔ کوئی بھی اس کے چہرے کے تاثرات سے بھانپ سکتا تھا کہ یہ ایک غیر متوقع حکم تھا۔

"ایک منٹ!" ظبیہ فوراً آگے آئی۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور دل بند ہونے کے دہانے پر تھا۔ اپنے سوٹ کیس کو تو وہ مر کر بھی اسے ہاتھ نہ لگانے دے۔

اُس کے اندر۔۔۔ نہیں۔ ظبیہ نے خود سے بھی یہ بات تسلیم نہیں کی۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟ پہلے مجھے سکیورٹی لائن میں اتنی دیر روکا گیا، میرے وقت کی قدر نہیں کی اور اب، اب آپ میرے سامان میں ہاتھ ڈالیں گے؟!" اس کے آنکھوں کی سفیدی سرخی میں تبدیل ہو رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میڈم، یہ بس سیکیورٹی چیکنگ ہے۔ ہمارا آپ سے کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔It's purely random."

گارڈ نے معاملہ سنبھالنا چاہا۔ اسے تو رانج پر تعجب ہوا۔ مسائل سلجھانے والا نمبر ایک انسان آج خاموش تھا؟

"یہ کیسی سکیورٹی چیکنگ ہے جس میں سو ہزار لوگوں کے درمیان صرف مجھے پکڑ کر ذلیل کیا جا رہا ہے؟ اکیلی عورتوں کے ساتھ آپ یہ سلوک کرتے ہیں!؟" ظبیہ کو سانس مشکل سے آ رہی تھی۔ سوٹ کیس پر اس کی گرفت آہنی تھی، اس قدر سخت کہ اس کے بند انگشت سفید پڑ رہے تھے۔

آس پاس اور ظبیہ کے پیچھے کھڑے لوگ بھی اب تماشہ دیکھ رہے تھے لیکن خلل کرنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔

رانج کی بس ہو گئی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھاتے ظبیہ کو گھور کر دیکھا۔ "آپ کو ہمارے حفاظتی اقدامات سے مسئلہ ہے، ہمارے طریقہ کار سے مسئلہ ہے، authorities کو بتائیں، مجھے نہیں۔ رہی بات چیکنگ کی تو میرے پاس پورا حق ہے اپنے مسافرین کی سلامتی لازم کرنے کا۔" وہ رکا، لمبی، مڑی ہوئی پلکیں جھپکیں۔ "آپ سمیت۔"

ظبیہ کو لگا تھا اس کے پاس بہت الفاظ تھے، لیکن اب وہ چپ تھی۔ رانج نے گارڈ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس بار اس نے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

گارڈ گھٹنوں پر بیٹھا اب اس کا بیگ کھولے سامان ادھر اُدھر کر رہا تھا۔ ظبیہ اسے دیکھ رہی تھی، ساتھ ہی اس کی سانسیں کم ہو رہی تھیں۔ اسے یہاں سے بھاگنا تھا۔ اسے ملائیشیا سے بھاگنا تھا۔ اس سب سے دور کہیں بھاگنا تھا۔

گارڈ کے ہاتھ ایک موٹی کتاب لگی تو ظبیہ نے پہلا کلمہ یاد کیا۔ ہاتھوں کی مٹھی بنائی اور اپنے خوف کو اندر ہی اندر پینے کی کوشش کی۔ اب وہ گئی تھی۔ ان لوگوں کو پتا چل جانا تھا۔ اس کی موت تھی۔ ملائیشیا کیا وہ تو یہ ایئرپورٹ بھی ہتھکڑی لگے بغیر نہیں چھوڑ پائے گی۔

فائیو منٹ کرافٹس والوں، اللہ الگ سے حساب لے گا تمھارا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بیپ۔ بیپ۔ بیپ۔

میٹل ڈیٹیکٹر چیخ رہا تھا۔ ظبیہ کا دل کیا وہ بھی چیخے۔

بند آنکھوں سے اس نے زمین پھٹنے کی دعا کی اور آہستہ سے کلائیاں آگے بڑھا دیں۔ لگا دو ہتھکڑی۔ دے دو مجھے پھانسی۔

"محترم، پیچھے ہٹیے! آپ آگے نہیں جا سکتے!"

ایک منٹ! ہاتھ سے چیکنگ میں میٹل ڈیٹیکٹر کہاں سے؟

ظبیہ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ اس کے ہاتھ خالی تھے، ہتھکڑی سے پاک۔ نیچے دیکھا تو گارڈ کھڑا ہو رہا تھا۔ سامنے رائج گردن ترچھی کیے برابر والی قطار میں ہوتی ہلچل کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس نے نیچے کھلے اپنے سامان کو دیکھا۔ وہ بچ گئی تھی؟

"کیا ہوا ہے بھئی؟ کہہ تو رہا ہوں بس جیکٹ ہے۔" برابر والی قطار میں کھڑا کالی بیس بال کیپ پہنا مرد شکایت کر رہا تھا، لیکن ظبیہ کے کانوں نے دماغ سے رابطہ توڑ رکھا تھا۔ اس کا دل اب بھی بے قابو تھا، ہتھیلیاں پسینے میں چکنی ہو چکی تھیں۔ اگر وہ اتنی بدحواس نہ ہوتی تو یقیناً پہچان جاتی کہ وہ اس کا تعاقب کا رہی تھا۔

اس کے ذہن میں اس وقت صرف ایک ہی سوال تھا۔ وہ واقعی بچ گئی تھی؟

ساتھ کھڑے گارڈ نے برا سا منہ بنایا اور کالی بیس بال کیپ والے مرد کو گھورا، جو اب سستی سے اپنے کندھوں سے لیدر جیکٹ سرکا رہا تھا۔ جیکٹ کے بازو پر پانچ کے سکے جتنا بڑا میٹل بیج badge تھا جس پر کسی کارٹون مووی کے کردار کی شکل واضح تھی۔ کوئی چالاک سا لومڑ کالا چشمہ چڑھائے مسکرا رہا تھا۔

شاید اس ہی کی وجہ سے اسے میٹل ڈیٹیکٹر سے گزرنے میں دقت ہو رہی تھی۔

نیچے اس نے آدھی آستینوں کی سفید ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ جیکٹ اتار کر اس نے دوبارہ میٹل ڈیٹیکٹر سے گزرنے کی کوشش کی، لیکن مشین ایک بار پھر 'بیپ بیپ' کی آواز کے ساتھ چنگھاڑنے لگی۔ اب

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کی بار گارڈ نے اسے باقاعدہ دھکا دیتے پیچھے کیا۔

"میں نے کہا آپ نہیں جاسکتے! تلاشی دیں!"

"میرے پاس نہیں ہے!" کیا کہنے تھے۔ ظبیہ تھوڑا سا تو ہنس ہی دیتی اگر وہ ہارٹ فیلیئر سے مرنے کے دہانے پر نہ ہوتی۔

گارڈ نے ایسا منہ بنایا جیسے بریانی کے دوسرے نوالے پر ہی نیمو نگل لیا ہو، وہ بھی چھلکا سمیت۔ معاملہ بگڑ رہا تھا۔ بیس بال کیپ والا مرد بد تمیز تو تھا ہی، لیکن اس کا ضرورت سے زیادہ پرُسکون ہونا گارڈ کو اور مشکوک کر رہا تھا۔ اب گارڈ پھولتے نتھنوں کے ساتھ اس کی جیبوں پر ہاتھ مار رہا تھا۔ اس کے پیچھے مسافرین بے قرار ہو رہے تھے۔ انھیں اپنی فلائٹ کی فکر تھی۔

MH370 کی بورڈنگ میں اب بس آخری دس منٹ تھے۔

رانج نے بگڑتے حالات دیکھے تو دخل دینا پڑا۔ ظبیہ پر ایک آخری، دیرپا نگاہ ڈالتے وہ قدم قدم چلتا سفید ٹی شرٹ والے مسافر تک گیا۔

شیطان چلا گیا، تو ظبیہ نے سانس لیتے اپنا سامان بیگ میں واپس ڈالنا شروع کیا۔ بد تمیز گارڈ ساری تہ کھول چکا تھا۔ سیدھی ہوئی تو لال آئی ڈی کارڈ والی لڑکی نے ایک شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا بورڈنگ پاس تھامتے جانچا۔ سب سہی تھا، سہی ہی ہونا تھا۔ رانج آدم تو بس شیطان کا چیلا تھا۔

بار کوڈ اسکین ہو گیا تو اس نے ظبیہ کو اس کا پاس واپس تھمایا۔ "ہم معاذرت خواہ ہیں، میم۔ کیپٹن رانج حادثے کے بعد سے—"

"محترم اکائرز مورا صاحب، آپ اپنی جیبوں مین چلّر کیوں لیے ہوئے ہیں؟" رانج گرج رہا تھا۔ "پہلے کبھی ایئرپورٹ نہیں آئے آپ؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

آدھا چہرہ کیپ سے چھپا تھا، آدھے پر ماسک تھا، پھر بھی کمینی مسکراہٹ آنکھوں میں اتر رہی تھی۔ "آپ نے کبھی بلایا ہی نہیں۔"

توبہ، رائج ہکا بکا اسے دیکھے گیا۔

گارڈ نے رائج کے مائگرین کی شعاعیں اٹھتیں محسوس کیں تو فوراً معاملہ سنبھالنے آگے بڑھا۔ "آپ اپنی جیبیں خالی کریں، مسٹر زمورا۔ بیلٹ بھی اتاریں۔"

لال آئی ڈی کارڈ والی لڑکی کے منہ سے وہ لفظ سن کر ظبیہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہی لفظ جو پانچ سال پہلے ان کی زندگیوں کا کُل بن گیا تھا، جس نے اسے اٹھتے بیٹھتے ڈسا تھا۔ وہی لفظ جس نے رشتے چبا کھائے تھے اور خوابوں پر خون تھوکا تھا۔ وہی لفظ جس کی بنا پر رائج آدم نے اپنے اور اس کے درمیان انگنت فاصلے پرو دیے تھے۔

حادثہ۔

وہ حادثہ۔

حادثے کے بعد رائج بدل گیا تھا؟ حادثے کے بعد اس نے سب کھو دیا تھا؟ ظبیہ اپنی کون سی رگ دباتی جو وہ ہنس پاتی۔

اس دن رائج آدم خود تو زندہ بچ کر آیا تھا، لیکن اس نے ظبیہ یمین کی موت پر قلم بلا جھجک توڑ دیا تھا۔ اس شخص سے اگر اس کا کوئی بھی رشتہ تھا تو وہ تھا ظالم اور مظلوم کا۔ فاسق مجرم اور کند ذہن مقتول۔

"D25"

"ہوں؟" ظبیہ نے گردن موڑے فلائٹ اٹینڈنٹ کو دیکھا۔ وہ ہلکا سا مسکراتی اس کے پاس کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ "آپ کا سیٹ نمبر۔ سیدھا چلتے دائیں ہاتھ کی طرف، تھوڑا آخر میں۔ میں دکھا دوں؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"نو، اٹس اوکے۔ تھینکس۔" وہ ہڑبڑا کر کہتی کنارے سے کٹ کے نکل گئی۔ رانج کا کچھ بھروسہ نہیں تھا۔ وہ کہیں سے بھی پرکت ہو کر اس کی فلائٹ رکوا سکتا تھا۔ ظبیہ کا دل کیا تھا اس کا منہ توڑ آئے، لیکن زندگی بھر کے جرائم وہ کر چکی تھی۔ اب تعزیز کا وقت تھا، معافی اور توبہ کا۔

پیچھے کالی جیکٹ والا مرد بیزار سا کھڑا گارڈ کو دیکھ رہا تھا، جو جھک کر اس کا بیک پیک کھول کھول کر تلاشی لے رہا تھا۔ اس کے پیچھے سینے پر بازو لپیٹے، ہیزل آنکھوں میں ڈھیروں شبہ لیے، کیپٹن رانج تھا۔ اس حکم کا صادر۔ اللہ، کوئی اس شخص کو اندر بھیجتا۔ جہاز اس نے اڑانا تھا۔

"تم نے جو اس لڑکی کے ساتھ کیا۔۔۔" اکائر نامی مرد بولا، آواز بے ساخت تھی اور ماسک کے پار سے جھانکتی سیاہ سرمئی آنکھیں رانج پر۔ "اس کے لیے تم پر کیس ہو سکتا ہے۔ ہراسمنٹ کا۔"

اس کا بیگ چھانٹتا گارڈ ایک دم رکا۔ اس ایک سیکنڈ میں اسے اپنا آپ سلاخوں کے پیچھے نظر آیا تھا، اور وہ منظر ڈراونا تھا۔ رانج آدم، تم مجھ سے کیا کروا رہے ہو؟ خدا پوچھے تمھیں۔ اس نے برا سا منہ بناتے ایک زپ بند کرتے دوسری کھولی۔

رانج نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا ہمارے درمیان ایک لیگل ایکسپرٹ بھی موجود ہیں۔ شکریہ، مجھے یقین ہے ہمارے پلین کو آپ کی ماہر رائے کی قطعاً ضرورت نہیں پڑے گی۔" نگاہ گارڈ کی طرف موڑتے نہ تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی نہ ہی آواز میں طنز۔ "ہو گیا؟"

"جی، سر۔ All clear." گارڈ نے اکائر کی معصومیت کی گواہی دی، حالاں کہ انگلی بھی سب سے پہلے اسی نے اٹھائی تھی۔ اکائر اسے گھورتا رہ گیا۔ اب زندگی بھر اسے بڑی مونچھیں اور مرجان کی انگوٹھی پہنے ہاتھ اپنی بددعائوں میں یاد رہنے تھے۔

"گڈ۔" رانج اس کی طرف گھوما۔ "Have a safe flight, Mr Zamora." اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اکائر اس کی پشت کو دور جاتا دیکھتا رہا۔ اسے لگا جیسے اس نے رانج کو بہت دور جا کر رکتا دیکھا تھا۔ شاید وہ کسی دیوار سے ٹیک لگائے ہوا تھا۔ شاید اسے سانس نہیں آ رہی تھی۔ شاید وہ اوندھا ہوا فرش پر کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ یا شاید وہ رو رہا تھا اور آنسو بہانے کو اس نے زمین چنی تھی۔

لیکن پھر اس نے سر جھٹکا۔ رانج آدم کیوں رونے لگا؟ آنکھیں چھوٹی کرتے اس نے وہاں اسے ڈھونڈنا چاہا، لیکن اب وہ راہداری خالی تھی۔ شاید ہمیشہ سے ہی خالی تھی۔ اکائر کو دھوکا ہوا ہو گا۔ سب کو ہوتا ہے۔

اس نے گردن موڑتے قدم فلائٹ اٹینڈنٹ کی جانب بڑھائے۔ تقریباً سارے مسافر جہاز میں سوار ہو چکے تھے اور آخری کے چند افراد تفری میں اپنا سامان اوپر چڑھا رہے تھے۔

فلائٹ اٹینڈنٹ اسے دیکھ کر مسکرائی اور اس کا پاس لیتے اسکین کرنے لگی۔ اتنے میں اکائر اپنا ماسک اور کیپ اتارنے لگا۔ اس کی سرخ و سپید رنگت جہاز کی بتیوں میں دمک اٹھی۔ ٹھوڑی پر گھنی شیو اور نرم کالے بال، جو کناروں سے ذرا بڑھے تھے اور پچھلی طرف نفسات سے جمے ہوئے۔ وہ ایک خوش شکل نوجوان تھا۔ عمر لگ بھگ اٹھائیس انتیس کے عنقریب۔

"آپ کا نام؟" فلائٹ اٹینڈنٹ اپنی ٹوٹی پھوٹی ملائی انگریزی میں پوچھ رہی تھی۔

"اکائر زمورا۔" اس نے ٹھنڈی آواز کے ساتھ جواب دیا۔ لڑکی کے برعکس اکائر کی انگریزی صاف تھی اور حروف صریح۔ وہ ملائیشیا کا رہائیشی تھا، لیکن کوئی بھی بتا سکتا تھا اس کی جڑیں کسی غیر ملکی کی تھیں۔

لڑکی نے پریشان سی شکل بنا کے اس سے اسپیلنگ پوچھی، تو وہ مسکرا دیا اور جیکٹ بازو پر ڈالتے دروازے کے ساتھ ٹک کر لہک لہک کر بتانے لگا۔

"A-c-a-i-r." آگے جھکتے لڑکی کے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو دیکھا، کہ لکھ بھی رہی ہے یا نہیں، پھر بند آنکھوں سے بولتا گیا۔ "Z-a-m-o-r-a."

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لڑکی نے اسے اس کی سیٹ بتائی تو وہ ایک منٹ کے لیے رکا، نظریں سامنے دوڑائیں جہاں قطار در قطار لوگ بیٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے درمیان اس کی سیاہ سرمئی آنکھیں صرف ایک کو تلاش رہی تھیں۔ جیسے ہی کالے عبائے کا سرا اسے نظر آیا وہ چہرہ موڑتے واپس اس سے مخاطب ہوا۔

"میری سیٹ تبدیل کر دیں۔"

"جی؟" اٹینڈنٹ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی، تو اس نے ایک معصومانہ مسکراہٹ سمیٹتے اپنی بات کی وضاحت کی۔ "وہ، میری ٹانگیں لمبی ہیں۔ فلائٹ میں مسئلہ ہوتا ہے۔ میری نسیں چڑھ جاتی ہیں۔ تو اگر کوئی خالی سیٹ جس میں لیگ روم ذرا زیادہ ہو تو۔۔۔"

"اوہ اوہ، جی، ضرور۔ میں دیکھتی ہوں۔ ملائیشیا ایئرلائنز اپنے مسافرین کا جوڑ توڑ کر خیال رکھتی ہے!" فلائٹ اٹینڈنٹ پرجوش سی بول رہی تھی۔

اکائر دل کھول کر مسکرا دیا۔ "How sweet."

فلائٹ اٹینڈنٹ آگے بڑھ کر گر معلومات کرنے لگی اور وہ ادھر ہی ٹک گیا، آنکھیں اب اس پر تھیں جو اپنا بیگ سر کے اوپر والے خانے میں جما رہی تھی۔ سوٹ کیس ضدی بچے کی طرح باہر کو سرکنے لگا، تو اس نے پوری قوت سے اسے ٹھوکر مارتے اندر کیا۔ اکائر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

اور مسکراتے ساتھ ہی اپنے آپ کو روکا اور گڑبڑا کر ماسک پھرتی کے ساتھ واپس چہرے پر چڑھایا۔

کچھ چیزوں کا پوشیدہ رہنا ہی سب کے لیے مفید ہوتا ہے۔

☆☆☆

جگہ: بورڈنگ گیٹ کے باہر
12:15 AM

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رائج گردن پیچھے کیے آسمان کو تک رہا تھا۔

گہرے سیاہ بادل چاروں طرف تھے۔ آج نہ آسمان میں کوئی ستارہ تھا نہ ہی چاند۔ سب جیسے چھپ سے گئے تھے۔ وہ بورڈنگ کے دروازے کے باہر کھڑا تھا۔ اس کا ساتھی پائلٹ اسامہ عامر اپنی بیوی کی دو کالز اگنور کرنے کے بعد تیسری اٹھانے ذرا دور گیا تھا۔

ویرانے میں اڑتی ہوائیں مدھم تھیں۔ آس پاس ٹیک آف کرتے پلین، کارگو کے لوڈ ہونے کی آوازیں، دور ٹرمینلز کی روشنیاں وہاں سے دور تھیں۔ رائج یہاں پر کھل کر سانس لے پا رہا تھا۔ اسے بند جگہوں سے ویسے بھی خار اٹھتی تھی۔

اسامہ اس سے عمر میں بلاشبہ بڑا تھا، لیکن ایئر لائنز کا کوئی بھی فرد بلا جھجک یہ کہہ سکتا تھا، کہ کامیابی کے پہاڑ سر کرنے میں اور اس پھرتی کے ساتھ کرنے میں، رائج آدم کا نام سر فہرست تھا۔ بائیس سال کی عمر سے شروع ہوا اس کا کریئر صرف اونچائیوں کی نذر ہوا تھا۔ وہ ہر درجہ، ہر مقام پر ایک مثال رہا تھا۔

ملائیشیا ایئر لائنز کا قابل ترین پائلٹ رائج آدم۔

پھر کچھ ہوا تھا۔

کہانی نے ایک موڑ لیا تھا، جیسے سب لیتی ہیں، لیکن وہ موڑ رائج آدم کی زندگی کا بن جائے گا، اس کا اندازہ اسے نہیں تھا۔

"بادلوں میں کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟" اسامہ کال ختم کر کے اب اس کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ رات کی ٹھنڈی ہوا سے اس کے کھچڑی جیسے بال ماتھے سے پیچھے اڑ رہے تھے۔ اس نے بھی رائج جیسا ہی یونی فارم تان رکھا تھا، سفید شرٹ، نیلا کوٹ، البتہ رائج جیسی قامت اس کے پاس نہیں تھی۔

رائج نے اسے دیکھا اور کچھ سوچ کر ہلکا سا مسکرا دیا۔ "میں سوچ رہا ہوں شادی کر لوں۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسامہ اس کے قریب آکر رکا، آنکھوں میں حیرت تھی اور چہرے پر بڑی ساری مسکراہٹ۔ "نہ کرو۔ تم میرا پوپٹ بنا رہے ہو۔"

رائج ابرو اٹھائے مسکراتا رہا۔ اسامہ نے ڈرامائی سانس خارج کی اور پھر سر دائیں بائیں جھٹکنے لگا۔ " مجھے پتا تھا۔ یہ ایک محبوب کی نظر ہے۔ لیکن ایک بات میری کان کھول کر سن لو، کپتان۔ اگر اس بار میرا دل توڑا تو الگ سے ساتے کی دعوت لوں گا تم سے۔" **(ساتے ایک مالائی پکوان ہے جس میں مرغ یا گوشت کو گرل یا میرینیٹ کر کے پینٹ ساس کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔)**

رائج ہنس دیا، گال پر آدھا چاند واضح ہوا۔ آسمان کا چاند شاید اسی نے چرایا تھا۔ "نہیں، اس بار ارادہ پکا ہے۔"

اسامہ کو تو بہت مزہ آرہا تھا۔ رائج آدم اپنی لولائف پر روشنی ڈال رہا تھا، وہ بھی بغیر پوچھے۔ ایسا دن روز روز کہاں آتا تھا بھلا؟

"تو میں نورین کو بولوں لڑکی دیکھے؟ کچھ بتا رہی تھی وہ ہفتہ پہلے۔ کسی رشتے دار کی بیٹی ہے اس کے۔"

اسامہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے فوری رشتے ڈھونڈنے لگ گیا تھا اور وہ ساتھ کھڑا مسکرائے جا رہا تھا۔

اس نے سر نفی میں ہلایا اور ہاتھ اٹھا کر اسامہ کو روکا جو اسے چوہتار شتا گنوا رہا تھا۔ "تم اپنا سوٹ ریڈی کرواؤ۔ لڑکی میں ڈھونڈ چکا ہوں۔"

اور یہ کہہ کر وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر چل دیا۔ اسامہ اس کے پیچھے **'ہیں ہیں'** کرتا لپکا۔ دروازے کے پار فلائٹ اٹینڈنٹ نے انھیں خوش آمدید کہا۔ لورا ووڈس۔ رائج اسے جانتا تھا۔

وہ سر کو خم دیتے برابر سے نکل کر کاکپٹ کی جانب بڑھا۔ پیچھے اسامہ لورا کو رائج کی شادی کی تازہ دم خبر سنا رہا تھا اور لورا اس کی آواز کا ووولیوم کم کرنے کی کوشش میں تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جلد وہ بھی کاکپٹ میں آچکا تھا۔ رائج اپنی ٹوپی، فون، چابیاں وغیرہ پائلٹ کے مخصوص خانے میں ڈال رہا تھا، ہیزل آنکھیں پینل اور سیٹ اپ جانچ رہی تھیں۔ اگر کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو warning lights اپنا رنگ بدل کر پائلٹ کو اطلاع دے دیتی ہیں۔ وہ بھی عادتاً ایسے ہی کسی جھول کو ڈھونڈ رہا تھا۔

چیزیں سمیٹ کر اس نے آگے ہو کر بائیں ہاتھ والی اپنی سیٹ سنبھالی۔ اسامہ نے بھی اپنی جگہ لے لی اور صفحات پلٹ پلٹ کر فلائٹ پلان پڑھنے لگا۔

"چائنہ پہنچ کر اگر تم نے مجھے تصویر نہیں دکھائی تو میری تیری دوستی ختم۔" اسامہ سنجیدہ آواز کے ساتھ بولا، تو وہ ایک منٹ کے لیے چونکا پھر تھوڑا سا مسکرا دیا۔

اپنی سیٹ برابر کی اور اپنے گرد بیلٹ کسی۔ "اسے پسند نہیں آئے گا اگر میں اس کی تصاویر بانٹوں گا۔"

پھر سامنے رکھا ہیڈ سیٹ اٹھا کر کانوں پر لگایا۔ ساری آوازیں ایک لمحے کے لیے بند ہو گئیں۔ اس کے کانوں کے پردے سہم گئے، دماغ خالی ہو گیا۔ رائج کو لگا جیسے اب وہ آوازیں پھر کبھی نہیں آئیں گی۔ اس کا دل زور سے دھڑکا۔ شاید سب سہی ہو گیا تھا۔ پانچ سال پہلے چلا طوفان سمٹ رہا تھا۔ شاید وہ ماضی کے اس عذاب سے نکل آیا تھا۔

اور پھر سکوت کا بچھا تخت ایک آواز کے ساتھ پلٹا۔

وہ آواز کہیں باہر سے نہیں آئی تھی۔ وہ رائج آدم کے حوش و غوش سے آتی ایک ہی کلکاری تھی جس سے اس کے کان تو غافل رہ سکتے تھے، لیکن اس کا دماغ نہیں۔

ہنسی۔ ایک معصوم ہنسی۔ جو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے کان کی لو کو چھو کر گزر جاتی، اپنے بھولے بھالے قہقہوں سے اس کے روح کے ذرے ذرے کو سال دیتی۔

ہیزل آنکھوں کے سامنے ایک منظر دھندلا رہا تھا۔ وہ اس کے حواسوں پر قابو چاہتا تھا، اسے اپنے ساتھ ماضی کی اس آزاردہ گھڑی میں لے کر جانا چاہتا تھا جہاں سے مخروج اسے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے سختی سے اپنی آنکھیں بھنچیں۔ ساتھ بیٹھا اسامہ ریڈیو فریکوئنسی درست کرتے اس سے کچھ کہہ رہا تھا، لیکن وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ سن ہی نہیں پا رہا تھا۔ ہنسی کی آواز اس کے کانوں سے ہو کر کندھوں پر چڑھ رہی تھی، ہر قہقہے کے ساتھ اور تیز، اور ہنگم اور بھی زیادہ خوش۔

"Abby(ابی)!" اور یہاں اس کی سانس اٹک سی گئی۔

وہ منظر اب پہلے سے زیادہ تیزی سے ہوا میں جذب ہو رہا تھا۔ رانج کی ہتھیلیاں ٹھنڈی ہو رہی تھیں اور چہرہ دہک رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں کی مٹھی بنا کر خود کو قابو کرنا چاہا، لیکن اس کے آس پاس سب بہہ رہا تھا، اور وہ اس خون شار میں اوندھے منہ ڈوب رہا تھا۔

ایک جھٹکے کے ساتھ وہ سیدھا ہوا۔ اسامہ نے گردن موڑ کر اس پر ایک نگاہ ڈالی، لیکن شاید اسے اس کی اندرونی جنگ کا اندازہ نہ ہوا۔

کاش ہو جاتا۔

رانج بمشکل کپکپاتی انگلیاں نیوی گیشن پینل Navigation panel تک لے کر گیا۔ ایک دو بٹن سیٹ کرنے کے بعد اس نے ہیڈ سیٹ کے ساتھ لگا مائک درست کیا اور ہونٹوں کے قریب لایا۔ شہادت کی انگلی سے کنارے پر لگا سوئچ آن کیا۔ اگلے الفاظ جو کاکپٹ میں گونجے وہ اس کے اپنے تھے۔

"Ground, Malaysian 370. Good morning. Charlie one. Requesting push and start."

اس نے طیارے کی جگہ اور روانگی کے لیے ضروری مخصوص تیاری کی اطلاع دی۔

دوسری طرف گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اسامہ فریکوئنسی چیک کرنے کے لیے آگے ہوا۔ رانج ہیڈ سیٹ کے اوپر انگلیاں لگائے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اور پھر ATC نے اس کی بات کی تصدیق کی۔

"Malaysia 370, Lumpur Ground. Good morning. Pushback and start approved. Runway 32 Right. Exit via Sierra 4."

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اجازت مل چکی تھی۔رائج مائک میں ہامی بھر کر سیدھا ہوا۔

اس کے انتظار کے پل اپنے انت کے بہت قریب تھے۔

اور یہیں پر ہم کیپٹن رائج آدم اور ان کے کو پائلٹ اسامہ عامر کو اس بد طالع طیارے کی کاکپٹ میں چھوڑ کر وقت کے چابک پیچھے چلاتے ہیں۔پانچ سال پیچھے!

جب رائج آدم کے ستارے پھٹ پڑے تھے اور آسمان نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔جب فضاء میں ہوتے ہوئے بھی اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔جب اس کے سراپ کا پہلا بیج بویا گیا تھا،وہ بیج جو ذرا سی ہوا اور پانی سے اس کی زندگی کی سب سے بڑی شاخ بنا تھا۔ایسی شاخ جس کا سایہ چھاؤں کے بجائے آگ برساتا تھا۔

جب ہماری کہانی نے وہ موڑ لیا تھا جس کے بغیر کلائمکس ناممکن تھا۔

☆☆☆

۱۸ نومبر، ۲۰۰۹

متحدہ عرب امارات، دبئی

دبئی انٹرنیشنل ائیرپورٹ

گارھود کا علاقہ مغرب کی نارنجی روشنی میں پر نور تھا۔

قریب کسی مسجد سے آتی اذان کی آواز نے ایئرپورٹ کی مسلسل ہلچل میں وقتی تور پر ایک سکوت پیدا کیا تھا۔کچھ مسافرین اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے احترام و عزت کے ساتھ اذان سن کر اس کا جواب دے رہے تھے،کچھ کو ابھی بھی دنیاوی چیزیں جیسے ٹکیٹنگ اور اپنی فلائٹ کی فکر کھائے جا رہی تھی اور کچھ جائے نماز ہاتھ میں دبائے نماز ہال کا رخ کیے ہوئے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ٹرمینل کے اندر ہی جگہ جگہ قد آور ناریل کے درخت اور جگمگاتے سفید ستون نصب تھے، جن کے اوپر لگی LED اسکرینز پر دنیا جہاں کے نامی گرامی برینڈز کی نمائش ہو رہی تھی۔ پرفیوم، گھڑی، چاکلیٹس۔ نظر گھمائو تو ذرا فاصلے پر DXB(Dubai International Airport)کا لوگو بھی مخصوص پیلی اور نیلی بتیوں میں واضح تھا۔

ذرا آگے بڑھو تو لفٹ اور اسکیلیٹر سے اوپر نیچے جاتے لوگ دکھائی دے رہے تھے، آنکھوں میں ایک نئے سفر کا جوش لیے۔ کھانے پینے اور خرید و فروخت کی دکانوں کے باہر تو الگ ہی رش نمایاں تھا۔ کیونکہ یہ وہ دور تھا جب موبائل فون اور آن لائن شاپنگ کس چڑیا کا نام ہے، کوئی نہیں جانتا تھا۔

زندگی آسان تھی، سیدھی سی۔ محبتیں بھی آسان تھیں۔

مرمری ٹائلز رات کی بڑھتی تاریکی میں ایسے ہی تھے جیسے سیاہ آسمان پر سجا تاروں کا تھال۔ ماضی کی اس گھڑی میں دبئی انٹرنیشنل ائیرپورٹ کا ٹرمینل ون ویسے ہی جشن منا رہا تھا جیسے پانچ سال بعد ہزاروں کلومیٹر دور کوالالمپور ائیرپورٹ کا ٹرمینل ون۔

دونوں ہی دو آزاردہ حادثات سے پہلے کے لمحات تھے۔ کاش کوئی وقت موڑ دیتا، کاش کوئی نشانی چھوڑ دیتا۔

یہ منظر تھا اس ہی ائیرپورٹ کے ایک کنارے پر بنے کیفے Costa Coffee کا۔ سرخ رنگ کی دیوار پر یہ نام بڑے بڑے انگریزی اور عربی حروف میں درج تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا اربن اسٹائل کیفے تھا، لکڑی اور اینٹوں سے آرائش، لال، کتھئی اور ہلکے نارنجی رنگوں میں ڈوبتا ہوا۔

جگہ کے محدود ہوتے ہوئے بھی بیٹھنے کے انتظام کو پوری طرح سے آرام بخش بنایا گیا تھا۔ لکڑی کی سیٹوں پر نرم گدیاں سجائی گئی تھیں اور ساتھ ہی کائوچ اور چھوٹے صوفوں کا بھی بھرپور استعمال فراہم تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"Bila Abby datang؟" (ابی کب آئیں گے؟)

یہ معصوم آواز سرخ رنگ کے صوفے پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی ایک چھوٹی بچی کی تھی۔اس کے بال ہلکے سنہرے تھے جنہیں کناروں پر دو بن (Bun) میں باندھا گیا تھا۔رنگت سپید اور گال بھرے بھرے گول۔آنکھیں اس کی جانی مانی تھیں۔ایسی آنکھیں آپ اس کہانی میں دیکھ چکے ہیں۔ہیزل۔لیکن ان میں سبز رنگ ذرا زیادہ تھا۔

وہ ہونٹوں کا گول دائرہ بنائے سر یہاں وہاں گھما رہی تھی، سامنے رکھے چاکلیٹ کروسینٹ کو بری طرح اگنور کرتے۔ اگر کروسینٹ کوئی عزت دار آدمی ہوتا تو اب تک اپنی ناقدری پر اٹھ کر چلا گیا ہوتا۔

"Dia akan datang." (وہ آجائے گا۔)

"Jom, makan dulu." (چلو، پہلے کھانا کھالو۔)

یہ آواز بچی کے سامنے کرسی پر بیٹھی تیس بتیس سال کی عورت کی تھی، احتمالاً اس کی ماں۔اس نے ہلکے بھورے رنگ کی ٹرٹل نیک پہنی ہوئی تھی، سبز آنکھیں بڑی اور کالے رنگ کے لائنر میں کھل رہی تھیں۔ کندھوں تک آتے بال گہرے سنہرے اور ہلکے بھورے کے درمیان ایک خوبصورت رنگ کے تھے۔چہرے پر تھوڑا بہت ہی میک اپ تھا، کثیر اس کی اپنی نیچرل بیوٹی تھی۔

وہ بار بار ہاتھ میں پکڑے اپنے فون کو دیکھتی، چھوٹی اسکرین والا بٹن فون، لیکن وہ بجھا رہتا۔کیا وہ نہیں آرہا تھا؟

اس کے سرخ و سپید چہرے پر ناخوشی کی ایک جھلک واضح ہوئی پھر فوراً فون سائڈ رکھتے وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور اپنی بیٹی کو گھورا جو اب بھی کروسینٹ میں خالی پیلی انگلیاں مار کر اسے تنگ کر رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ادا، کھانا کھاؤ یار۔ کیا مذاق ہے؟ تمھارا باپ میرا سر کھائے گا ورنہ۔" وہ فر فر مالائی میں بولتی چلی گئی۔ بچی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھوں میں نہ ماں کا خوف تھا نہ کھانے کا شوق۔

"ابی۔" ہلکی سی سرگوشی میں بس ایک لفظ کہا اور سر واپس گرا لیا۔ اس کی ماں اسے دیکھتی رہ گئی۔ تو یہ طے تھا کہ اس نے کچھ نہیں کھانا تھا جب تک ابی نہ آجاتا۔

رباب نے بٹنوں والا فون کھولا اور ایک دو کلک کے بعد ایک نمبر ملانے لگی۔ پہلے فون اپنے کان سے لگایا اور جیسے ہی رنگ جانے لگی تو آگے بڑھ کر ادا کے کان سے جوڑ دیا۔

ادا پہلے تو پریشان ہوئی لیکن دوسری طرف کی آواز سن کے اس کا سارا چہرہ کھل اٹھا۔ "کہاں ہیں آپ؟" وہ فون میں ہنسی۔

"بہت دور۔ میں نہیں آ سکتا شاید۔" اس کی آواز فون سے آئی تو ادا پوری کی پوری مرجھا گئی۔ اس ہی لمحے رباب نے اس کے پیچھے اڈتے سر کو دیکھا۔ آہ، وہ آگیا تھا۔ تنگ کر رہا تھا بچی کو۔ اس نے ہونٹ کاٹ کر بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

"ایسے کیسے؟ ہمیں کٹ کیٹ پارٹی کرنی تھی!" ادا کے آنسو تو بن کر بہنے والے تھے۔ آج اس کا دل ٹوٹا تھا۔ ابی، اس کی پہلے محبت، اسے کٹ کیٹ پارٹی کا لارا دے کر بھاگ گیا تھا۔ اس پر تو چار راتوں کا سوگ بنتا تھا۔ گھر جاتے ہی ساتھ اس نے Jerry & Tom کے چار سیزن دیکھنے تھے اور دو ہفتوں کے لیے اسکول سے لیو پر جانا تھا۔ محبت میں دھوکا ہوا تھا، بھئی۔

"او، ڈیم اٹ! ادا کے آنسو تو بن کر بہنے والے تھے۔ آج اس کا دل ٹوٹا تھا۔ ابی، اس کی پہلے محبت، اسے کٹ کیٹ پارٹی کا لارا دے کر بھاگ گیا تھا۔ اس پر تو چار راتوں کا سوگ بنتا تھا۔ گھر جاتے ہی ساتھ اس

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نے Jerry & Tom کے چار سیزن دیکھنے تھے اور دو ہفتوں کے لیے اسکول سے لیو پر جانا تھا۔ محبت میں دھوکا ہوا تھا، بھئی۔

"او، ڈیم اٹ! میں تو اسنیکرز لے آیا۔" وہ ناٹک چھوڑ کر ٹھیک اس کے پیچھے کھڑا بولا تو ادا ایک چیخ کے ساتھ اس سے جا لپٹی۔

"ابی!" آنسو اب اس کے گالوں سے بہہ رہے تھے لیکن وہ خوشی کے تھے۔ کٹ کیٹ ہو یا اسنیکرز، اسے اس کا ابی مل گیا تھا۔

رانج نے ادا کو فرش سے اٹھا کر گلے سے لگایا، ہونٹوں پر اتنی ہی بڑی مسکراہٹ تھی جتنی بچی کے چہرے پر۔ ہاتھ کی پشت سے اس کے آنسو صاف کیے اور پھر گال پر بوسہ دیا۔ "ابی کی جان۔ اتنے موٹے موٹے آنسو؟ پتا ہے ملائیشیا میں پانی کی کتنی قلت ہے؟"

ادا ہنس کر اس کے گال پر پیار کرنے لگی، باہیں پوری طرح سے اس کے گردن کے گرد لپیٹ لیں۔ اس لمحے سے رانج اس کا اپنا پرائیوٹ ہگ بیئر بن چکا تھا۔

رباب بھی مسکراتے ہوئے اس سے ملی اور وہ تینوں ایک بار پھر سرخ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اب گارھو دمیں مغرب ڈھل کر رات میں تبدیل ہو رہی تھی۔ آسمان میں چاند بڑا اور سفید تھا لیکن ائیر پورٹ کے ٹرمینل سے وہ نظروں سے اوجھل تھا۔

رانج نے رباب کے سامنے والی کرسی سنبھالی۔ ادا فوراً سے بھی پہلے اس کی گود میں چڑھ گئی۔

پانچ سال بعد کے مقابلے اس کے چہرے پر ایک ٹھنڈک تھی جو وہ اب شاید کہیں بھول آیا تھا۔ گہرے بھورے بال ہمیشہ کی طرح چھوٹے اور نفاست سے پیچھے جمے ہوئے تھے، البتہ اس کی شیو ہلکی تھی۔ ایک چیز جو حال سے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بالکل مختلف تھی، جس میں اس کی جوانی کی لاپرواہی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا، وہ تھا اس کے دائیں کان میں چمکتا چاندی کا چھوٹا سا موتی۔

اس نے مالائی پائلٹ کا وہی مخصوص یونی فورم تانا ہوا تھا، لیکن کھال کو کاٹتے جاڑے سے بچنے کے لیے ایک کالی پفر جیکٹ اس کے اوپر پہن رکھی تھی۔ ادا اس ہی جیکٹ میں گھسنے کی کوشش میں تھی۔ رابح نے ہنس کر اس کو اور قریب کر لیا۔

"مجھے لگا تھا تم نہیں آؤ گے۔" رباب نے بات شروع کی اور خاص اس کے لیے منگوایا گرلڈ چیز سینڈ وچ آگے بڑھایا پھر پیچھے ہو کر ایک نرم مسکراہٹ سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے بھی تو اس کا ابی سال بعد دکھا تھا۔

"آپ نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے؟" برا سا منہ بنایا اور سینڈوچ اٹھا کر ادا کی طرف کیا۔ اس نے خوشی خوشی لے لیا تو متکلم نے ہاتھ جھاڑتے بات جاری رکھی۔ "پری فلائٹ بریفنگ چل رہی تھی۔ سیل فون آف تھا۔ ورنہ میں تو شام سے تیار ہو رہا ہوں اپنی شیطان بھانجی سے ملنے کے لیے۔" اس نے ادا کا گال کھینچا تو وہ کھکھلا اٹھی۔ رباب کا دل بھر آیا۔ کتنا پیارا تھا وہ۔ ہاں، لیکن منہ پر تو وہ یہ کبھی نہ بولتی۔

"شیطان بھانجی، بس؟ بڑی بہن کی یاد نہیں آئی تمھیں، غدار؟ جاؤ دفع ہو۔" اس نے منہ بگاڑ کر سیٹ سے ٹیک لگایا تو رابح ہنس پڑا۔

"آتی ہے، بھئی، آتی ہے۔ لیکن آپ کے 'سنیں' ہیں ناں میرے حصے کا یاد کرنے کے لیے۔ ائیرپورٹ پہنچ کر اطلاع کر دی تھی ناں؟ ڈٹرجنیٹ نہ پی لیا ہو کہیں اب تک۔" اس نے چھیڑا تو رباب بے پرواہ ہنس دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کیسے بے شرم ہو تم۔اب تو تمھاری 'سنیں' بھی آنے والی ہے۔میں بتائوں گی اسے۔"

جہاں رائج کی ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے وہیں ادا کے ابرو تنے۔اس نے رائج کے گرد ہاتھ اور مضبوطی سے لپیٹتے اپنا ماتھا اس سے ٹکرایا۔

رائج نے اس کی پشت سہلائی اور رباب کو دیکھا جو اب بھی کمینی مسکراہٹ لیے اسے تنگ کرنے کے پورے موڈ میں تھی۔آگے جھک کر اپنا کافی کا کپ اٹھایا جو ابھی ابھی ویٹر رکھ کر گیا تھا اور گھونٹ بھرتے بات بدلنا چاہی۔
"مرتضیٰ بھائی کیوں نہیں چل رہے؟"

لیکن رباب بھی اس کی آدھی ماں تھی،اس کی رگ رگ سے واقف۔"بچے تم اپنی بات کرو۔مرتضیٰ بھائی کو یہاں کوئی یاد نہیں کر رہا۔" دانت دکھاتے اپنا کپ اٹھایا اور ہاٹ چاکلیٹ کا سپ بھرا۔"باتیں ہو رہی ہیں ہونے والی منکوحہ سے؟"

"توبہ۔" رائج ہنس دیا۔"میں شریف مرد ہوں۔" چھوٹی انگلی میں پھنسی چاندی کی انگوٹھی کو مروڑا۔

رباب نے 'باہ' کی آواز کے ساتھ ہنسی دبائی۔-"سیدھا سیدھا کہو منہ نہیں لگایا ظبیہ نے۔"

رائج منہ کھولے اسے دیکھے گیا۔"آپ کو شک ہے مجھ پر؟فون دیکھ لیں میرا۔ایک کال نہیں کی اسے۔"

رباب کے چہرے کے تاثرات بدلے اور وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہوئی۔"واقعی؟اللہ،رائج آدم تم کتنے بونگے ہو۔کال کر دیا کرو اسے یار۔پتا تو رہے زندہ بھی ہو یا ٹپک گئے۔اب اتنی بھی کوئی سختی نہیں۔اچھا لگے گا اسے،کہ تم نے اسے یاد رکھا۔" وہ سمجھانے والے انداز میں اسے بتا رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رائج کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر سر ہلاتا سیٹ میں پیچھے ہوا اور ادا کے کندھے پر ٹھوڑی رکھی۔ "ویسے کی تھی میں نے ایک دو بار۔۔۔"

رباب چونک کر ہنس دی۔ "دیکھا! پتا تھا مجھے۔ بالکل سیدھے نہیں ہو تم!"

اس نے اپنے دفاع میں ہاتھ اٹھائے۔ "مزے نہیں کر رہا تھا۔ اماں کال نہیں اٹھاتیں۔ ظبیہ کا گھر ایک گھر چھوڑ کے ہے۔ بس، اماں سے بات کرنی ہوتی ہے فلائٹ سے پہلے۔"

"شیور، شیور۔" رباب نے آنکھیں گھمائیں۔

چند اور منٹ وہ لوگ ایسے ہی باتیں کرتے رہے۔ کبھی رباب اس کو چھیڑ دیتی تو کبھی وہ اس کی ٹانگ کھینچتا۔ پھر وہ دونوں ادا کی اسکول کے قصے سننے لگے۔ رائج نے تو ساتھ مل کر کسی پانچ سالہ فاطمہ کی خوب غیبت کی۔ توبہ، اس کا گناہ تو الگ ہی ہونا تھا۔ اس میں جب آدھے گھنٹے سے اوپر گزر گیا تو وہ لوگ علان کاروں کے الفاظ کا خاصِ خیال رکھتے کھڑے ہو گئے۔ رائج نے اس کا ہینڈ کیری اور باقی سامان اٹھایا تو رباب اش اش کرتی اس کا کندھا چومنے لگی۔ وہ ہنس کر اسے دور ہٹانے لگا۔

مرتضیٰ سے شادی کے بعد رباب آدم ملائیشیا سے UAE شفٹ ہو گئی تھی۔ شروع شروع میں یہ تبدیلی اس کے لیے مشکل تھی، حد سے بھی زیادہ، اور وہ پورا پورا دن رائج کے ساتھ فون پر چپکی رہتی۔ ان دنوں میں رائج ہی اس کا اموشنل سپورٹ تھا۔ وہ اموشنل سپورٹ جو دس منٹ کال سننے کے بعد فون دور رکھ کر اپنی پڑھائی میں مصروف ہو جاتا اور ہر تین منٹ بعد ایک **'اچھا؟'** اور **'نہ کریں'** بول کر اپنی جان چھڑوا لیتا۔

جس دن رباب کو یہ راز معلوم ہوا تھا اس دن کی دھلائی رائج آدم کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اس کی چھوٹی موئی بہن میں کتنی قوت تھی اس کا بہت قریب سے اندازہ ہوا تھا اسے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

آج وہ لوگ واپس ملائیشیا جا رہے تھے۔ ادا کی موسم سرمہ کی چھٹیاں شروع ہو گئی تھیں اور رباب تو رہتی ہی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔ اور بھی زیادہ جب سے اسے معلوم ہوا تھا اس کی غیر موجودگی میں ہی اکلوتے بھائی کی شادی کی تاریخ پکی کر دی گئی ہے۔ مرتضیٰ ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنی ایجنسی میں مصروف تھا۔ نہیں بھئی، جاسوس نہیں تھا کوئی۔ ایڈورٹایزنگ ایجنٹ تھا، غریب سا۔ سو اس نے بیوی اور بیٹی کی ٹکٹ کروا دی تھی۔ البتہ رباب کو زبان دی تھی کہ وہ بھی کام ختم کر کے جلد ادھر ہی ہو گا۔

زبان دینی پڑی تھی، ورنہ رباب کھینچ لیتی تھی۔

رائج ایک روز مرہ کی کمرشل فلائٹ سے دبئی آیا تھا۔ جب معلوم ہوا کہ بہن اور بھانجی بھی اس کی ہی فلائٹ کے مسافرین ہونے والے ہیں تو فون پر ہی رباب سے فلائٹ سے پہلے ایک کیفے میں ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ ویسے بھی فلائٹ کے دوران وہ ان سے نہیں مل سکتا تھا۔ پائلٹ اور مسافرین کے تو بورڈنگ گیٹ بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔

لیکن یہ فلائٹ اس کے لیے خاص تھی۔ صرف اس لیے نہیں کہ اس کی بہن اور بھانجی پہلی بار اسے بطور پائلٹ اتنا قریب سے دیکھنے والے تھے، نہ ہی اس لیے کہ یہ اس کے شادی کے بریک پر جانے سے پہلے آخری فلائٹ تھی، بلکہ اس لیے کہ آج رائج آدم کی زندگی میں ایک اور بہت خوبصورت بدل آنے والا تھا۔

آج کے دن رائج آدم فرسٹ آفیسر سے کیپٹن بننے والا تھا۔

ٹرمینل ہال سے رباب کا ہاتھ تھامے گزرتی ادا کی ہیزل آنکھیں جوش اور تجسس میں ٹمٹما رہیں تھیں۔ وہ ہر علان کان لگا کر سنتی اور نئی نئی سیکھی A-B-C سے اشتہار پڑھنے کی کوشش کرتی۔ البتہ اس کی ماں ہر جگہ سے تیزی سے اس کا ہاتھ کھینچتے نکل جاتی۔ کوئی جو ہیڈ لائن اس کی ماں اسے پوری پڑھنے دے۔ رائج ان دونوں کے پیچھے سوٹ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کیس کھینچتا چل رہا تھا۔ اس کا اپنا تو کوئی سامان نہیں تھا کیونکہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک دنوں کے حساب سے جانے کا عادی تھا، البتہ رباب اپنا آدھا گھر اٹھا لے آئی تھی۔

وہ لوگ ٹرمینل کے دروازوں کے پاس سے گزرے تو ادارک کر اندھیری رات میں دور کھڑے جہازوں کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

"Yang mana satu yang Abby terang?"

(ابی کون سا والا اڑاتے ہیں؟)

رباب نے مسکرا کر بیٹی کو دیکھا اور اس کے بال سہلائے۔ "ہمارا ابی سب اڑاتا ہے۔ وہ سب کر سکتا ہے۔"

رانج پیچھے کھڑا مسکرا دیا۔ "ناٹ ٹرو۔ مجھ سے کاغذ والے آج تک نہیں اڑتے۔"

اس کی بات پر ادا زور سے ہنس دی۔ "میں سکھا دوں گی! اٹس سو ایزی!"

ادا کی معصومیت پر رباب اور رانج دونوں نے ہی ہتھیار ڈال دیے۔ رانج اس کے قریب آیا اور سوٹ کیس کنارے چھوڑ کر گھٹنوں پر بیٹھا۔ ماتھے پر سے اس کے بال ہٹائے اور دونوں ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"اب مجھے جانا ہو گا، گڑیا۔" نرمی سے کہا۔

ادا اسے دیکھنے لگی، پھر ماں کو، پھر واپس اسے۔ "ظبیہ کے پاس؟"

رباب کی کوک تو اس کے گلے میں ہی پھنس گئی اور وہ اوندھے ہو کر ہنسنے لگی۔ رانج ہونٹ دبائے لال پڑنے لگا۔ توبہ، بچے بھی کیسے ہوتے ہیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"نہیں، بیٹے۔" بمشکل خود پر قابو پایا اور اس کا گال چھوا۔ "فلائٹ ابی نے اڑانی ہے۔ ہم ایئرپورٹ پر ملیں گے دوسری طرف۔"

"تو ظبیہ کے پاس نہیں؟" اس کی سوئی تو وہیں اٹکی تھی۔ رانج نے بہن کو دیکھا۔ بہن نے محظوظ سی مسکراہٹ کے ساتھ شانے اچکائے۔

"نہیں۔۔۔" اتنا مشکل کیوں تھا یہ کہنا؟ رانج اپنی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا، چقندر بن گیا ہو گا اس کا تو۔
"نہیں، ظبیہ کے پاس نہیں۔"

ادا نے سمجھ کر سر ہلایا۔ "پھر نانو کے گھر ملیں گے!"

رباب نے اس کا کندھا تھپکا۔ "اس سے پہلے ہی۔ چلو، اب ابی کو بائے بائے کہہ دو۔"

ادا نے اس سے گلے ملے اور رانج نے اس کی پیشانی چومی۔ پھر رباب اور ادا کو ان کے گیٹ کے قریب چھوڑ کر وہ واپس جانے کو مڑ گیا۔ دبئی ایئرپورٹ کے کونے کونے میں رش تھا، ہر جگہ لوگ ہی لوگ۔ رانج اب قدم کریو چیک پوائنٹ کی طرف بڑھائے ہوئے تھا، جہاں عام مسافرین کی طرح فلائٹ کریو کی بھی سیکیورٹی چیکنگ کی جاتی ہے۔

وہ راستے میں ہی تھا جب جیب میں رکھا اس کا فون وائبریٹ ہوا۔ اس نے ہاتھ ڈال کر کالے ڈبے جیسا فون تھاما اور اسکرین آن کی۔ نام پڑھتے ہی وہ مسکرا دیا۔ ظبیہ۔ شکر خدا کا رباب چلی گئی تھی ورنہ ایک منٹ نہ لگتا اسے رانج کی آنکھوں کی چمک پکڑنے میں۔

ملائیشیا سے آیا پیغام ایک سطر پر مشتمل تھا۔ انگریزی میں لکھے الفاظ پڑھتے رانج کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"You are coming back today, right?"

سادہ جملہ، لیکن رانج پتا نہیں کیوں مسکرانے لگا تھا۔ ظبیہ نے اسے میسج کیا تھا، اس کا مطلب اس نے اسے یاد کیا تھا۔ اور یاد کیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اس نے اس کے بارے میں سوچا بھی تھا۔ وہ بھی اس کے بارے میں سوچتی تھی۔ رانج کو خوشی ہوئی تھی۔

ایک ستون کے ساتھ رک کر اس نے انگوٹھے سے بٹن دبائے۔ انگریزی کے تین حروف۔

"Yes."

پھر رکا، زبان سے ہونٹ تر کیے، اور کچھ سوچ کر اگلا جملہ ترتیب دیا۔

"کچھ لے آؤں؟" اس بار مالائی میں لکھا۔

وہ ایک لمحے کے وقفے کے بعد فون بند کرنے ہی والا تھا جب فون کی اسکرین ایک بار پھر جگمگا اٹھی۔ اتنا جلدی جواب؟ رانج خوش گوار حیرت کا شکار ہوا۔

"کیا لائیں گے؟" سامنے سے سوال۔ رانج اس بار پوری طرح مسکرا دیا۔ بے دھیانی میں ناک کو چھوتے اس نے جواب سوچا، پھر واپس لکھنے لگا۔

"دیکھ کر فرمائش کرنا۔ پے چیک نہیں ملا ہے مجھے۔"

بھیج کر اسے لگا جواب فوراً ہی آجائے گا لیکن دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ رانج کو لگا اس نے کچھ غلط کہہ دیا تھا۔ وہ پریشان سا ہو کر معذرت کا پیغام سوچنے لگا جب اسکرین دوبارہ چمکی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آپ کی غربت کا خیال ہے مجھے۔ بے فکر رہیں کچھ نہیں مانگوں گی۔ کیپٹن رانج آدم خود ہی آجائیں تو پورا TTDI خوشی مناتا ہے۔"

TTDI کوالالمپور کا ایک کم درجہ متوسط علاقہ ہے جس کا پورا نام تمان تُن ڈاکٹر اسماعیل ہے۔ رانج ہنس دیا۔ وہ واقعی فون پر زیادہ بولتی تھی، سامنے دیکھ کر تو چھپتی چھپاتی رہتی تھی۔

"پورے TTDI میں ظبیہ یمین بھی شامل ہے؟"

"سب سے اول۔"

رانج نے نظر اٹھا کر اپنے آس پاس دیکھا۔ بتیاں، رش، لائوڈ اسپیکر سے آتی آوازیں، ادھر اُدھر دوڑتے بچے اور ان کے درمیان کھڑا وہ۔ اس نے رک کر ایک گہری سانس خارج کی اور فون واپس جیب میں ڈال دیا۔

چیک پوائنٹ تک جاتے اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ چمک رہی تھی۔ ادا کو بچپن سے اسی نے سکھایا تھا کہ جھوٹ بولنا گناہ ہوتا ہے، لیکن آج اس نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔ پہلی دفعہ۔

وہ ظبیہ کے پاس ہی جا رہا تھا۔

کیونکہ کہیں اور جانے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

☆☆☆

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مرحلہ نمبر ۰۲

در پرواز

(پرواز کے درمیان)

حال

جگہ: پیسنجر کیبن

12:47 AM

کیبن میں نیم پیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

یہ ٹیک آف کے چھ منٹ بعد کا وقت تھا، جب MH370 نے خلا میں قدم جمائے ہی تھے۔ پیسنجر کیبن میں مدھم سرگوشیاں، خاموش ہنسی اور بول چال کی آواز سنائی دے سکتی تھی۔ کچھ لوگ تو ائیر پورٹ چیکنگ اور

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بورڈنگ میں ہی اتنا تھک گئے تھے کہ جگہ ملتے ساتھ ہی آنکھیں موند لیں تھیں۔ کیونکہ رات ہو چکی تھی تو یہ کوئی غیر متوقع عمل بھی نہیں تھا۔ نیند تو سب کو آ رہی تھی۔

کیبن میں موجود روشنی اتنی تھی کہ آس پاس دیکھا جا سکتا تھا۔ کچھ لوگ گردن میں تکیے پھنسائے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائے با آواز بلند خراٹے لے رہے تھے تو کچھ ان سروس میل سے لطف اندوز ہو رہے رہے تھے۔ کچھ نے کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے رخ اپنے لیپ ٹاپ اور موبائل فونز کی جانب کیا تھ تو کچھ کو آپس میں دھیمی آوازوں میں بات چیت کرتے سنا جا سکتا تھا۔

ایسے میں ظبیہ خاموش نظروں سے چہرہ موڑے کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔ اس بلندی پر کوالالمپور کا شہر چند بے معنیٰ بتیوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس نے جہاز کے گرد پھیلے بادلوں کو دیکھتے اپنی زندگی کے بارے میں سوچا۔ جو ایک ہفتہ ہوا تھا اس کے بارے میں، جو آج ہوا تھا، اس کے بارے میں۔

پانچ سال بعد اس کا رائج آدم سے سامنا ہوا تھا۔ پانچ سال بعد اس نے اسے اپنے اتنا پاس محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بجھے وعدوں کی جھلک، اس کی زبان سے نکلتا ایک ایک لفظ جو ظبیہ کے لیے نیزے سے بھی زیادہ نوکیلا بنا تھا۔

اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ ظبیہ کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ اس کی برباد ہوئی زندگی بس اسی چیز سے قاصر رہ گئی تھی کہ اس کا عرصہ پرانا محبوب اس کے سامنے کھڑا کسی ہتھیار کی تلاش میں اس کے کپڑوں اور موزوں میں ہاتھ مارے۔

رائج کی آنکھوں میں کتنا شک تھا اس کے لیے، کتنی اجنبیت۔ اس کی زبان سے خود کا نام سننا بھی خود کو دھڑ سے جدا کر دینے جتنا تکلیف دہ تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسے کیسا لگا ہو گا مجھے دیکھ کر؟ کیا وہ بھی ایسا ہی کچھ سوچ رہا ہو گا؟

اپنے خیالات کی گردشی سمت کا اندازہ کرتے اس نے فوراً سے بھی پہلے سر جھٹکا۔ نہیں۔ بالکل نہیں۔ وہ نہیں سوچے گی اس شخص کے بارے میں۔ اس کے بارے میں تھا ہی کیا سوچنے جیسا؟ پانچ سال پہلے تک ظبیہ دھوکے میں تھی۔ اس کی آنکھیں وہ خود ہی تو کھول کر گیا تھا۔ اب وہ کیسے اس کے خوابوں میں دوبارہ آنکھیں موندنے کی غلطی کر سکتی تھی؟

اس نے چہرہ موڑتے اپنے ہاتھ میں قید کالے ہینڈ کیری کو دیکھا۔ یہ وہی بیگ تھا جسے رانج نے ظالمانہ طریقے سے چھانا تھا۔

وہ بے دھیانی میں بیگ کی زپ سرکانے لگی، انگلیاں سست روی سے کام کر رہی تھیں۔ نیم پیلی روشنی میں اس کی گندمی رنگت ٹمٹما رہی تھی، لیکن اس کی آنکھیں خالی تھیں۔ ایک دم سفاک۔

زپ کھلی تو سامنے اس کا سامان واضح ہوا۔ کپڑے، جوتے، برش، تھوڑا بہت بکھرا ہوا میک اپ۔ اس سب کو نظر انداز کر کے اس نے ہاتھ ایک موٹی کتاب کے جانب بڑھائے۔

بھوری نگاہیں آس پاس دوڑائیں پھر بہت احتیاط سے کتاب کو اوپر اٹھایا۔ کیبن کی سنہری روشنی میں اب اس کا نام پڑھا جا سکتا تھا۔

War and Peace by Leo Tolstoy.

پر ظبیہ اس سے کچھ خاص متاثر نہیں نظر آ رہی تھی۔ اس کی انگلیاں اب بھی حرکت کر رہیں تھیں۔ ان سے بھی زیادہ اس کی آنکھیں جو اپنے گرد گھوم رہیں تھیں۔ اس نے چند صفحات پلٹائے۔ پھر اور چند۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کتاب اس کی آنکھوں کے سامنے کھل رہی تھی۔چند اور صفحات اور اس کی سانس اٹک گئی۔وہ صفحہ بالکل اس کے سامنے تھا۔

صفحات کو کاٹ کر بہت ہی نفاست سے بیچ میں ایک خالی جگہ بنائی گئی تھی۔اس ہی جگہ میں ایک کالی چمکتی Sig Sauer دیکھی جاسکتی تھی۔

ظبیہ کی سانس ایک بار پھر تیز ہونے لگی۔اور اس نے جھٹکے سے کتاب بند کی۔

وہ اپنے ساتھ ایک گن لیے ہوئی تھی۔ایک ناجائز ہتھیار۔

میٹل ڈیٹیکٹر اسے اس لیے نہیں ڈھونڈ پایا تھا کیونکہ اسے ظبیہ نے موٹی ہارڈ کور کتاب کے اندر چھپایا تھا۔اور گارڈ بازی اس لیے ہار گیا تھا کیونکہ کالی جیکٹ والا مرد ہنگامہ شروع کر چکا تھا۔

اب وہ جلدی جلدی بیگ واپس بند کر رہی تھی۔ اس کا ارادہ کسی کو نقصان پہنچانے کا نہیں تھا۔اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا وہ یہ گن کیوں اٹھا لے آئی تھی،بس اتنا یاد تھا کہ وہ محفوظ محسوس کرنا چاہتی تھی۔اگر کوئی بھی اسے اس کی منزل میں روکتا اس کے خلاف کچھ رد عمل ظاہر کرنا چاہتی تھی۔لیکن اس سب میں وہ یہ خونی آلہ کبھی استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ایک غلطی وہ کر آئی تھی،دوسری کی گنجائش وہ خود کو کبھی نہیں دے گی۔

اس کے پیٹ میں درد کی ایک ٹیس اٹھی تو وہ بے اختیار اوندھی ہوئی۔اسے لگا اس کے پیچھے بھی کوئی اپنی سیٹ میں ہلا ہے لیکن اس نے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی۔

ہونٹ پیستے اس نے اپنی کراہ دبانی چاہیے۔اب یہ کیا ہو رہا تھا؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پولیس سے بھاگنا، ہتھیار چھپانا، محبوب سے ملنا، اس کی علاوہ اسے کوئی جان لیوا بیماری بھی ہونے والی تھی تو اس نے سوتے لوگوں کا خیال کیے بغیر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دینا تھا۔ مطلب، حد ہوتی ہے۔

"میم، آپ ٹھیک ہیں؟" اس کی پاس سے گزرتی فلائٹ اٹینڈنٹ نے جھک کر نرمی سے سوال کیا۔ ظبیہ نے سر ہاں میں ہلایا۔

"واش روم کس طرف ہے؟"

اٹینڈنٹ نے آگے کی طرف اشارہ کیا تو ظبیہ سیٹ بیلٹ کھولتے گھبرائی ہوئی سی کھڑی ہو گئی۔

اس کے پیچھے چند سیٹ چھوڑ کر بیٹھا اکائر اسے دور جاتا دیکھتا رہا، چہرے پر فکر تھی۔ اٹینڈنٹ اس کی طرف آئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکا پھر اپنی جھجھک پر قابو پاتے سوال کیا۔

"Is the woman alright?"

اٹینڈنٹ گڑبڑا کے اسے دیکھنے لگی پھر ہلکا سا مسکراتے سر ہلایا۔ "جی، سر۔ آپ ان کے ساتھ ہیں؟"

اکائر نے ایک لمحہ کچھ سوچا پھر مسکرا دیا۔ "ایسا ہی سمجھ لیں۔"

ساتھ ہی اس کے گال پر ایک ٹھوکر لگی۔ وہ چونک کر دوسری طرف مڑا تو اس کے برابر بیٹھی عورت اپنے گود میں لیٹے بچے کی اس حرکت پر لال پڑ رہی تھی۔ بچہ چند مہینوں کا تھا اور منہ میں انگوٹھا ڈالے ٹانگیں آگے پیچھے مار رہا تھا۔ اسی میں ایک کِک اکائر نے بھی کھائی تھی۔ وہ دل کھول کر مسکرا دیا اور بچے کا گال سہلانے لگا۔ اس کی ماں شرمندہ سا مسکرا دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"معاف کیجیئے گا۔ یہ پلین میں آکر پریشان ہو گیا ہے اسی لیے اسے نیند نہیں آرہی۔" وہ بتانے لگی۔ اکائر نے سر ہلایا اور اور بچے کے گول مٹول پیر چومے۔

"نام کیا ہے اس کا؟" جب وہ مسکراتا تھا تو اس کی سیاہ سرمئی آنکھیں مکمل طرح غائب ہو جاتی تھیں۔

عورت اس کا نام بتانے لگی۔

نام کیا تھا؟ کوئی نہیں جانتا۔

MH370 سے بھی بھلا کون بچ کر آیا تھا؟

جگہ:لیوٹری

12:54 AM

وہ بیسن کے پاس اوندھی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کی ٹھوڑی سے پانی کے قطرے ٹپک کر ضائع ہو رہے تھے۔ سر پر پہنا دوپٹہ اس نے گلے میں ڈال لیا تھا اور اب اس کے کالے بال صاف واضح تھے۔ ایک دو گھنگریالی لٹیں اس کی تیوریوں پر چپک رہی تھیں۔

اس نے سانس خارج کرتے اپنی ہتھیلیاں نلکے کے نیچے کیں۔ بہت سارا پانی اس کی ہاتھوں میں جمع ہو گیا تو سر گراتے اس نے اپنے چہرے پر ایک اور چھینٹا پھینکا۔

پیٹ کا درد زائل ہو گیا تھا لیکن ظبیہ اچھا محسوس تو بالکل نہیں کر رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کوئی اس کا بیگ چیر کر وہ بندوق بر آمد کر لے گا، پھر اس کی سنے بغیر اسے چلتے جہاز سے دھکا دے دیا جائے گا۔ یا پھر رانج ہی پولیس کو بتا دے گا کہ وہ چین جا رہی تھی اور اسے وہاں کے ائیر پورٹ پر ہتھکڑی لگائی جائے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ ایک منٹ رکی۔ رانج ایسا کیوں کرے گا؟ اسے تو پتا بھی نہیں تھا کہ وہ پولیس سے بھاگتی پھر رہی ہے۔ ظبیہ نے ابرو چڑھائے۔ اس کی کہانیوں میں پلاٹ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ افسوس۔ لیکن پھر فوراً سیدھی ہوئی۔ نہیں۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ وہ کسی اندیشے کی بنا پر خود کو سکون کی گولی بالکل نہیں کھانے دے گی۔

نل بند کر کے وہ ٹشو سے ہاتھ پونچھتی باہر آئی تو راہداری ہلکی نیلی روشنی سے منور تھی۔ پلین کی گڑگڑاہٹ مستقل تھی، ارش میں پھیلا گھپ اندھیرا بھی۔

وہ اپنا بیگ کھولے کریم ڈھونڈنے لگی۔ عبائے کی آستینیں اوپر چڑھی ہوئی تھیں اور اس کی کلائیاں اور بازو کے پہلے حصے کھلے تھے۔ بھوری جلد پر جگہ جگہ نشانات عیاں تھے۔ لال، جامنی اور کچھ تو سوکھ کر پیلے ہو گئے تھے۔ چوٹیں، خراش، جلی ہوئی جلد۔

کسی احساس کے تہت ظبیہ نے آنکھیں اوپر اٹھائیں تو سامنے سے وہ گزر کر آ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں کچھ پکڑا ہوا تھا جو ظبیہ سے آنکھیں ملتے ہی اپنے پیچھے چھپا لیا۔ ظبیہ کو لگا اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ اس کی گرفت بیگ پر مضبوط ہوئی، دانت ضبط میں پیسے۔ اب وہ شخص اس کی برداشت سے اوپر ہو گیا تھا۔

وہ ایک جھٹکے کے ساتھ مڑی اور رانج کو دیکھا جو اب تک ہکا بکا سا کھڑا اسے تک رہا تھا۔ شاید وہ بھی یہ راہداری پار کر کے اندر کی جانب جانا چاہتا تھا۔ ٹوبیڈ، اب یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ ظبیہ یمین پھٹ پڑی تھی۔

"مسلہ کیا ہے تمھارے ساتھ، ہوں؟ کیوں آ رہے ہو میرے سامنے بار بار؟ کیوں آ گئے ہو تم پانچ سال بعد؟ چین نہیں آیا تھا تمھیں میرے ساتھ وہ سب کر کے کہ واپس آ گئے ہو؟ شرم نہیں ہے تم میں؟ پہلے میرا ائیر پورٹ پر اتنا مذاق بنایا، مجھے ذلیل کیا، میرا سامان کھول کر رکھ دیا اور اب دوبارہ میرے سر پر نازل ہو گئے ہو!" اس کی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سانس ناہموار ہو رہی تھی اور آواز تیز۔ "تم اتنے کم ظرف، اتنے خود پرست ہو گے اس کا اندازہ بھی نہیں تھا مجھے۔ شیم آن یو، رائج آدم!"

وہ اسے دیکھتا رہا، چہرے پر ایک تاثر نہیں تھا۔ اس نے ہلکا سا ہاتھ اوپر کرتے انگلی سے اس کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

"تمھاری ناک سے خون بہہ رہا ہے۔"

ظبیہ نے چونک کر انگلیوں کی پوریں ناک کے گرد لگائیں۔ لال۔ خون واقعی بہہ رہا تھا۔ وہ تیزی سے پلٹ کر بیسن پر جھک گئی اور نل کھولا۔

رائج آہستہ سے چل کر اس کے پیچھے آیا اور رول میں سے ٹشو پھاڑنے لگا۔ شیشے میں وہ اس کے عکس کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ سیدھی ہوئی تو اس نے ٹشو کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔

ظبیہ نے ایک لمحہ اسے گھور کر دیکھا اور اس کے پورے وجود کو نظر انداز کرتے آگے بڑھ کر خود ٹشو پھاڑنے لگی۔ وہ ٹشو ناک کے ساتھ جوڑ کر سانس اندر کھینچنے لگی تو وہ ایک قدم آگے آیا۔ اب وہ اس کے اتنا قریب تھا کہ ظبیہ کا سارا جسم شل پڑ رہا تھا۔

اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھتے، رائج نے دھیرے سے ہاتھ اوپر اٹھاتے اس کی ناک پر رکھا ٹشو دور ہٹایا۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ناک سے خون بہنے کی صورت میں سانس اندر کھینچنا مزید خطرناک ہو سکتا ہے۔اس سے خون nasal tract اور حلق میں پھنس سکتا ہے۔" وہ اتنی خاموشی سے بول رہا تھا کہ ظبیہ کے گردن کے بال تک کھڑے ہو گئے تھے۔ اب وہ دوسرا ٹشو، وہی ٹشو جو اس نے پہلے اس کے لیے نکالا تھا، اس کی ناک کے گرد دبانے لگا۔

"اسے پکڑو۔اور آرام سے دباؤ۔خون اندر نہیں، باہر آنا چاہیے۔"

وہ دور ہٹا تو اس کو سانس آئی۔اس نے ٹشو ویسے ہی پکڑا ہوا تھا جیسے اس نے کہا تھا۔اتنا بھروسہ تو کر ہی سکتی تھی۔غلط تریقے سے ٹشو پکڑنے سے کب کس کی موت ہوئی تھی؟ وہ اس سے چہرہ موڑتے بیسن کی طرف گھوم گئی۔ رائج ایسے ہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

اس نے جھلاہٹ کا شکار ہو کر طنز کیا۔"یہ پلین آٹو پائلٹ پر ہے؟" پانچ سال میں کیا پہلا استفسار۔

وہ سر جھٹک کر ہنس دیا۔ظبیہ کا دل ایک دم بے قابو ہوا۔

"نہیں۔کاکپٹ میں دو پائلٹ ہوتے ہیں۔"

اس نے تھوڑا سا ترچھا ہو کر اسے دیکھا۔"فی الحال تو ایک ہی ہو گا۔"

رائج مسکرا کر سر ہلانے لگا۔وہ بھی چہرہ پھیر کر شیشے میں دیکھنے لگی۔وہ جا کیوں نہیں رہا تھا؟ اس سے بھی بڑھ کر، وہ اسے جانے کیوں نہیں دینا چاہتی تھی؟

ٹشو بدلنے کے لیے اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو رائج کی ہیزل آنکھیں اس کے بازو پر جا رکیں۔ وہ اس کی نظر کے ارتکاز سے غافل رہی۔ظبیہ کچھ کہنے کو مڑی ہی تھی کہ اس کی آواز نے اسے کاٹا۔ ٹھنڈی، خاموش آواز۔

"وہ تمھیں مارتا ہے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ کی سانس، حتیٰ کہ اس کا دل بھی بند ہو گیا۔

استفسار نہیں کیا گیا تھا، بلکہ وہ تو اعلان تھا جو اس کے منہ پر تماچے سے بھی زیادہ قوت سے لگا تھا۔ اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں اور وہ لب کھولتے پیچھے گھومی۔

وہ اپنی صفائی بیان کرتی یا رابح کو دھتکار دیتی کہ اس کا اس کے ذاتی معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا، مگر سامنے کھڑے شخص کے اگلے الفاظ نے اسے وہیں روک دیا۔

"مارتا ہے، ہے ناں؟ اکیلی کیوں آئی ہو؟ کہاں ہے وہ؟ بیجنگ کیوں جا رہی ہو؟ کیا کرو گی وہاں؟ ابا کیسے ہیں تمھارے؟ کہاں رہتی ہو اب؟ پڑھائی جاری رکھی تھی؟ شادی کر کے خوش ہو؟ بچے۔۔۔"

"رابح!" اس کی آنکھوں میں پانی اتر رہا تھا۔ گرم، تازہ پانی۔ وہ بدحواس سی اسے دیکھے گئی، ہونٹ خشک تھے اور آنکھیں نم۔

وہ رک گیا، اس کی ہیزل آنکھیں کھل کر بند ہوئیں۔ ایک بار۔ دو بار۔ لب جدا ہوئے لیکن کوئی آواز باہر نہیں آئی۔ اسے بھی سانس نہیں آ رہی تھی۔

"چپ ہو جاؤ!" ظبیہ نے آستین سے آنسو رگڑتے منت کی۔ "اللہ کے واسطے، چپ ہو جاؤ۔"

سامنے کھڑے مرد کی آنکھیں لال پڑ رہی تھیں۔ ضبط سے، کرب سے۔ "تم۔۔۔ تمھیں نرس کے پاس جانا چاہیے۔" اس نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔ "چلو، میں لے چلتا۔۔۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ نے تیزی سے اس سے اپنا بازو دور کیا۔ اس حرکت میں اس کی کمر پیچھے بیسن سے ٹکرائی۔ درد کی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں اوپر سے نیچے تک دوڑ گئی، لیکن وہ درد اس تکلیف کے مقابلے بے معنیٰ تھا جو اس کے دل میں اٹھ رہی تھی۔

"دور ہٹو!" وہ غرائی۔ "میرے اندر گرم سلاخیں نصب ہوں یا میرے کانوں سے سیسا بہے، اللہ مجھے تمھارا محتاج کبھی نہ بنائے۔"

رانج کی آنکھیں اس کے چہرے کی پور پور کو چھو گئیں۔ اس کی پیشانی کی وسعت سے لے کر آنکھوں کی بھوری چمک تک، اس کے گالوں کے نرم خم سے لے کر ہونٹوں کی نامعلوم سوجن تک۔

تین سے چار دفعہ آنکھیں جھپکتے، گلے میں بنتی گلٹی کو وہ پی گیا۔ سامنے کھڑی لڑکی سے نظریں ملاتے اس کے لب ایک معصوم مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"میری بھی یہی دعا ہے۔"

ایک حتمی دیرپاہ نگاہ سیاہ عبائے میں کھڑی لڑکی کے اوپر ٹھہرا کر وہ وہاں سے چل دیا۔ ظبیہ اسی راہداری میں کھڑی اسے دور جاتا دیکھتی رہی۔

کتنی بار اس نے ایسے ہی اسے خود سے دور بھیجا تھا؟ اس میں سے کتنی بار اس نے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا تھا، اور کتنی بار وہ وعدہ مکمل کیا تھا؟

وہ سب بھول چکی تھی۔ وہ سب بھول جانا چاہتی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اب نہ وعدے تھے نہ وعدوں کو رکھنے کے دل۔ وہ دونوں زندگی کی سرخ ڈور میں لپٹے دو مسافر تھے، جن کا سفر تو ایک ہو سکتا تھا لیکن منزل نہیں۔

MH370 کی نیلی روشنی میں کھڑی ظبیہ یمین مٹ رہی تھی۔ اس کی جگہ ایک اور منظر لے رہا تھا، ایک اور گھڑی، ایک اور زمانہ۔

اور اسی طرح ہم واپس آ گئے ہیں پانچ سال پہلے۔

۱۰ نومبر، ۲۰۰۹

(دبئی سے ملائیشیا کی فلائٹ سے آٹھ دن پہلے۔)

کوالالمپور میں شام کا وقت ہو رہا تھا۔

نومبر کی شروعات تھی لیکن ایشیاء کے کسی دیگرے ملک کی طرح ملائیشیا کے لیے یہ موسم گرما کا انت اور نئے سال کی سردیوں کی آمد ہر گز نہ تھی۔ یہاں کی آب و ہوا تو بارہ مہینے نم اور پر شہوت رہنے کی قائل تھی، اور اس کے زیر اثر بستے لوگ بھی اسی زندگی کے عادی بن چکے تھے۔ کوالالمپور کے چھ مہینے مونسون کا حق تھے، باقی چھ خزا کے اور کل بارہ گرمیوں کے نام۔ یہی تو تھے ایک ٹروپیکل کنٹری میں رہنے کے فوائد، اور بشیشتائی حد تک قباحت بھی۔

اس گھڑی تمان تُن ڈاکٹر اسماعیل کا علاقہ نووارد تازگی کے ساتھ زندہ تھا۔ چمچماتے سورج کی تپش میں آس پاس کے بنگلے سنہری روشنی میں نہا رہے تھے۔ گلی کے کنارے پر ایک گھنا تن آور رین ٹری کا درخت بھی در سا جا سکتا تھا، جس کی شاخوں کے ساتھ جڑے پھول ہلکے گلابی رنگے تھے اور باوسعت چھاوں تلے صرف سرور ہی سرور میسر تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گھروں میں سے ایک کی جانب نظر اٹھاؤ تو وہ ایک یک منزلہ بنگلو تھا جس کی دیواریں زرد رنگ سے لیپی گئی تھیں۔ عقبی دروازے کے باہر سفید پگڈنڈی سے جڑی ایک خوبصورت کیاری واقع تھی، جہاں یاسمین کے پھول جنم لے رہے تھے۔ گھر کی کھڑکیاں پرانی لکڑی کی تھیں اور سفید پردے شیشوں کے پار اندر جھوم رہے تھے۔

اس ہی بنگلے کی چھت پر کھڑے رائج نے آنکھیں سکیڑ کر آس پاس نظر دوڑائی۔

سنہری دھوپ اس کی ہیزل آنکھوں میں گر کر انھیں پہلے سی بھی زیادہ پرکشش نمایاں کر رہی تھی۔ اس نے ہلکا بھورا باجو کرتا پہنا ہوا تھا، **(باجو کرتا ایک سنگھاسی مالائی لباس ہے جس کی لمبائی گھٹنوں سے ذرا اوپر تک ہوتی ہے)** ساتھ سفید ٹراؤزر اور پیروں میں بھوری چمڑے کی چپل۔ ہاتھ جیبوں میں تھے اور نگاہیں لوہے کے زنگ آلود دروازوں سے لے کر نیچے گلی میں دوڑتے بچوں کے درمیان پنگ پونگ کھیل رہی تھیں۔

چند اور ثانیے گزرے تو وہ بے چین سا ہو کر پیر تھپتھپانے لگا۔

وہ کہاں رہ گئی تھی؟ اللہ خیر کرے، خاندان کی کسی آنٹی نے اگر اسے روک لیا تھا تو رائج کو نئے دشمن مل گئے تھے۔ ایک تو یہ آنٹیاں۔ کیسے بھاگے آدمی ان سے؟

جب وہ اپنی ہٹ لسٹ میں تین آنٹیوں کے نام ڈال چکا تھا تب اسے دروازے کے کھلنے کی آواز آئی۔ وہ سیدھا ہو کر چھت پر ہونے کا بہانہ سوچنے ہی لگا تھا **(گرمی لگ رہی تھی، کپڑے سکھا رہا تھا، دماغ خراب ہو گیا تھا)** کہ اس کی نظر ہاتھوں میں ٹرے سجائے، مدھم ارغوانی رنگ کے جوڑے میں ملبوس ظبیہ پر پڑی۔ اس کی سیاہ، گھنگریالی لٹیں کمر سے نیچے جھول رہی تھیں اور ہم رنگ جالی دار ڈوپٹہ کندھوں پر پھیلا تھا۔ کان میں چاندی کے چمکتے موٹے ٹاپس تھے اور ہونٹوں پر مدھم کورل پنک لپ اسٹک اپنا طلسم دکھا رہی تھی۔

رائج مسکرا دیا۔ اس کے کان میں پرویا موتی اجاگر ہوا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کہاں رہ گئی تھی؟" اس نے ٹرے لیتے چبوترے پر رکھی۔

اس کے کندھوں تک آتی لڑکی نے اپنا دوپٹہ پیچھے کیا۔ "گرین ٹی بننے میں وقت لگتا ہے، صاحب۔ اوپر سے زرین کاک۔۔۔" **(کاک مالائی میں بہن کو کہتے ہیں۔)** زرین رانج کی خالہ زاد بہن تھی۔ کیونکہ رباب ان دنوں دبئی میں تھی تو اماں زرین اور رانج کی خالہ کے ساتھ آئی تھیں۔

بھورے باجو کرتے میں مرد نے ابرو اچکائی۔ "کچھ کہہ رہی تھیں؟"

ظبیہ کے چہرے پر ہلکی سی گلابی بکھری۔ "بس۔۔۔" آنکھوں کے سامنے سے بال ہٹائے اور نظریں چرانا بہتر سمجھا۔ "تنگ کر رہی تھیں۔"

رانج اس کا چہرہ دیکھتے تھوڑا سا ہنس دیا۔ "تم تنگ بھی ہوتی ہو؟" اپنا کپ اٹھاتے ایک گھونٹ بھرا۔ اس کی میزبان نے اسے گھوری بھری تو وہ محظوظ سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں پھیر گیا۔

"ہمیں نیچے ہونا چاہیے۔ شادی کی تاریخ رکھی جا رہی ہے۔" ظبیہ نے دروازے کی طرف دیکھتے بات دہرائی۔ اُف، زرین تک تو ٹھیک تھا لیکن اگر کوئی اور انھیں دیکھ لیتا تو مسلہ ہونا تھا۔

"مجھ سے پوچھ لو۔ اس میں نیچے جا کر کیوں بور ہونا؟" اس نے دیوار سے ٹیک لگاتے کہا۔ "تیئس دسمبر سوچی تھی اماں نے لیکن ابھی آپا نے میرا کندھا بھگونا ہے اپنے آنسوؤں سے، کہ میں کتنا برا ہوں اور کیسے ہم انھیں بھول گئے ہیں۔ تو اماں نے ترس کھا کے پچیس کر دی۔"

وہ بے اختیار ہنس دی۔ "صرف دو دن کا ترس؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج نے ڈرامائی انداز میں آنکھیں بڑی کیں۔ "تو؟ میں بڈھا ہو جاؤں انھیں مناتے مناتے؟" ٹی بیگ ڈبو کر اس نے چائے کا ایک اور سپ بھرا۔

وہ مسکرا دی، اور مسکرا کر ایسے ہی اسے دیکھتی رہی۔ کچھ لمحات کی دیر میں اس کے چہرے پر ایک الگ تاثر تھا۔ گہرا، پُر فکر اور مغموم۔

"میں بھی کیسی بدنصیب ہوں ناں، رانج؟ شادی کی تاریخ کے لیے نہ ماں ہے نہ باپ۔ نیچے خالہ میری طرف سے بات کر رہی ہیں۔"

وہ گردن موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر آہستہ سے آدھی پی ہوئی گرین ٹی کا کپ واپس ٹرے میں رکھا۔

"اس میں بدنصیبی کی کوئی بات نہیں ہے، ظبیہ۔ تمھاری اماں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اللہ انھیں جنت عطا فرمائے۔ اور تمھارے ابا۔۔۔ ہاں وہ مسلہ ہیں۔ لیکن اگر وہ اتنی پیاری بیٹی کی قدر نہیں کرتے تو اس میں صرف اور صرف ان کا قصور ہے۔"

"وہ قدر کرتے ہیں۔۔۔" اس نے ان کے درمیان اینٹوں کے فرش کو دیکھتے بولا۔ اس کا منظر دھندلا رہا تھا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا۔ "پیسے کی قدر کرتے تو ہیں وہ۔ اسی لیے تو رشتہ دیکھا تھا میرے لیے اس پچاس سالہ امیر تاجر کا۔"

رانج کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ "اس کی بات کیوں کر رہی ہو؟" اب کہ اس کا طرز سرد تھا۔

ارغوانی رنگ کے جوڑے میں کھڑی لڑکی نے انگوٹھے کی پشت سے گال صاف کیا۔ "کیونکہ وہ دن رات اب بھی اس کی بات کرتے ہیں۔ وہ اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔ وہ اب بھی چاہتے ہیں میں اس سے شادی کروں۔ اسی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لیے وہ آج بھی جان بوجھ کر گھر نہیں آئے۔ انھیں پتا تھا تم تاریخ لاؤ گے۔ وہ انتظار میں ہیں کہ تم مجھے چھوڑ دو، رانج۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم سے ایک بھول ہو اور وہ مجھے کہیں دور کھینچ لے جائیں۔"

"میں تمھیں نہیں چھوڑ رہا، ظبیہ۔ چھوڑنے کے لیے تو نہیں لایا ناں اپنی ماں کو تمھارے گھر؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ بھنوؤں کے درمیان ناراضی سے لکیر واضح تھی۔

"رانج، میں بس۔۔۔"

"ظبیہ۔" وہ پوری طرح سے اس کی جانب گھوما۔ سرما کی دھوپ اس کے بالوں سے ٹکرا کر انھیں ایک خوبصورت سنہرا رنگ بخش رہی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میں پسند کرتا ہوں تمھیں۔ لیکن ایسے میں اگر تم بار بار مجھے یہ یاد کروائو گی کہ کیا غلط ہو سکتا ہے اور کیا چھن سکتا ہے، تو میں یہ شادی خالی محبت سے نہیں کر پاؤں گا۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے نظر اپنے گرد دوڑائی۔ بھوری آنکھیں اسے تکتی رہیں۔

"مجھ پر بھروسہ رکھو۔" وہ ایک قدم آگے آیا، سورج کی کرنیں اس کی پشت سے ٹکرا کر اپنی سمت موڑ گئیں۔ "میں یہ شادی خلوص اور محبت سے کرنا چاہتا ہوں، کسی ڈر میں آ کر نہیں۔" ہیزل آنکھوں میں نرمی تھی، راستی تھی۔

ظبیہ نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔ "آئی ایم سوری۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اب سوری کہنے کو کس کمبخت نے کہا ہے؟" اس نے گرین ٹی کا آخری گھونٹ چھانتے منہ بنایا پھر کپ دور رکھ کر واپس اس کی طرف پلٹا۔

"ایک ہفتہ اور رک جاؤ۔ صرف آٹھ دن۔ مجھے یہ آخری فلائٹ لینے دو۔ تمھیں پتا ہے ناں یہ میرے لیے خاص ہے؟"

ظبیہ آہستہ سے مسکرادی اور پھر اثبات میں سر جھکایا۔ "کوئی کیپٹن بننے والا ہے۔ چھ سال کی محنت کے بعد۔"

اس کی مسکان بھی گہری ہوئی۔ "کوئی نہیں، میں۔ رائج آدم۔ میں کیپٹن بننے والا ہوں۔ اور یہ تمھاری وجہ سے ہے۔"

"میری وجہ سے؟" اسے تعجب ہوا۔

اب وہ اپنے کپ میں پڑے ٹی بیگ کو اٹھائے اس کی ڈور توڑ رہا تھا۔ ظبیہ الجھی ہوئی سی اس کی کاروائی کی نگہبان بنی رہی۔ جب سفید دھاگہ ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا تو اس نے ظبیہ کو دیکھتے بہت آرام سے اس کا ہاتھ تھاما۔

اس کے لب جدا ہوئے ہی تھے جب اس نے غور کیا کہ وہ دھاگہ اس کی چوتھی انگلی کے گرد لپیٹ رہا تھا۔

"تمھاری وجہ سے۔ تم میری کامیابیوں کا انعام ہو۔ میری زندگی کی ہر خوشی کہیں نہ کہیں جا کر تم سے جڑتی ہے، ظبیہ۔ اب میں راستہ بھی نہیں ڈھونڈتا۔ مجھے پتا ہے میرا آخر تم ہو۔"

اس کے گلے میں آنسو پھندا باندھ رہے تھے لیکن وہ بے زبان اسے دیکھے گئی۔

دھاگہ دوبار اور گھما کر رائج نے اس کی انگلی کے گرد چھوٹی سی گانٹھ باندھی، اور پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا جو ہنسنے اور رونے کے درمیان کہیں اٹکی ہوئی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ابھی اس پر گزارا کر لو۔ پچیس کو اصلی والی پہنا دوں گا۔ پکا پرامس۔"

ظبیہ نم آنکھوں سے مسکرا دی اور اپنی انگلی کے گرد بندھے سفید دھاگے کو جانچنے لگی۔ وہ پیچھے ٹیک لگا کر اسے دیکھتا رہا۔

یونہی شام ڈھل کر رات میں تبدیل ہو گئی اور چھت پر کھڑے دو نفوس بھی وقت کی اندھیری میں گھم سے گئے۔ ماضی بیت چکا تھا۔ کون گواہ تھا ان وعدوں کا جو کیے گئے تھے، ان آنسوئوں کا جو بہائے گئے تھے؟

وقت، شاید۔ لیکن وہ گزر چکا تھا۔

کوالالمپور کے کسی گھر میں رکھی ریت گھڑی میں ہم وقت کٹتا دیکھتے ہیں۔ مٹی کے کتھئی دانے تشابی سے یک بعد دیگرے جھڑتے جاتے ہیں۔ پہلے منٹ گھنٹوں میں بدلتے ہیں اور پھر گھنٹے دنوں کی وسعت اختیار کر لیتے ہیں۔

پانچ سال پہلے اور کیا ہوا تھا؟ کہاں ہماری کہانی نے ٹھوکر کھائی تھی؟

جاننے کا وقت آ چکا تھا۔

زمانے کے باب ایک ہزار، اور ہم ایک بار پھر دستک دیتے ہیں **اٹھارہ نومبر دو ہزار نو** کے در پر۔

متحدہ عرب امارت سے ملائیشیا جاتا ہمارا طیارہ دبئی کی فضاء سے نکل چکا ہے۔ وقت ہے رات کے **دس بج کر اکیس منٹ** کا اور کردار ہیں دو۔ کیپٹن حلیزہ امانی اور ساتھ کو پائلٹ رائج آدم۔

کاکپٹ میں معمول کی حل چل تھی۔ بائیں جانب کی کرسی پر بیٹھی حلیزہ کے ہاتھ کنٹرول یوک yoke پر تھے اور آنکھیں آلاتی پینل کی انگنت جگمگاتی بتیوں پر۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا حجاب اوڑھ رکھا تھا اور رنگت گلابی سپید

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھی۔ عمر تیس سے چالیس کے درمیان، اور اس کا پیشہ ورانہ علم اور تجربہ اس کے ثابت قدم رویے سے ظاہر تھا۔ حلیزہ امانی ملائیشیا ایئرلائنز کا ستارہ تھی۔

اس کے دائیں ہاتھ والی کرسی سنبھالے فرسٹ آفیسر رانج تھا۔ کانوں پر ہیڈ فون تھے اور ہیزل آنکھیں تفتیشی طرز سے کنٹرول سیٹنگز کو چھیڑ رہی تھیں۔ کالے دستانوں میں قید لمبی انگلیاں کی بورڈ پر بٹن دبا رہی تھیں۔

فلائٹ پلان کا ڈیٹا ڈال کر اس نے حلیزہ کو دیکھتے گردن اثبات میں ہلائی۔

نیلے حجاب والی کیپٹن نے اپنے ہیڈ فون میں چابی بھرتے مائک ہونٹوں کے قریب کیا۔

"New Delhi Control, this is Malaysian 405, maintaining FL350 on route to Kuala Lumpur."

رانج نے گردن ترچھی کرتے اپنے کنارے کی کھڑکی سے نیچے دیکھا۔ اس کے نیچے انڈیا کی سرزمین روشنیوں میں نہا رہی تھی۔ بادلوں کے اوپر سے دنیا دیکھنے کا بھی الگ ہی خمار تھا، اور رانج پوری طرح سے اس میں ڈوب چکا تھا۔ اسے بلندیوں سے عشق ہو گیا تھا، ہوتا جا رہا تھا۔ اچانک ظبیہ کا چہرہ اس کے ذہن میں ابھرا تو وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

وہ اس سے چار گھنٹے، دو ممالک اور تین بول کی دوری پر تھی۔ کاش، وقت کو پر لگ جائیں۔

"اور، اب تو دلہا بننے والے ہو، اور کیپٹن بھی۔ زیادہ خوشی کس کی ہے؟" حلیزہ نے مسکراتے ہوئے اس پر ایک نظر ڈالی تو وہ پہلے تو ذرا چونکا پھر خاموش سا مسکرا دیا۔

"کیپٹن بننے سے زیادہ پیسے آنے ہیں اور دلہا بننے سے جانے ہیں۔ آئی تھنک آپ کو میرا جواب مل گیا ہو گا۔" ایک ہاتھ سے تھروٹل throttle کو تھوڑا آگے کیا۔ طیارے نے خفیف سی تیزی پکڑی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

حلیزہ ہنس دی۔ "ٹرو دیٹ۔ لیکن خوشیوں کو پیسوں میں نہیں، یادوں اور احساسات میں تولتے ہیں۔ ویسے بھی رزق ہمیشہ عورت لاتی ہے۔ انشاءاللہ زوبیا سے شادی اچھی ثابت ہو گی۔"

"انشاءاللہ۔ اٹس ظبیہ بائی دی وے۔" اس نے اصلاح کی۔

"With an a."

حلیزہ نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ "اوکے اوکے، ظبیہ وداین اے۔" پھر یوک کے کنارے پر بنے ٹرم کنٹرول (trim control) کو تھوڑا سا گھمایا۔ جہاز اب پائیدار حالت میں رواں تھا۔

رائج فلائٹ پلان پڑھتے اسے موجودہ رخ پر تصدیق دے رہا تھا۔ چند منٹ ایسے ہی کٹ گئے۔ انڈیا دور ہو رہا تھا اور رات گہری۔

اس نے رباب اور ادا کے بارے میں سوچا جو پیچھے مسافرین کے کیبن میں بیٹھی ہوں گی۔ انھیں کیسا لگ رہا ہو گا اس کے ساتھ پہلی مرتبہ سفر کر کے؟ ادا تو ابی کا پوچھ پوچھ کر رباب کا کان کھا گئی ہو گی۔ اور اس کی بہن اپنی واحد خوشی، یعنی ان سروس میل، کے انتظار میں دوچار ہو رہی ہو گی۔ وہ سوچ کر ہی مسکرا دیا۔

گھر پہنچ کر اسے کتنے کام کرنے تھے۔ چھٹی تو صرف ایئر لائن سے تھی، لیکن اپنے گھر والوں کا چھوٹو تو وہ آپ تھا۔ حد ہے۔ کیٹرر سے بات، ٹینٹ کا خرچہ، دعوت نامے، ظبیہ کی شاپنگ، اس کی خود کی شاپنگ کیونکہ اب شادی تو اس منحوس نیلی وردی میں نہیں کرنی تھی ناں۔ اور کیا رہ گیا۔۔۔؟

"رائج!" حلیزہ کی آواز ناگاہ بلند ہوئی۔

وہ چہرہ موڑتے اس کی جانب پلٹا، آنکھیں بڑی ہوئیں۔ "کیا ہوا؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

حلیزہ نے آنکھوں میں وحشت کے ہمراہ انگلی فیول گیج fuel gauge کی سمت دکھائی جہاں بنی گھڑی کا ڈائل تیز لال بھڑک رہا تھا اور ساتھ لگی سوئی اس کی نشاندھی کر رہی تھی۔ ہوا میں تحلیل طیارے کا فیول احتیاج سے پہلے ختم ہو رہا تھا۔

"We are running critically low."

حلیزہ نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے اعتراف کیا۔

رانج نے بغور لال پڑتی بتیوں کو دیکھا۔ اس کی آنتوں میں مروڑ اٹھی۔ یہ ٹھیک نہیں تھا۔ کالے چمڑے کے دستانے اس کی انگلیوں سے چپک رہے تھے۔ اس نے آگے ہوتے فیول کنٹرول پینل کے سوئچز کو جانچا۔

"فیول ضرورت سے زیادہ جلدی برن ہو رہا ہے۔ رزرو reserves کوالالمپور تک نہیں چل پائیں گے۔ فیول ایمرجنسی اشو کریں۔ ہمیں فوری لینڈنگ کرنی ہو گی۔" کاکپٹ کی نیم سفید روشنی میں رانج نے اپنی کیپٹن کو دیکھتے پوری بات سمجھائی۔

حلیزہ نے ایک لمحے کے لیے اس سے نظریں ملائیں پھر گردن اکڑاتے سیدھی ہوئی۔ "رانج، تم میرے جونیئر ہو۔ میں اس سے بدتر صورتحال سے نمٹ چکی ہوں۔ ایمرجنسی کا اعلان نہیں کیا جاتا جب تک کہ بالکل ضروری نہ ہو۔ ہم ائیرپورٹ پہنچ جائیں گے۔"

رانج کو لگا کسی نے اس کے گلے میں پھندا ڈالا ہے۔ اس کی آنکھوں میں غصہ انگارے کی طرح بھڑکا۔ "ہم نہیں پہنچ سکتے، کیپٹن۔ اگر ابھی لینڈنگ نہیں ہوئی تو کریش ہو جائے گا۔"

"کریش ایسے نہیں ہوتے، رانج۔" اس نے بات ٹالی اور سیاہ آنکھیں شیشے کے باہر پھیلے بادلوں پر جما لیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تو آپ کو کیا لگتا ہے کریش پریاں کرواتی ہیں؟" اسے سمجھ نہ آیا وہ اپنی بات اس تک کیسے پہنچائے۔

حلیزہ نے بدلتے تاثرات کے ساتھ اسے گھورا لیکن بولی کچھ نہیں۔ دانت پیستے اس نے یوک پر گرفت مضبوط کی۔

رانج آنکھوں میں لاکھ بے یقینی لیے ایک بار پھر آگے جھکا۔ "کیپٹن ـــ"

"Malaysian 405, this is New Delhi Control. Maintain current heading and altitude. Continue on your planned route."

(ملائیشیا405، یہ نئی دہلی کنٹرول ہے۔ موجودہ سمت اور اونچائی کو برقرار رکھیں۔ اپنے طے شدہ راستے پر چلتے رہیں۔)

ان کے درمیان نئی دہلی ایئر ٹریفک کنٹرولر کی آواز بلند ہوئی۔ رانج کے دل میں امید کے پھول کھلے۔ بس، یہی موقع تھا۔ اس نے حلیزہ کو دیکھتے انتظار کیا کہ اب وہ فیول ایمرجنسی کی بات کرے۔

حلیزہ نے جھنجھلاہٹ میں مائک پاس کھینچا۔ "روجر۔" اور پھر ریڈیو خاموش پڑ گیا۔ رانج کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟" اس نے غصے سے ڈیسک پر ہاتھ مارا۔ "فیول ختم ہو رہا ہے!"

حلیزہ کی گلابی رنگت اب سرخ پڑ رہی تھی۔ "تم میرے فیصلوں پر سوال نہیں کر سکتے، فرسٹ آفیسر آدم۔"

رانج نے اپنے ہیڈ سیٹ میں چابی ڈالتے اسے گھورا پھر ایک ایک لفظ چبا چبا کر باہر نکالا۔ "میں کر سکتا ہوں جب میری بہن، میری بھانجی اور تین سو اور معصوم لوگوں کی جان آپ کے کسی انا پرست فیصلے پر مبنی ہے۔ آپ کو موت عزیز ہے تو کسی عمارت سے کود دیں۔ یہاں تماشہ نہ لگائیں۔"

کنٹرول روم کو اس نے خود رنگ دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"Control, this is Flight 405. We declare a fuel emergency. Repeat, a fuel emergency. Requesting immediate priority for landing."

(کنٹرول، یہ فلائٹ 405 ہے۔ ہم ایندھن کی ایمرجنسی کا اعلان کرتے ہیں۔ دہرائیں، ایندھن کی ایمرجنسی۔ لینڈنگ کے لیے فوری ترجیح کی درخواست ہے۔)

دوسری طرف گڑگڑاہٹ ہوئی۔ حلیزہ بھی ابرو سکیڑے اسے دیکھتی رہی۔ رانج کی ہتھیلیاں بھیگ رہی تھیں۔

کنٹرول روم کو اس کا پیغام نہیں ملا تھا۔

"یااللہ!" رانج نے آستین سے پسینہ صاف کیا، ایک نگاہ قصرت سے گرتے فیول گیج پر ڈالی۔ وہ لال بتیاں اسے اندھا کر رہی تھیں۔ حلیزہ بھی آگے ہوئی۔ اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔ اس نے ہیڈ سیٹ میں دوبارہ چابی بھری۔ اس بار آواز میں ڈر تھا، خوف تھا، لرزش تھی۔ وہ سب تھا جو اب تک روپوش رہا تھا۔

"Control, this is Flight 405. Fuel emergency! Emergency landing required immediately!"

(کنٹرول، یہ فلائٹ 405 ہے۔ ایندھن کی ایمرجنسی! فوری طور پر ہنگامی لینڈنگ کی ضرورت ہے!)

گڑگڑاہٹ مستقل تھی۔ کنٹرول روم سے آتی آوازیں کاکپٹ پہنچنے سے پہلے ہی حصہ حصہ ہو جاتیں اور شاید وہاں سے جاتیں ان کی پکار بھی اسی طرح غائب ہو رہی تھیں۔

"رانج!" حلیزہ نے آنسوؤں سے تر چہرہ اس کی طرف موڑا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا، دل آنتوں تک گر گیا تھا۔ اس نے گہری سانس بھرتے کنٹرول یوک کو سختی سے پکڑا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جہاز کے شیشوں کے پار اندھیری تھی اور نیچے کوسوں سے بہتا ہوا بحر الہند۔ فیول گیج سرخ بتیاں جھپک جھپک کر انھیں اپنی قلت سے آگاہ کر رہا تھا۔ چاند بڑا تھا اور خرم بھی، ان کی بد بختی پر ظالموں کی طرح دانت دکھاتا۔ حلیزہ آگے جھکی سوئچز چھیڑ رہی تھی، ریڈیو فریکوئینسی پر ہاتھ مار رہی تھی اور رانج بٹن کے اوپر اپنی انگلیاں توڑ رہا تھا۔

رابطہ، انھیں رابطہ چاہیے تھا۔ صرف ایک بار۔ بس، ایک بار۔

اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا اور انتظار بھی۔

انجن خاموش پڑ گئے۔ ڈائل میں جگمگاتی سوئی سرخ زون میں جا گری۔ سیاہ سمندر کے اوپر اور نیچے صرف گمنامی تھی۔

اب طیارہ نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بڑھ نہیں، وہ گر رہا تھا۔

حلیزہ کے بند انگشت کنٹرول یوک پر تنگ ہوئے، گھنی پلکیں نم گالوں سے جا ملیں، ہونٹ خوف سے کپکپائے لیکن زبان۔۔۔ زبان نے اپنے معبود کو یاد کیا۔ صرف اور صرف اسے۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

رانج نے اسے دیکھا۔ ایک سانس ٹوٹ کر ہوا میں گھل گئی۔ لیکن حلیزہ کی آنکھیں بند تھیں۔

وہ دوبارہ بولی۔ دھیما، بھاری سانسوں کے ہمراہ۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اب بحر الہند ان سے چند فٹ کی دوری پر تھا، اس کے سفاک سیاہ لہریں اپنے خنجر چھپائے ان کی منتظر۔

رانج نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے آہستہ سے ایک اور سانس لی۔ اسے ہوا کا ایک ایک ذرہ اپنے لبوں سے ٹکرا تا محسوس ہوا۔

اور پھر کاکپٹ کی سفید بتیوں کے درمیان، رات کی اخفا تاریکی کے تابع، بحر الہند کے نمک آلود پانی کے سپرد، ان کی آوازیں ایک آخری بار ساتھ بلند ہوئیں۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

سمندر کا پانی بے لگام اندر دھسا۔ شیشوں کے بکھرنے کی آواز ہر گوشے سے بلند ہوئی۔ پلین کا ٹکڑا ٹکڑا جدا ہو گیا۔ لہریں مالائی جہاز کا ملبہ اپنے اندر ڈوبا گئیں۔ طیارے کا ڈھانچہ اس شدت سے سمندر سے ٹکرایا کہ اس کا ریزہ ریزہ تین تیرہ ہو گیا۔ بحر الہند کی ٹھنڈی، سیاہ لہروں نے رفتاری سے کام دکھایا۔

کیبن ڈوب رہا تھا۔ نمکین پانی ناک، حلق سب موقوف کر گیا۔ مدد اور مددگار کے لیے لگائی گئیں صدائیں ضائع ہو گئیں۔

ایک ہی لمحے میں بے زبانی راج کر گئی۔

سمندر نے اس سے معاونت طلب کی تو رات نے اپنی آغوش فراخ کر دی۔ اور ایسے ہی، اٹھارہ نومبر کا دن اپنے اختتام کو پہنچا، اپنے ساتھ لاتعداد جانیں چرائے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اگلی شام تک آدھے ایشیا کو اس المناک واقعہ کی خبر موصول ہو چکی تھی۔ ملائیشیا ایئرلائنز نے فوری طور پر SAR آپریشن جاری کیا، کسی بھی زندہ اور بچ جانے والے شخص کی شناخت میں، اور قریبی میری ٹائم امداد سے بھی رجوع کیا تھا۔ نیوز چینلز جوش و خروش سے پلین کریش کی خبر کو ہر ہیڈ لائن میں بیچ رہے تھے۔

کیوں ہوا؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ جاننے کے لیے دیکھتے رہیے فلاں فلاں نیوز۔

ایسے میں ہم واپس رخ کرتے ہیں بحر الہند کے ظالم پانیوں کا۔ اس دن کی رات پچھلی رات سے مختلف تھی۔ انیس نومبر کی رات سیاہ لہریں اپنی بھوک کو اسودہ کرنے کے بعد معصومیت کا تاج سر جمائے تھیں۔

اطراف میں چاروں سمت جہاز اور کشتیاں پہرا دے رہے تھے۔ کئی گھنٹوں کی مسافت سے وہ ریسکیو ٹیمیں لہروں کے چکر کاٹ رہی تھیں، کسی غیر معمولی حرکت کی منتظر۔ رات کی سیاہی میں بے چینی تھی، بے آرامی تھی۔

تیز روشنی اور طاقتور ٹارچ لائٹس کا سہارا لیا گیا تھا۔ خصوصاً رات میں استعمال ہونے والے چشمے اور دیگر ساز و سامان کو بھی عمل میں لایا گیا تھا۔ سونار سسٹم سے پانی کی گہرائیوں تلے ہوتی حرکات و سکنات پر نظر ثانی کی جا رہی تھی۔

ایسے میں سفید روشنی کی ایک پٹی ساحل کے گرد موجود ایک ملبے کے ڈھیر پر پڑتی ہے۔ ڈھیر زیادہ بڑا نہیں تھا، لیکن اس کی صورت غیر معمولی معلوم ہوتی تھی۔ روشنی کو بڑھایا گیا، نائٹ گلاسز کو عمل میں لایا گیا۔

ایک انسانی جسم کی جھلک نمایاں ہوئی۔

ریسکیو ٹیموں نے دل تھامے۔ چوبیس گھنٹے کی لگن کے بعد انھیں اب تک زندگی کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ لاشیں بہت دریافت ہوئی تھیں لیکن وہ لاشیں تھیں، بے حرکت و عمل۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جہاز زمین سے قریب لائے گئے، کشتیوں نے بھی چابک چلائے۔ جہاز سے تین سے پانچ مرد اتر کر اس سمت دوڑے۔

ملبے پر اوندھا لیٹا مرد ساکت تھا۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے چر چکے تھے۔ طبی عملہ اس کے اوپر جھکا۔ اسے الٹایا گیا اور دو انگلیوں کی پوریں مرد کی شہہ رگ کے اوپر رکھیں۔

خاموشی۔

عملہ نے ہار مان لی۔ سمندر سب ہضم کر گیا تھا۔ اور پھر ایک دھڑکن۔ ٹھیک کان کے نیچے، گردن سے اوپر۔

عملہ کی آنکھیں پھیلیں۔ ایک اور، پھر ایک اور۔

دھک۔ دھک۔ دھک۔

"Alive! He's alive!"

(زندہ ہے! یہ زندہ ہے!)

تمام ٹیموں نے رک کر ایک لمحہ سکھ و سرور کا سانس لیا، اور پھر دوادش میں لگتے انھوں نے اسٹریچر اور دیگر طبی ضروریات کے لیے آوازیں لگائیں۔

جان بچی تھی، اب اسے بچانا ان کے زمے تھا۔

اس سب افراتفری میں دور ساکت پڑے مرد نے اپنے گرد ہوا بدلتی محسوس کی۔ لوگ، ہل چل، نمی، خنکی، شور۔

اس کے خشک پپڑی بنتے ہونٹ ایک دوسرے سے ایک بے آواز کراہ میں جدا ہوئے۔ اسے دوبارہ نمی محسوس ہوئی۔ اپنے اوپر، اپنے نیچے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اب کہ اس کی انکھوں نے ہمت کی۔ ہیزل نور رات کی تاریکی میں بڑھتا چلا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خالص شہد کی بوند بوند اس کی آنکھوں میں جما ہو۔

اس کا پہلا خیال: **وہ بچ گیا تھا۔**

وہ بچ گیا تھا۔ اور بھاری پلکیں اٹھاتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی جہنم شروع ہو چکی تھی۔ جب مُردوں کے شہر سے سانسوں کی آواز آتی ہے، تو گوشہ گوشہ اسے الزام دیتا ہے۔

رائج آدم کی اگلی ہر سانس ایک سرقہ تھی اور وہ گناہگار۔

اس کا جرم؟

موت سے آسان فرار۔

بحر الہند کے ساحل پر چلا ٹھنڈی ہوا کا جھونکا لے آیا ہے ہمیں اپنے کہانی کے دورانیے میں۔

MH370 آپ کا منتظر ہے۔

☆☆☆

حال

جگہ: لیوٹری کے باہر

01:03 AM

اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اور یہ فلائٹ بھی جہنمی سی لگ رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غسل خانے سے نکل کر اب وہ اسی راستے چل رہی تھی جہاں سے وہ آئی تھی، یعنی مسافرین کے کیبن کی طرف، لیکن اس کی چاپ دھیمی اور قدم سست تھے۔ دماغ میں اب بھی اس ایک شخص کا چہرہ گردش کر رہا تھا، لیکن نہ جانے کیوں اب وہ ان آنکھوں سے اس شدت سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی۔

شاید انھیں نہیں ملنا چاہیے تھا۔

رانج سے دور رہ کر اس پر گالیاں کسنا آسان تھا، اٹھتے بیٹھتے اسے قصوروار ٹھہرانا سانس لینے جتنا چھوٹا اور یہ سوچنا کہ اس کی زندگی تو ایک موج میلہ ہے اس کا دفاعی میکانیہ۔ مگر اس کا سامنا کر کے، اس کی آنکھوں کی الجھن اتنے نزدیک سے پرکھ کر وہ یہ نہیں کر پا رہی تھی۔ اور یہ خیال ہی ظبیہ کو کھا رہا تھا۔ اس کے سارے محافظات تر ہو گئے تھے۔ رانج آدم اس کی کہانی کا ولن نہ رہا تو اسکرپٹ ری رائٹ کرنی پڑے گی، اور وہ اس سپردگی کے لیے قطعاً راضی نہیں تھی۔

وہ نیلی روشنی میں قید راہداری کے سرے پر پہنچی ہی تھی کہ کسی نے جھٹکے سے اس کا بازو پکڑتے اسے ایک طرف کھینچا۔

اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا۔ آنکھیں پھٹ پڑیں، اور اس نے چیخنے کے لیے جیسے ہی منہ کھولا تو ایک بڑی ہتھیلی اس کے ہونٹوں پر بند ہوئی۔

"ڈونٹ اسر کیم۔"

اسے دیوار کے ساتھ جوڑ کر سایہ اس کے سامنے واضح ہوا۔ ظبیہ خوف سے اسے تکتی گئی۔ سائے نے سر اوپر اٹھایا تو نیم نیلی بتیوں میں اس کی آنکھیں چمکیں۔ سرمئی۔ پھر ناک، پھر گال، اور آہستہ آہستہ مکمل چہرہ واضح ہوا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ کی آنکھیں اس کے ہر منکشف ہوتے جزو کے ساتھ کھلتی گئیں۔ اب اکائر اس کے اتنا قریب تھا کہ وہ چاہتا تو سر مار کر ہی اسے بے ہوش کر دیتا۔ ظبیہ خوشی خوشی ہو بھی جاتی، اسے چھٹی چاہیے تھی۔

"میں ہاتھ ہٹاؤں گا، لیکن تم چیخنا مت۔ اوکے؟" اس نے اس کی رضامندی چاہی۔ ظبیہ نے تھوڑا سا سر ہلایا۔

اکائر اپنی گرفت اس کے چہرے پر ڈھیلی کرتے ہاتھ دور کرنے ہی لگا تھا کہ ظبیہ نے گلا پھاڑ کر چیخنا چاہا۔ اس نے فوراً سے اس کا منہ دوبارہ بند کیا۔

"جھوٹ! کتنی بڑی جھوٹی ہو تم!" وہ ناراض ہوا، ایسے کہ جیسے اسے چھپن چھپائی میں پکڑ لیا گیا ہو۔ ظبیہ آنکھیں سکیڑے اسے گھورتی رہی۔

اس نے ایک سانس بھری۔ "ہاتھ ہٹانے دو تاکہ ہم دو پڑھے لکھے لوگوں کی طرح بات کر سکیں۔" کچھ سوچ کر ایک لمحہ رکا۔ "ایک پڑھے لکھے۔۔۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ خدا پھر بھروسہ کر کے ہاتھ ہٹانے لگا۔ اب ظبیہ آزاد تھی لیکن وہ چیخی نہیں، صرف بری طرح سے اسے گھورتی رہی جیسے ابھی فرائے کر دے گی۔

اکائر نے ان کی درمیان نزدیکی پر غور کرتے دو قدم پیچھے لیے۔ "سنو۔۔۔"

"تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟" پہلا گرینیڈ۔ "یہاں کیسے پہنچے تم؟ تمھیں۔۔۔ تمھیں پتا کیسے لگا میں یہ فلائٹ لوں گی؟ پولیس کو تو نہیں لے آئے تم؟" آخری وار ظبیہ نے اپنی پیشتر سے تباہ ہوئی خود اعتمادی پر کیا۔

اکائر ابرو اُٹھائے اسے دیکھنے لگا۔ "اور کچھ؟ یہ بھی پوچھ لو میں جیمس بانڈ تو نہیں بنتا کہیں فری ٹائم میں۔"

"اکائر!" وہ جھنجھلائی۔ "کیا کر رہے ہو تم یہاں؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ دوسری طرف کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے پیچھے ہوا۔ "سفر۔"

وہ ہاتھوں کا مکا بنائے اس کی جانب لپکی تو اکائر ہاتھ اٹھاتے سنبھلا۔ "اچھا ناں۔ ایک منٹ! تشدد پسند عورت، صبر رکھو۔" ڈرامائی انداز میں اپنی گھڑی چیک کی جیسے وزیر اعلیٰ ہو جس نے قوم سے خطاب کرنا ہے۔

"ایک ایک کر کے پوچھو۔"

ظبیہ نے صبر کا آخری گھونٹ چٹ کیا۔ "آپ، شری مان، کیا کر رہے ہیں یہاں، اس فلائٹ میں؟"

وہ مسکرا دیا۔ "چائنہ جا رہا ہوں۔"

"کس خوشی میں؟ تمھارے گھر والے تو اسپین میں ہیں۔" اکائر نے اس کی معلومات پر محظوظ سے ابرو چڑھائی تو اسے اچانک عجیب لگا۔ "مطلب..."

"دبئی جانا ہے۔ کنکٹنگ فلائٹ ہے میری۔" وہ لاپرواہ سا بولا پھر اسے دیکھا۔ "تم۔۔۔ اپنی خالہ کے پاس جا رہی ہو؟"

ظبیہ کو تھوڑا دھچکا لگا یہ سن کر کہ اسے علم تھا، اور یاد بھی۔ لیکن کیونکہ وہ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے تو یقیناً گھر کے معاملات اس سے چھپے ہوئے نہیں تھے۔ اکائر اس کے مالک مکان کا بیٹا تھا، جو ان ہی کے گھر میں اوپری حصے میں رہائش پذیر تھا۔ 'ان' میں شمار ہوتا ہے ظبیہ اور اس کے شوہر، غزار احمد، کا۔

یہ وہی تاجر ہے جس کا ذکر آپ ماضی کے چرچوں میں سن چکے ہیں۔

"ہمم، خالہ بیمار ہیں۔۔۔ بہت۔" وہ خاموش ہو گئی اور ہاتھ میں قید ہینڈ کیری کو ذرا اور سختی سے قبض کیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اکائر نے اس کی جھکی نظروں کو دیکھتے کمر سیدھی کی اور ایک قدم آگے آیا۔ "ٹھیک تو ان کی بھانجی بھی نہیں ہے۔" صاف گو اعلان۔ ظبیہ نے ہڑبڑا کر اوپر دیکھا تو وہ اس کے عین سامنے تھا۔

"ایک بات کہنی ہے۔ پورا سچ کہوں یا آدھا؟" اس نے پوچھا تو ظبیہ کی بھنویں تن گئیں۔ وہ اور پورے سچ نہیں سن سکتی تھی۔

"آدھا۔" سرمئی آنکھوں والا مرد اس کے انتخاب پر زیادہ پرجوش نہیں لگا۔ ہاتھ جیبوں میں ڈالتے اس نے سر یہاں وہاں گھمایا۔

"تم ایک عورت ہو۔"

ظبیہ کو سمجھ نہیں آیا اس دانائی کا کیا کرے۔ "اور پورا؟" اس بونگے آدھے سچ نے اسے تھوڑی ہمت بخشی تھی۔

وہ اس کی طرف مڑا۔ "تم ایک احمق عورت ہو! سیریسلی ظبیہ!؟ تم گن اٹھا لے آئی اپنے سامان میں؟"

اس بار ظبیہ کی باری تھی اس کو دیوار میں دھنسنے کی۔ اس کا گریبان پکڑتے اس کی آنکھیں دہشت سے کھل گئیں۔ "تمھیں کیسے پتا!" وہ سرگوشی میں چلائی۔

اکائر نے کمال دھیرج سے اپنی جیکٹ اس کے پنجوں سے آزاد کروائی۔ "کیونکہ میرے پاس دو آنکھیں اور ایک کام کرتا دماغ ہے۔" پھر ایک سانس بھری۔ "کیا سوچ کر یہ بیوقوفی کی تھی تم نے؟"

"بیوقوفی سوچ سمجھ کر نہیں کی جاتی، اکائر زمورا صاحب۔" وہ دو قدم پیچھے ہوئی پھر ایک ہاری ہوئی کراہ نکالی۔ "اب میں کیا کروں! تمھارے بیگ میں ڈال دوں؟"

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ "شوق سے ڈالو۔ پھر میں استعمال کرنے لگ جاؤں گا تو مائنڈ مت کرنا۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ ڈر گئی۔ نہیں، نہیں۔ یہ شخص پیدا ہی دہشت گرد ہوا تھا۔ وہ کیوں اس میں چابی بھرے؟

"ملی کہاں سے یہ گن تمھیں؟" اکائر اس کا بیگ لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا رہا تھا۔ وہ پہلے تو کترائی لیکن آخر کار کالا بیگ اس کے حوالے کر دیا۔ اب جب اسے پورا سچ پتا ہی تھا۔

"غزار کی ہے۔" وہ ٹیک لگا کر بولی، ہاتھ اپنے بازوؤں کے گرد لپیٹ لیے۔ "تھی۔۔۔ ہے، پتا نہیں۔" وہ جھلاہٹ میں آ گئی۔

اکائر اب اکڑو بیٹھا اس کا بیگ کھول رہا تھا، اس کی لمبی، شفاف انگلیاں اس کے سامان کو یہاں وہاں پلٹا رہیں تھیں۔

"غزار کو کیا ہوا؟" اس نے سوال کیا تو ظبیہ کی سانس پھول گئی۔ اس نے اچانک بات کا رخ موڑنا چاہا۔

"تمھیں گن کے بارے میں کیسے پتا چلا؟"

"سوال کا جواب کبھی سوال نہیں ہوتا، مسز احمد۔" وہ لقب اس نے اسے عزت بخشنے کے لیے دیا تھا یا چڑھانے کے لیے، ظبیہ سمجھ نہیں پائی۔ بھوری رنگت والی لڑکی نے لب زبان سے تر کرتے چہرہ موڑا۔

"دبئی میں ہے۔ پتا تو ہے تمھیں۔ بزنس ٹرپ۔"

اکائر اب وار اینڈ پیس باہر نکال رہا تھا۔ اس کے الفاظ سنتے وہ مسکرا دیا۔ "یہ کہانی کب تک کھینچو گی؟ آئی مین، مجھے کوئی جلدی نہیں۔ وقت لے لو، بٹ اٹس کائنڈ آف پریڈ کٹیبل۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" ظبیہ کا سانس چڑھ رہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

سرمئی آنکھیں اس سے جا ملیں۔ اس کے کہے گئے اگلے الفاظ سادہ ہوتے ہوئے بھی ظبیہ کے تن بدن میں برف کے ریزوں کی طرح گھونپے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"غزار دبئی میں نہیں ہے۔ یہ بات میں اور تم دونوں جانتے ہیں۔ تم بھولے پن کی اداکاری کر رہی ہو اور مجھ سے بھی کروا رہی ہو۔"

ظبیہ کو اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے آڑ پکڑنی چاہی۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ غزار بزنس—"

"سچ نہیں بول سکتی تو جھوٹ بھی مت بولو، ظبیہ۔ یہ گن لے کر کیوں آئی ہو پھر تم؟ پولیس کے نام پر کیوں پسینہ پسینہ ہو رہی ہو؟ میرے یہاں ہونے سے اتنی متاثر کیوں ہو؟"

ظبیہ کو لگا کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اس کا فریب کھل چکا تھا۔ اس کا فریب اب چھپ نہیں سکتا تھا۔ چند ثانیے گزر جانے کے بعد اس کی آواز اس خالی راہداری میں سنائی دی۔ ہلکی، نرم اور خوف سے لیس۔

"تم۔۔۔ تمھیں کیسے پتا چلا؟"

اکائر اب کتاب کے صفحات پلٹ رہا تھا۔ "کیا غزار جیسا جلاد آدمی اتنی آسانی سے دبئی چلا جائے گا، تمھیں تن تنہا چھوڑ کر؟ اور جانے کے بعد نہ کوئی کال کرے گا نہ میسج؟ لیکن اس سب کو رہنے دیتے ہیں۔" سرمئی آنکھوں نے رخ اس کی سیدھ میں کیا۔ "جس کمپنی میں وہ کام کرتا ہے، اس کا دیوالیہ نکلا ہوا ہے۔ وہ اپنے ورکرز کو باہر بھیجنا بالکل افورڈ نہیں کر سکتے۔ زیادہ کچھ نہیں، بس تمھاری ریسرچ کمزور تھی۔" آخر میں وہ مسکرایا۔

ظبیہ کا چہرہ دہک رہا تھا اور ٹانگیں تنکے جتنی بے بس تھیں۔ اسے اپنا آپ چور چور ہوتا محسوس ہوا۔ وہ بے آواز گھٹنوں پر اس کے برابر جا بیٹھی، ہتھیلیاں پسینے سے ٹھنڈی تھیں۔

اکائر نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ "تم بولو گی تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ مجھے کچھ نہیں جاننا اگر تم بتانا نہیں چاہتی۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے خفیف سا سر ہلایا، زبان تالو سے چپک چکی تھی۔ "گناہ چھپ سکتے ہیں، مٹ نہیں سکتے۔ اور اب وقت آ گیا ہے کہ میں اپنے گناہ دھو ڈالوں۔"

بھوری آنکھیں سمت موڑیں تو وہ اسے تک رہا تھا، پلین کی روشنی میں دمکتے سرمئی نگینوں میں ہیجدہ رنگ مخلوط ہو تھے۔

ظبیہ نے آواز نکالی۔ خاموش راہداری بھی اس کی جانب راغب ہوئی۔

"میں نے غزار کو قتل کر دیا ہے۔"

(یہ نیم پیلی بتیوں میں اجاگر ایک لائونج روم کا سماء تھا۔ کریم رنگا ترکش قالین ایک نووارد سرخی میں ڈوب رہا تھا۔ قالین سے دو قدم کی دوری پر لکڑی کا فرش تھا اور اس پر ٹوٹے ہوئے کانچ کے ٹکڑے ہر جگہ پھیلے تھے۔ سرخی کی لکیر کا تعاقب کرتے ہم ایک ساکن وجود سے جا ملتے ہیں۔ وہ پچاس سے زائد عمر کا ایک خوبرو مرد ہے جو اپنے سر کے بل گرا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں چت کھلی تھیں اور پپوٹوں میں وحشت ہی وحشت تھی۔ سر کے پچھلے حصے سے سرخ و گاڑا خون رس رہا تھا۔)

لیدر جیکٹ والے مرد نے ایک بھاری سانس خارج کی۔

"بڑی دیر کر دی۔"

ظبیہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

(دوسرا سایہ سافرون رنگ کی قمیض پہنی، گھنگریالے بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں لپیٹی اور خوف و دہشت میں ساکت کھڑی ظبیہ کا تھا۔ لائونج روم کی زرد بتیاں ایک ایک کر کے اس کے پسینے سے ترماتھے پر جگمگا رہی

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھیں۔ گلابی ہونٹوں کے گرد واضح سوجن تھی اور بھوری آنکھیں خود سے چند قدم کے فاصلے پر گرے اپنے مرحوم شوہر پر۔)

"چلو، خس کم جہاں پاک۔"

ظبیہ کی آنکھیں اس بار واضح طور پر بڑی ہوئیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تم صدمے میں ہو یا واقعی اتنے پرُسکون ہو؟"

اکائر نے بے سواد سا منہ بنایا۔ "مجھے دو ہفتوں سے معلوم ہے، ظبیہ۔ شاک والا ایلیمنٹ ختم ہو چکا ہے۔ مجھے یہ جاننا ہے کہ یہ تم نے کیا کیسے۔ اور کس کس کو پتا ہے؟"

ظبیہ نے لب کاٹتے نظریں چرائیں۔

وہ کتنے اور پورے سچ سے بھاگے گی؟

۲ فروری ، ۲۰۱۴

(حال سے ایک ماہ پہلے۔)

کوالالمپور ایک بار پھر رات کی چاندنی کے سپرد تھا۔

ہلکی بارش نگینوں کی مانند آسمان سے ٹوٹ کر گر رہی تھی۔ بانگسار کا علاقہ دکانوں اور دیر رات تک کھلے کیفے کی روشنیوں میں سفید گوں تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف استادہ اسٹریٹ لائٹس اپنی نیم طلائی چمک سے ہر سو ٹیڑھے آڑے سائے کھینچ رہی تھیں۔ گاڑیاں اور موٹر بائیک اپنے گنگناتے انجنوں کے سنگ رواں تھیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جلان تیلاوی، بانگسار کی شہہ رگ، کارخ کرو تو ایک سے بڑھ کر ایک تھائی اور مالائی پکوانوں کی مہک آپ کے نتھنے کھول جاتی ہے۔ سیکھوں پر بھنتا ساتے، تھائی مصالحوں کی خشبو اور ساتھ ہی گاڑی، ذائقہ دار کافی کی سگھند۔ بار اور نائٹ کلبز بھی اس شہر کی خاصیت ہیں، جہاں بیشتر اوقات جوان لوگ جھومتے ناچتے اپنی راتیں کاٹتے ہیں۔ ہر جانب محفلیں عروج پر تھیں۔

یہ منظر ہے بانگسار کے ایسے ہی ایک کیفے PULP by Papa Palheta کا جو جلان ریونگ میں قائم پذیر ہے۔ کوالالمپور پر چھایا آدھا چاند چمکدار تھا اور اس کی ہلکی نیلی سفید روشنی کیفے کی فراخ کھڑکیوں سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ پانی کی بوندیں یک بعد دیگرے گیلے گلاس پر پھسل رہیں تھی۔

کیفے کشادہ تھا اور دیواروں کا رنگ ہلکے بھورے اور کریم کے درمیان کا چنا گیا تھا۔ کرسیاں اور میز عام طرز کی تھیں، لیکن آس پاس موجود رش اور بڑھتے گاہکوں کی آوازیں اسے خاص بنا رہی تھیں۔

اکائر نے اپنی آئیسڈ منٹ چاکلیٹ کا گھونٹ بھرتے ساتھ کھڑی عورت کو دیکھا جو ابھی دروازوں سے داخل ہوئی تھی اور کسی خالی کرسی کی چھان میں یہاں وہاں نظریں دوڑا رہی تھی۔ اس نے اس کے سامنے والی کرسی دیکھی تو دو قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ منٹ چاکلیٹ والے آدمی نے سر ہلایا۔

"It's taken."

کمینے الفاظ۔ عورت نے بیگ اٹھا کر مارنا چاہا، لیکن وہ معصوم مسکراہٹ کے ساتھ نظریں پھیر گیا۔

کچھ اور لمحات بیتے تو واش روم کی راہداری سے ایک مرد آتا دکھائی دیا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کی ٹی شرٹ پہنی تھی اور کالی کاٹن پینٹس۔ قد اکائر سے چھوٹا تھا لیکن ڈھال ذرا زیادہ مضبوط تھی۔ رنگت گلابی اور نقوش چینی معلوم ہوتے تھے۔ اس کے گلے میں ایک چھوٹا پینڈنٹ بھی جھول رہا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مر مرا گئے تھے کیا؟" اکائر نے دبے دبے غصے میں جھڑکا۔ سامنے کھڑا مرد سیٹ کھینچتے شرمندہ سا مسکرا دیا۔"سوری بھئی۔ نیچرس کال۔"

سرمئی آنکھوں والا مرد بدمزاجی سے منٹ چاکلیٹ کا ایک اور سپ بھرنے لگا۔ نیلی شرٹ والے نے اپنی آدھی پی ہوئی لاٹے اٹھائی۔ "ہاں، تو ہم کہاں تھے؟"

"یہیں۔" ٹکا سا جواب۔

نیلی شرٹ والا محظوظ سا مسکرایا۔"جی نہیں۔ ہم تمھاری کرائے دار پر تھے، جس کے لیے تم اوسو کنسرنڈ ہو۔"

سرمئی نگاہوں والے نے ابرو اچکائی اور نیچے رکھا بیگ اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔"اگر اس ٹون میں بات کرنی ہے تو میں جا رہا ہوں، کائی۔"

کائی نے ہنس کر اس کا بازو پکڑا۔"اچھا، اچھا۔ تم بولو، میں سن رہا ہوں۔ پکا صرف سنوں گا۔"

اکائر سفید کرسی کے ساتھ پیچھے ہوا۔ زیتونی سبز جیکٹ میں ڈھکے اس کے کندھے ایک بھاری سانس کی ساتھ کپکپائے۔ اس نے ساتھ کالی جینز پہنی تھیں اور سیاہ بال پیچھے کیے ہوئے تھے۔ کھڑکی کے پار بارش اب پھرتی اختیار کر رہی تھی۔

"اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔" سرمئی نگاہوں میں اداسی تھی۔ باہر روش پر گرتی بے نقس چاندنی اس کی آنکھوں میں چمچمائی۔ "اس کا شوہر اسے مارتا ہے۔ ہر دن نہیں تو ہر دوسرے دن۔ پھر وہ اگلے چار دن تک اپنا چہرہ چھپاتی پھرتی ہے۔ مجھ سے، خود سے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کائی نے وعدہ کیا تھا، تو وہ صرف سنتا گیا۔

"وہ اس حق سے اسے مارتا ہے کہ تم بھی دیکھو گے تو سہم جاؤ گے۔ اور وہ۔۔۔ وہ پٹتی رہتی ہے۔ وہ مار کھاتی رہتی ہے۔ کبھی وہ بیلٹ سے بھی مارتا ہے۔ ایک بار اس نے دروازے میں دکھا دے دیا تھا، ظبیہ کا ہونٹ پھٹ گیا تھا اس دن۔ اسے ہاسپٹل بھی میں لے کر گیا تھا۔"

(اسپتال کے دروازوں سے نکلتے دو نفوس۔ پہلا سفید ہوڈی اور گہری نیلی جینز میں ملبوس اکائر جو سر نیچے کیا شیشے کا دروازا دھکیلتے باہر قدم رکھ رہا تھا۔ دوسری گاڑھے سبز رنگ کی کُرتی اور سفید ڈھیلے ٹراؤزر کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے، ظبیہ یمین۔ اس کے ایک ہاتھ میں خاکی رنگ کا بیگ تھا اور فارغ ہاتھ کی نازک انگلیاں، ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود، ہونٹوں پر ہوئی تازہ پٹی کو ہلکا ہلکا چھیڑ رہی تھیں۔

جب اس کا مددگار اس سے چار قدم آگے، تیز قدموں سے سیڑھیاں اترنے لگا تو وہ اس کی خاموشی اور نہ جھیل سکی۔ کالی اسٹریپ سینڈلز والے پیروں کو قفل لگے اور وہ وہیں بنے چکنے ماربل کے فرش پر جا رکی۔

"مجھ سے بات کرو، اکائر۔" التجاء تھی یا ملبے تلے آدمی کی آخری پکار، اکائر نامی مرد کے دل نے اسے ایک اور قدم آگے نہیں بڑھانے دیا، البتہ دماغ نے اس کی طرف پشت برقرار رکھی۔

"کچھ خاص ہے تمھارے پاس جو میں کہوں؟" ظاہراً سرد لہجہ۔ ظبیہ کے دل کو لگی ٹھوکر مرگ آور تھی۔

وہ ہچکچاہٹ بھرے انداز میں چند قدم چل کر اس کے نزدیک آئی۔ سفید ہوڈی کے پیچھے ہرے رنگ سے لکھے NEW YORK کو پڑھتے، اس نے دل تھام کر دوبارہ بادبباد کی جدوجہد کی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تمھیں مجھ پر غصہ آتا ہو گا۔ تم مجھ پر غصہ ہونا؟" وہ کیا کہہ رہی تھی، اور وہ کیا کہتا۔ مرمری سفید ہوڈی میں ملبوس مرد آدھا تر چھا ہوا۔ کوالالمپور کی سنہری دھوپ اس کے سپید، تیکھے نقوش پر ریزہ ریزہ ٹوٹ رہی تھی، اس کے گالوں اور ماتھے کو ایک مدھم گلابی رنگ بخشتے۔

سرمئی آنکھیں اٹھا کر تازہ پٹی کروا کے آئی عورت کو دیکھا اور سنسان سرگوشی میں الفاظ ادا کیے۔ "مجھے تم سے خوف آتا ہے۔"

ظبیہ کی دھڑکن نے کہیں دور جا کر اپنا گلا گھونٹا۔ اگر وہ کوئی اور گھڑی، کوئی عام موقع ہوتا تو وہ زور سے ہنس دیتی، اکائر کو ڈرپوک بلی پوک بلا کر جان چھڑوا لیتی لیکن اس لمحے، اس کی سرمئی آنکھوں میں ویرانی اور وحشت کے علاوہ اسے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

اکائرز مورا کی آنکھیں ظبیہ یمین کے لیے اجنبی تھیں۔

اس نے ایک پل ٹھہر کر سوچا تھا کہ اگر وہ جگہ تبدیل کرتے تو وہ اس کی آنکھوں سے خود کو کیسا پائے گی؟

مظلوم، لاچار، خود سے ہاری ہوئی ایک پاگل لڑکی۔

"خوف؟" آواز کو معمولی بنانے کی سراسر ناممکن کوشش۔

اکائر ایک لمحے کے لیے یونہی اسے تکتا رہا۔ شاید ایک لمحے سے زیادہ بھی، لیکن ظبیہ گننا نہیں چاہتی تھی۔ اگر واقعی ہندسے اپنا کھیل دکھا دیتے تو؟

"تمھاری برداشت سے۔ تمھارا صبر مجھے آزماتا ہے۔" نگاہ اس کے پٹی شدہ ہونٹوں کو چھو گزری اور جبڑا تنگ ہوا۔

"کاش تم جھکنا چھوڑ دو، ظبیہ۔ کاش تم۔۔۔ ٹوٹ جاؤ۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کچھ بدل گیا تھا ہوا میں، اس کی سانس میں۔ گنگ سی کھڑی وہ اسے بنا پلک جپکائے دیکھتی رہی۔ کوالالمپور کا سورج یکدم ٹھنڈا پڑ گیا تھا، اور اس کی ہتھیلیاں بھی۔

کیا ظبیہ یمین ٹوٹنے کے لیے تیار تھی؟)

اکائر نے اپنی بھیگتی ہوئی ہتھیلیوں کو دیکھا، اگلے الفاظ سرگوشی میں کہے۔ "وہ دوانچ کے کَٹ پر vaseline لگا کر خوش تھی، کائی۔ ایسا کہاں ہوتا ہے؟"

نیلی شرٹ والے مرد نے سر جھکایا۔ "اس کی کوئی فیملی نہیں ہے؟"

اس کی انگلی اپنے منٹ چاکلیٹ کے گلاس کے گرد طواف کرنے لگی۔ "نہیں، شاید۔ اماں ابا تو نہیں ہیں۔ بہن بھائی کا بھی مجھے نہیں پتا۔ ایک خالہ ہیں بس۔ وہ چین میں ہوتی ہیں۔ آج کل انہی کے پاس جانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

کائی مسکرا دیا، کڑوی صریح مسکراہٹ۔ "وہ تنہا ہے، اکائر۔ تنہائی آپ کو مجبور کر دیتی ہے، اور مجبوری عذاب ہے۔"

اکائر خاموش سا باہر دیکھنے لگا۔ گھنے بادل اور مستقل بارش۔ مدھم روشنی میں منور اس کے ترچھے ہوئے نقوش اب کائی کے سامنے تھے۔ شیو تھوڑی بڑھی تھی اور نظریں گم سُم۔

کائی نے اپنی لاٹے کا ایک اور سپ لیا۔ "تم کچھ کیوں نہیں کرتے؟ اس سے بات کرو۔ اسے یقین دلاؤ تم اس کے ساتھ ہو۔ شاید وہ ہمت کرے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

دور کھڑی لال گاڑی کے شیشوں پر تھپتھپاتی بارش کو تکتے، اکائر مسکرا دیا۔ لیکن وہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ہی تھم گئی۔

"تمھیں لگتا ہے میں خاموش رہا ہوں؟" آواز میں شکوہ تھا۔ "میں نے اس سے سب کہا ہے۔ کتنی بار؟ مجھے یاد بھی نہیں۔ وہ مجھ سے دور رہتی ہے۔ میں بھی اس کے زیادہ پاس نہیں جاتا۔اس کے religious issues ہیں، میں عزت کرتا ہوں ان کی۔اس کی بھی۔" آخری الفاظ بے دھیانی میں اس کے لبوں سے اپنا راستہ تول گئے۔

کائی نے اپنے الجھے ہوئے دوست کو دیکھا جو احساسات کے بوجھ تلے پس رہا تھا پھر دھیرے سے کپ پرچ میں رکھا۔ "صرف عزت؟" زور دیا۔

وار وہیں کیا گیا تھا جہاں زخم آنے کا خدشہ تھا۔ سرمئی آنکھیں سمت موڑ گئیں، اس کی شفاف انگلیاں کانچ کے گلاس کے گرد سختی سے لپٹیں۔

کائی کے ہونٹوں کا ایک کونہ اوپر کو اٹھا۔ اسے اپنا جواب مل گیا تھا، اور شاید شیشے کے پار دیکھتے اُس بے نیاز بنتے مرد کو بھی۔

تھوڑی دیر بعد اکائر کی سیاہ ٹویوٹا اوانزا بانگسار کی گیلی سڑکوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ پانی کی بوندیں وزن اور پھرتی میں بڑھ چکی تھیں، اور گاڑی کے بے داغ شیشوں سے باہر معائنہ کرو تو برستے بادلوں کی گڑگڑاہٹ ہر سو بلند تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رات کی تاریکی میں روشن زرد اور سیت بتیاں بھی خالی سی نمایاں ہوتی تھیں۔ یا پھر وہ اکائر کا دل تھا، جس نے اس کے اندر باہر افسردگی کے بادل بچھا دیے تھے۔ یک بارگی گاڑی کے ریڈیو سے کنیکٹ ہوا اس کا فون بجا تو اس کا رنجش بھرا خمار ذرا دیر کے لیے چکنا چور ہوا۔

اکائر نے آگے جھک کر اسکرین دیکھی، اور پھر ایک تھکی ہوئی سانس کے ساتھ اپنا گلا صاف کیا۔ یہ کال وہ کاٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ کچھ لوگوں کا آپ پر اتنا حق ہوتا ہے۔ فون پر اوپر کی طرف انگلی چلائی تو رابطہ جڑ گیا۔

"Ah, el amo del universe!"

(اے، کل کائنات کے مالک!)

فون کے دوسری طرف سے تیرتی آواز یک دم چہکی۔ مردانہ لہجے میں بے تکلفی اور واقفیت کے رنگ تھے۔

"کلیرو۔" اکائر نے طنزیہ مسکراتے اسٹرینگ ویل ڈھیلا چھوڑا۔ آگے سڑک سنسان تھی۔

"ویسے شرم تو نہیں آتی ہو گی؟ چھوٹے بھائی کو اتنا بد لحاظی سے کون اگنور کرتا ہے؟ ہماری تین ہفتے بعد بات ہو رہی ہے خیر سے۔" شکایتوں کا پٹارا کھل چکا تھا۔ چھوٹے بہن بھائی چھوٹے کیوں ہوتے ہیں؟

" کبھی بیگم کو بھی ٹائم دے دیا کرو، اڈرین۔ بیچاری منی بھائیوں سے جیلس ہوتے رہ جائے گی۔" اکائر بھی پورا اداکار تھا۔

"میری بیگم میں ایسے مسائل نہیں ہیں۔" وہ ذرا تپ کر بولا۔ "میری روبن سے روزانہ بات چیت ہو جاتی ہے۔ نکولاس بھی دو تین دن میں پانچ دس منٹ کے لیے کال کر ہی لیتا۔ تمھارا الگ ہی حساب ہے، اکائر۔" اب وہ اسے سب بھائیوں کا حال سنا کر اپنی خفگی کا اظہار کر رہا تھا۔ الیسڈرز موراصاحب کے چار بیٹے ہوا کرتے تھے، جن میں نکولاس زموراسب سے بڑا اور اڈرین زموراسب سے چھوٹا تھا۔ سب بھائیوں میں اکائر کا نمبر تیسرا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تم فیملی گروپ چیٹ بھی نہیں دیکھتے۔" اس نے اپنی ناراضگی اینٹھی۔

"دیکھتا تو ہوں۔" اس نے شیشا نیچے کیا تو نم قطرے تیز دم کھڑکی کے کناروں سے ٹکرا کر اس کے چہرے پر برسے۔ فی الفور اس نے شیشے واپس اوپر چڑھا دیے۔

"دیکھنے کا مطلب 'seen' پر چھوڑنا نہیں ہوتا، سدا کے اینٹی سوشل آدمی۔" وہ سانس بھرتے رہ گیا۔

اکائر نے سر پیچھے چمڑے کی سیٹ سے ٹکایا۔ "اماں ابا کیسے ہیں؟" چاروں بھائیوں میں سے ان کے والدین کے ساتھ ویلانسیا میں اڈرین اور اس کی بیوی رہا کرتے تھے۔

"اماں آج کل چرچ سے کچھ زیادہ ہی فیسینیٹ ہو گئی ہیں۔" وہ ہنس کر بتانے لگے۔ "ولنٹیئرنگ شروع کی ہے۔ منی کو بھی اپنے ساتھ لے جاتی ہیں، حالاں کہ وہ بدھسٹ ہے، بھئی۔"

اکائر بھی تھوڑا سا ہنس دیا۔ چہرے پر چھایا اندھیرا اٹمٹماتی مسکراہٹ سے دو پل کے لیے بالکل فنا ہو گیا۔ "منی اماں پر مذہبی جور و ستم کا کیس نہ کر دے کہیں۔ آر آئی پی (RIP)، موم۔"

"کسی دن بھی وڈیو کال آ سکتی ہے۔ موم ان ہینڈ کفس۔ او لیکن، تمھیں کیا؟ تم تو میری کال اٹھاتے نہیں۔" اڈرین بھی بلا کا خناس تھا۔ اکائر تھک کر مسکرا دیا۔

"ایسا نہیں ہے۔ چھوٹے بھائی ہو میرے۔ بس، مجھ سے کالز نہیں ہوتیں۔"

"کالز تم سے نہیں ہوتیں، ٹیکسٹ کا جواب دینا تم بھول جاتے ہو۔ کبوتر بھیجوں گا تو اسے بھی زہر پلا دو گے۔ کیسے رابطہ کروں تم سے؟ ایک تو پہلے ہی کس تھرڈ ورلڈ کنٹری میں جا کر بیٹھ گئے ہو۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"دنیا کے مشہور ترین پٹرو ناس ٹاور ہیں یہاں۔" وہ رٹا رٹایا جواب سنانے لگا۔ اپنے رکنے کی اصل وجہ وہ کسی کو نہیں بتا سکتا تھا۔ خود کو بھی نہیں۔

"اوکے، اور تم کیا کرتے ہو؟ روز پٹرو ناس واٹ ایور کی چوٹی پکڑ کر فوٹو کھنچواتے ہو؟ آئی مین، واقعی اکائر؟ اس ملک میں کچھ نہیں ہے۔ بس اب واپس آ جاؤ۔ ابا کو تمھاری ضرورت ہے، مجھے بھی۔"

"میں واپس نہیں آ سکتا۔ میرا بہت کچھ یہاں ہے۔" نگاہوں کے پردے پر غیر ارادی طور پر ایک چہرا بھاگا تو اکائر نے بے اختیار سر جھٹکا۔

"بہت کچھ کیا؟ تمھیں نوکری بہتر یہاں مل سکتی ہے، تمھاری فیملی، فرنڈ سرکل، روٹس ہر چیز یہاں ہے۔ اسپین میں۔ وہاں کچھ نہیں ہے اس لائق کے تم اپنے سال برباد کرو۔" اڈرین واقعی الجھا ہوا تھا۔

"میں نے اس لیے کال نہیں اٹھائی تھی کہ تم مجھے بن مانگا تھیراپی سیشن دو۔" وہ اچانک تلخ ہو گیا تھا، اتنا کہ اس کے لبوں سے نکلے الفاظ اس کا اپنا آپ جھنجھوڑ گئے۔ اڈرین ذرا سا سنبھلا، مگر لہجہ نرم رہا۔

"تمھارے لیے بہتر چاہتا ہوں، اکائر۔ تمھیں کسی سے پیچھے نہیں دیکھنا چاہتا۔ تم ہم سب سے زیادہ کمپیٹنٹ ہو۔"

"تو اس کمپیٹنٹ انسان کی ججمنٹ پر بھروسہ رکھو۔ یہاں پر میری ضرورت ہے۔ میرا فرنڈ سرکل یہاں ہے، اور جہاں روٹس ہوں اس کا مطلب یہ تو نہیں کے شاخیں بھی ادھر ہی ہوں۔"

"تو تم کسی کے کہنے سے کوالالمپور نہیں چھوڑو گے؟"

"نہیں، اڈرین۔" لہجہ اٹل مگر پر سکون تھا، جیسے فیصلہ کئی برس قبل ہی لے لیا گیا ہو۔

"اگر مجھے، ابا، روبن یا نکو میں سے کسی کو تمھاری ضرورت ہوئی تب بھی نہیں؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں پہلی فلائٹ سے ادھر آجاؤں گا۔" وہ بغیر رکے بولا۔ "مگر وہ فیصلہ میرا ہو گا۔ اسی لیے تمھیں ابا یا کسی کو بھی میری تھیراپی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوالالمپور نے مجھے مقصد دے دیا ہے۔"

"اوکے۔" اڈرین کی آواز میں دھیمی مسکراہٹ عاری تھی۔ "تم نے ون یارڈ (**انگور کے باغ**) کی انویسٹ منٹ کا سوچا؟"

اکائر نے تیوری مسلی۔ "تم سے بعد میں بات کروں؟"

"تم نہ کہہ سکتے ہو، اٹس فائن۔ لیکن میں صرف یاد کروا رہا تھا کہ تمھاری کمٹمنٹ تھی مجھ سے۔"

"میں کمٹمنٹ نہیں بھولتا، اڈرین۔ لیکن میں نے بھی تمھیں کہا تھا میرے پیسے ایک جگہ پھنسے ہیں۔ جیسے ہی نکلتے ہیں سب سے پہلے تمھارے ون یارڈ کے لیے کام کروں گا۔"

"اکائر، یہ بات تم نے مجھ سے چار ماہ پہلے بھی کی تھی۔" اڈرین کا لہجہ تھوڑا برہم ہوا۔

"کیونکہ چار ماہ سے پیسے پھنسے ہیں، بلکہ اس سے بھی پہلے سے۔ خیر چھوڑو، پوائنٹ یہ ہے کہ مجھے مدد کرنے سے مسلہ نہیں۔"

"ہاں، میری مدد کرنے سے ہے۔"

"اڈرین، کین یو پلیز اسٹاپ؟" ناگاہ اس کی آواز کا پارہ چھت سے جا لگا۔ سر میں بھی تعذیبی قسم کی ٹیس اٹھی۔ اس نے ماتھے کو مسلتے آدھے لمحے کے لیے آنکھیں میچ لیں۔ اڈرین خاموش تھا، بالکل خاموش۔

اور پھر وہ نہیں تھا۔ اس نے کال کاٹ دی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اکائر نے ریڈیو سے تار الگ کیا اور فون پیسنجر سیٹ پر اچھالا۔ چہرے پر ناگواری اور اذیت واضح تھی۔ گریٹ! تین ہفتے کے بعد بات کرنے کے باوجود اس نے اپنے بھائی کو ناراض کر دیا تھا۔

اپنے بنگلے کی گلی دکھی تو اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کر دی۔ انجن خاموش سا گنگناتا گیا، عقبی آئینے کے ساتھ لٹکتی موٹر سائیکل کی کی چین آگے پیچھے جھولی۔

ابھی گہرے بھورے دروازے والا گھر کا سرا نظر آیا ہی تھا کہ اس کے سامنے پیش تصویر نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا۔

برستی بارش اور سیاہ چاندنی میں دو نفوس گھر کے خارجی دروازے کے ساتھ کھڑے بھیگ رہے تھے۔ گھر کا دروازا شاید کھلا تھا کیونکہ لائونج سے آتی سنہری روشنی کی پٹی پانی کے گڑوں میں چمک رہی تھی۔

نیلے باجو کرتے اور پلیڈ پاجامے والا مرد اور کوئی نہیں بلکہ اکائر کا اپنا کرائے دار تھا، جسے اس کے باپ نے خوب عزت بخش کر دوستی اور روابط کے خاطر اپنا گھر کم کرائے کے ساتھ پیش کر دیا تھا۔

خود تو اکائر کا سارا خاندان اسپین میں تھا، بچے کچے اسکاٹ لینڈ روانہ ہو گئے تھے، لیکن وہ پڑھائی اور پھر نوکری کے چکر میں یہیں کا ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ خود بھی کبھی زیادہ وقت کے لیے اسپین نہیں جاتا تھا۔ غلطی سے چلا جاتا تو گھر والے یاد کروا دیتے تھے کہ، محبتیں تو دور رہ کر ہی بڑھتی ہیں، اور پھر اکائر اگلی فلائٹ سے بھاگ کر واپس کوالالمپور آ جاتا۔

جب اس نے یونی ورسٹی کے بعد مستقل طور پر کوالالمپور میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا تو وہ اپنے ابا کو بتا چکا تھا کہ دوست کے ساتھ مل کر ایک اپارٹمنٹ کرائے پر لے لے گا، لیکن کبھی جو گھر میں اس کی سن لی جائے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

الیسڈرز موراصاحب نے تو فوراً اعلان جاری کیا کہ جب اپنا گھر موجود ہے تو وہ کیوں کرائے اور مالک مکان کے دھکے کھائے گا، اور غزار احمد سے بات کر کے انھوں نے گھر کا اوپر والا حصہ اکائر کے لیے رکھوالیا۔

ایسے ہی وہ اس بد طالع جوڑی کے ساتھ جڑ کر رہ گیا تھا۔ مالک مکان کم، وہ کپل کاؤنسلر زیادہ لگتا تھا۔ بایں ہمہ خود وہ پتا نہیں عمر کے کون سے حصے سے تن تنہا گھوم رہا تھا۔

غزار احمد کا نیلا کرتا اس کی مضبوط جسامت سے چپک رہا تھا۔ سفید کھچڑی جیسے بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپک کر اسفالٹ کی روڈ پر ریزہ ریزہ ہو رہی تھیں۔ وہ چیخ رہا تھا، طیش اور عتاب میں ادا کیے الفاظ تھے تو بلند لیکن اکائر کے ٹویوٹا کے ساؤنڈ پروف شیشوں سے پار نہیں ہو پا رہے تھی۔

اس کے سامنے اس کی بیوی تھی، سیاہ گھنگریالی لٹیں مڑی توڑی سی آدھی جامنی رنگ کے کلپ میں بندھ تھیں اور آدھی اس کی گیلی پیشانی سے چپک رہی تھیں۔ اس نے ہلکے بینجنی اور زرد رنگ کی پرنٹڈ قمیض پہنی تھی اور ساتھ ہی یکساں ٹراؤزر۔ وہ غزار کے آگے بے حرکت کھڑی اپنے بغیر چپلوں والے پاؤں کو تک رہی تھی، پانی کی بوندیں اس کے بھورے گالوں پر سے پھسل رہی تھیں۔ لیکن وہ پانی صرف آسمان کا برسا نہیں تھا، وہ اس کی آنکھوں کی اپنی نمی تھی۔

ظبیہ یمین برستی بارش میں کھڑی رو رہی تھی اور اس کی اطراف میں گری انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔ خوف سے، ٹھنڈ سے۔

اکائر اپنی گاڑی کے شیشے سے ان کے اندھیرے سائے ہلتے جھلتے دیکھ سکتا تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔ رات گہری تھی اور بارش کی دھند قابلِ لمس۔ چاندنی رات میں پانی تیزی سے تھرتھرا رہا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار اب کوئی بات ختم کر کے اندر جانے کو مڑا تو ظبیہ نے آنسوؤں کے ساتھ اس کا بازو تھاما۔ وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھی۔ اکائر کا دل پھٹ پڑنے کے در پر تھا۔ نیلے کرتا پہنے مرد نے ایک زور دار جھٹکے کے ساتھ اپنی بیوی کو پیچھے دھکا دیا۔ ظبیہ پتھروں پر پھسلتی گیلی سڑک پر جا گری۔

قمیض سے نکلتے اس کے بازوؤں نے پکی اسفالٹ کی سڑک پر رگڑ کھائی اور اسے ٹراؤزر کے پار اپنے گھٹنے چھلتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اب وہ چہرہ جھکائے غزار کے قدموں کے ساتھ اوندھی پڑی تھی۔ ایک ایک آنسو کھولتے سیسے کی طرح اس کے گال بھگو رہا تھا۔ وہ ہانپ رہی تھی۔ برستے پانی کی بوندیں اس کی ٹھوڑی اور سیاہ بالوں کے کناروں سے رس رہی تھیں۔

اس کے سامنے اکڑو بیٹھتے غزار نے مٹھی بھر بال اپنے پنجوں میں جکڑے اور اس کا سر پیچھے کو کھینچا۔ اکائر کی انگلیاں بے اختیار گاڑی کے دروازے تک گئیں، لیکن اس سے پہلے وہ لاک کھولتا، کائی کے الفاظ اس کے کانوں میں موت کے اعلان کی طرح بجے۔

"وہ تنہا ہے۔"

اور ٹھیک ہی تو کہا تھا اس نے۔ تنہا ہی تو تھی وہ۔ کون لگتا تھا اکائر اس کا؟ کیا مناسبت تھی ان کے درمیان؟ مروت، انسانیت، موافقت۔ آخری صورت پر اکائر خود ہی آڑا نشان کھینچ دینا چاہتا تھا۔

اس ہی سوچ کی صدائیں اس کے دماغ کے گنبد سے ٹکرا کر گونجیں تو خودکارانہ طور پر اس کی انگلیاں ٹھنڈے لاک سے دور ہو گئیں۔

غزار اس کے سامنے بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے زاویے ہر طریقے سے بگڑ رہے تھے۔ بات مکمل کر کے اس نے ظبیہ کو اس کے جبڑے سے دور اچھالا اور کھڑا ہو گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ربڑ کی چپل پٹخ کر وہ الٹے پاؤں گھوما تو کیچڑ سے اچھلتا پانی ظبیہ کے چہرے تک بلند ہوا۔ وہ آنکھیں بھینچ گئی۔ اس کے بازو لرز رہے تھے اور پیر کھڑے ہونے کی قوت ہار چکے تھے۔

غزار نے اندر جا کر دروازہ دھڑام سے بند کیا تو سنہری روشنی بھی بجھ گئی۔ اب گلی تاریک تھی اور رات ستم شعار۔

وہ سڑک پر رینگتے قریب بنے سیوریج لائن تک گئی جسے کالی جالیوں سے بند کیا گیا تھا۔ جالیوں کے درمیان بس تھوڑی سی ہی گنجائش تھی اور چاند کی روشنی میں وہ ان سے نیچے گرا اپنا پرچی پرچی ہوا پاسپورٹ دیکھ سکتی تھی۔ اس کے آنسو بے لگام گرنے لگے۔

ہاں، اسی کے لیے ہی تو تھے اس کے آنسو۔ اس کے آخری اپنے، آخری رشتے کے پاس جانے کی اس کی آخری کوشش کو ٹکڑا ٹکڑا کر کے سیوریج لائن میں بہا دیا گیا تھا۔ غزار نے اس کا پاسپورٹ پھاڑ دیا تھا، اس کی خالہ کے پاس جانے کی ساری محنت کو چھلنی چھلنی کر دیا تھا۔

بھیگی ہوئی آستین سے آنکھیں رگڑتے اس نے بصارت سدھارنے کی کوشش کی، پھر کپکپاتی انگلیاں جالیوں کے اوپر رکھیں۔ سیوریج لائن کی زمین اس سے کوئی ایک فٹ دور تھی، لیکن وہ بھی مجبور تھی۔

اس نے جالیوں کے درمیان بنی خفیف سے جگہ میں سے انگلیاں گزاریں۔ ایک کراہ اس کے ہونٹ چیر کر باہر نکلی۔ ٹھنڈا لوہا اس کی ہڈی دبا رہا تھا، لیکن وہ لہولہان ہوتی انگلیاں اندر گھساتی رہی۔ آنسو اب اور تیزی سے اس کے گالوں سے بہہ رہے تھے۔ اس نے بے آواز سرگوشی میں دعا کی۔

"Tolong, Ya Allah!"

(یا اللہ، مدد!)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یکایک اس کے سر پر پڑتا پانی تھم گیا۔ اسے لگا تھا جیسے سارا آسمان خاموش پڑ گیا ہو۔ سر دوسری طرف گھماتے، اس نے بھوری آنکھیں اوپر اٹھائیں تو وہ بیچ میں ہی ٹھہر گئیں۔

زیتونی سبز جیکٹ میں ملبوس چھ فٹ ایک انچ کا اکائرز مورا اس کے اوپر چھتری کھولے کھڑا تھا، سر تا پا بھیگا ہوا اور سرمئی نگاہیں زمین پر گری گھائل لڑکی پر۔ اس نے چھتری کے ڈنڈے کو اپنے سفید پڑتے بند انگشت میں عاجز کر رکھا تھا اور سانس ناہموار تھی۔

ظبیہ نے پلکیں جھپکیں۔ آنکھوں میں جما پانی ایک ساتھ بہہ گیا۔ جالیوں کے درمیان پھنسی اس کی انگلیاں ادھر ہی تھم گئیں اور وہ سر اٹھائے سامنے کھڑے اپنے مددگار کو تکتی رہی۔

اکائر نے نظر اس کے ہاتھوں کی طرف پھیری، سرمئی آنکھوں میں ایک نووارد جذبہ بلندی چڑھا۔ ظبیہ کو اچانک اپنا آپ شرم سے لال ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے نگاہیں موڑ کر ہاتھ باہر نکالنا چاہا، لیکن وہ پھنس چکا تھا۔

اس کے تن بدن میں ہول اٹھ گئے۔ اس نے چڑھتی سانس کے ساتھ اور قوت لگائی لیکن لوہا اس کا ہاتھ بے رحمی سے کچل رہا تھا۔

اور آنسو، اور اذیت۔

"اسے پکڑو۔" اکائر نے خاموش سی ہدایت کی۔ اس نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے ہاتھوں سے چھتری لے لی۔ اب وہ اس کے برابر اکڑو بیٹھ رہا تھا، اس سے چند انچ کے فاصلے پر۔

اکائر کی ٹھنڈی انگلیاں اس کے جالی میں پھنسے ہاتھ سے ٹکرائیں تو وہ ایک لمحے کے لیے سُن ہو گئی۔ بھوری آنکھیں، عبث زبان اور بے قابو دھڑکتا دل، ظبیہ یمین کے سارے اعضاء اس لمحے کے سحر میں قید ہو گئے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ہاتھ گھمانے کی کوشش کرو۔" اس نے جالی کو کھینچتے تحکم سے لہجے میں کہا۔ ظبیہ کو تو آواز ہی نہیں آئی۔ وہ گیلی پلکیں اُٹھائے یونہی اسے دیکھتی رہی۔ کوئی رد عمل نہ ملنے پر اکائر نے نظریں اس کی سمت کیں۔

"ہاتھ گھماؤ، ظبیہ۔" سہر ٹوٹا اور سانس آئی۔

وہ سر گراتے ہاتھ اس کے بتائے ہوئے طریقے پر موڑنے لگی۔ گال اور گردن اب بھی ایک نامعلوم تپش سے دہک رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا، اور پھر ذرا سی قوت سے وہ جالی سے باہر کھنچ آیا۔

اکائر اپنی جینز جھاڑتے کھڑا ہوا، البتہ وہ یونہی بیٹھی رہی، اپنے ٹوٹے ہوئے ناخن کو گھورتے جس کے کناروں پر خون جما ہو چکا تھا۔

اس پر ایک آخری نگاہ ڈال کر وہ اندر جانے کو مڑا تو سرگوشی میں کہے گئے اس کے الفاظ نے اسے وہیں روک دیا۔

"اس نے میرا پاسپورٹ پھاڑ دیا۔"

وہ اپنے جوتوں کو دیکھنے لگا، گلے میں گلٹی سی بنی لیکن بولا کچھ نہیں۔

پیچھے پانی کے چھلکنے کی آواز آئی تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ کھڑی ہو گئی تھی۔ گیلی سڑک پر دو قدم آگے لیے۔ اس کے محسن کی پشت اب اس سے ایک گز کے فاصلے پر تھی۔

"تم نے کہا تھا ناں۔۔۔ کہ ٹوٹ جاؤ۔" اس کی آواز میں لرزش تھی، درد تھا۔ سبز جیکٹ والے مرد نے اپنی سانس روکی۔

ظبیہ نے خون میں لت پت ہاتھ سے آنکھوں کے کنارے صاف کیے اور پھر وہ ہنس دی۔ موت سے پہلے کی آخری ہنسی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آج میں ٹوٹ گئی ہوں۔"

اکائر کو لگا اب وہ کبھی سانس نہیں لے پائے گا۔

رات کی تاریکی ان کے گرد پھیل گئی اور آدھا چاند مکمل روپوش ہو گیا۔ اب صرف گناہ تھے اور ان کی سفاک حقیقتیں۔

اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ظبیہ اس کے برابر سے نکل کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھل بند ہوا، سنہری روشنی آئی اور گئی، اور مکمل تر ہوئی سبز جیکٹ اوڑھا ہمارا مجسمہ ساکت کھڑا رہا۔

کاش، وہ بھی ٹوٹ پاتا۔

مرحلہ نمبر ۰۳

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نادری

(انحراف)

حال

جگہ: کاکپٹ۔

01:02 AM

کاکپٹ میں انجنوں کی گھنگھناہٹ برقرار تھی۔ مدھم امبر لائٹس میں نہائی ہوئی دو کرسیاں اور ان میں مقیم ہمارے دونامور پائلٹ، کیپٹن رانج اور فرسٹ آفیسر اسامہ۔ دونوں اطراف نصب شیشے کی عریض کھڑکیوں کے پار سیاہی میں ڈوبا آسمان تاروں کی چمک میں اجاگر تھا۔

MH370 ملائی ساحلی خطّے سے نکل کر اب بحیرہ جنوبی چین کے اوپر سے اڑان بھر رہا تھا۔ رات بے پایان تھی اور اجالہ دور دست۔

کیپٹن آدم کی آنکھوں میں مخصوص سنجیدگی عیاں تھی۔ اپنے ماہر ہاتھوں سے اس نے ہوائی جہاز کو اس کے طے شدہ راستے پر قبض کر رکھا تھا۔ اس کے بہ وسعت کندھے نیلی کرسی کی پشت کے ساتھ ایک عمودی لکیر تھے اور رولکس کی سیاہ گھڑی شفاف کلائی کے گرد دوسری جلد کی طرح اچت۔ گول ڈائل میں چھپے سنہرے ہندسے کاکپٹ کی نیم روشنی میں جگمگا رہے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ہاتھ کی پانچ انگلیاں کنٹرول یوک کو تھامے ہوئے تھیں، لیکن اس کی گرفت سست تھی، نہ زیادہ سخت نہ ہی مکمل بے قید۔ ایسا لگتا تھا جیسے خود اعتمادی کی شکل اسی کا عکس ہو۔ چھوٹی انگلی میں چاندی کی پتلی انگوٹھی بھی منور تھی۔ یہ پانچ سال پہلے والی نہیں تھی۔ شاید، نئی لی تھی۔

Old habits die hard.

برابر والی کرسی میں نشست فرسٹ آفیسر عامر اپنے ارد گرد پھیلے بادلوں کو ٹکٹکی باندھ کر تک رہا تھا۔ ان کے نیچے بحیرہ جنوبی چین اپنی لہروں کا بے آواز رقص درسا رہا تھا اور دور کھلتی بتیاں انھیں سلامتی اور امانت دونوں بخش رہی تھیں۔

اسامہ تاروں کو تکتے مسکرا دیا اور ایک سرسری نگاہ اپنے مقابل بیٹھے سینیر دوست پر ڈالی۔ "تمھارا دل بھر سکتا ہے کبھی اس منظر سے؟"

رانج اس کی آواز پر سیدھا ہوا اور متکلم کو دیکھا۔ اسامہ اب بھی باہر دیکھ رہا تھا، ہونٹ ایک گہری مسکراہٹ میں کھل رہے تھے۔

"یہ لائٹس، یہ اونچائی، یہ خاموشی۔" نظریں گھما کر رانج کا دیکھا۔ "خود پر یقین ہونے کا یہ احساس۔ میں نے پائلٹ بننے سے قبل ایسا کچھ کبھی محسوس نہیں کیا۔ مجھے پتا ہی نہیں تھا میں کیا ہوں، رانج۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تم بہت ٹیلنٹڈ ہو، اسامہ۔" رانج تھوڑا سا مسکرایا۔ "اپنا پوٹینشل ضائع مت کرنا۔ لوگوں کو دوست بنانے میں تو بالکل نہیں۔ خاص کر غلط لوگوں کو۔"

اسامہ نے بھی دانت دکھائے۔ "واہ بھئی۔ پینتیس ہزار فٹ کی بلندی پر برف پگھل گئی ہے کیا، کیپٹن صاحب؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کیپٹن صاحب نے آنکھیں گھمائیں۔ "پلین اڑاؤ۔" فرسٹ آفیسر ہنس دیا۔

چند لمحات کاکپٹ میں سکوت قائم رہا اور پھر معمول کے مطابق، کیپٹن نے ATC کو فلائٹ کی اونچائی کی اطلاع دینی چاہی۔ اس نے آواز کا حجم کم کرتے مائک کا بوم ہونٹوں کے قریب کیا۔

"Malaysian 370. Maintaining level 350."

ATC جواباً 'ملائیشیائی تھری سیون زیرو' بول کر خاموش ہو گیا۔

بادل گھنے تھے اور سیاہی دائم۔ چاند کی روشنی طیارے کے شیشوں سے ٹکرا کر اسے ایسا اثر دے رہی تھی جیسے وہ کوئی جلتا ہوا ستارہ ہو جو اب ارش میں اپنی جگہ سے فراموش ہو چکا تھا۔

بائیں ہاتھ کو throttle quadrant کے اوپر سجائے، مشہور ہیزل آنکھیں ہری بتیوں میں روشن انجن کے درجہ حرارت کو ناپ رہی تھیں۔ اس کی نازک پوروں تلے انجن کی گنگناہٹ مسلسل تھی۔ یکایک گنگناہٹ بے ترتیب ہوئی۔ رانج کی ہر حس نے یہ تبدیلی سیکنڈ کے ہزارویں حصّے میں ہی بھانپ لی۔

طیارہ بے دستور ہچکولے کھا رہا تھا، جسے پلین کی زبان میں ٹربیولنس کہا جاتا ہے۔

اس کی انگلیاں کنٹرول یوک پر تنگ ہوئی، رد عمل ظاہر کرنے کے لیے تیار۔ آنکھیں جہاز کی تیزی اور ارد گرد کی چیزوں کا اندازہ لگاتے آلاتی پینل جانچنے لگیں۔ ساتھ بیٹھا اسامہ آٹو پائلٹ کی سیٹنگز سیٹ کر رہا تھا۔

"اسامہ۔" کیپٹن کی آواز میں مقصد تھا۔ "ہمیں کیبن کا معائنہ کر لینا چاہیے۔ میک شیور کہ ہر کوئی اپنی جگہ پر بیٹھا ہو۔ کریو سے بھی اپڈیٹ لے لینا۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

فرسٹ آفیسر عامر نے اسے دیکھا اور پھر حکم کی تعمیل کرتے سر ہلایا۔ وہ اپنے ہیڈ سیٹ کو ٹھیک طرح سے کانوں پر اٹکاتے سیٹ بیلٹ کھولنے لگا اور کھڑا ہوا ہی تھا کہ رانج نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اچھی طرح سے کرنا۔ کسی کو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے، اوکے؟"

اسامہ مسکرا دیا اور اپنے ساتھی کو تین انگلیوں والا سلام ٹھوکا۔ کاکپٹ کا دروازہ دھکیلتے وہ سفید بتیوں میں روشن نیلی کاکپٹ سے وقتاً آزاد تھا۔

رانج نے اس کی پشت دروازے کے پار غائب ہوتی دیکھی تو سر موڑ لیا۔ کاکپٹ میں تنہا موجود ہمارا کیپٹن اب نظریں جھکائے نیویگیشن پینل کی سیٹنگز چھیڑ رہا تھا، ہیزل آنکھیں پر عزم تھیں۔ لیکن وہ وہ نہ تھیں جو ہم نے اب تک دیکھا ہے۔

خالص شہد یا سونے کی چمک، سردیوں کے سورج کی پہلی کرن یا کسی فن کی معشوق کاریگری کے رنگ، رانج آدم کی آنکھیں ان میں سے کچھ نہ تھیں۔ وہ تو سفاک تھیں، بے رنگ، بے نور۔ ایسی خالی جیسے سیاہ شگاف کا ٹکڑا ان میں جا بسا ہو، وہ پارچہ جو اپنی سمت بڑھتی ہر تجلی، ہر رنگ کو اپنے اندرون میں کثیف کر دیتا ہے۔

بے ترتیب ہچکولے اب تھم گئے تھے۔ رانج پشت سیٹ سے ٹکائے، بے آواز سا MH370 بحیرہ جنوبی چین کے اوپر سے گزار رہا تھا۔ اس کی خاموشی میں کچھ تھا، کچھ بہت غیر آرام دہ۔

اس طیارے کا اگلا ٹھکانا ویتنام کا شہر ہو چی من تھا۔

کوالالمپور ائیر ٹریفک کنٹرول نے ایم ایچ تھری سیون زیرو کو ویتنامی سرزمین کے حوالے کرنے سے پہلے ایک بار پھر رابطہ جوڑا۔ ایک آخری بار۔ یہ وقت تھا رات 01:19 کا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"Malaysian 370, contact Ho Chi Minh. 120 decimal 9. Good night."

ریڈیو لائن پر معمول کی گڑگڑاہٹ تھی۔ کوالالمپور اب یہ فلائٹ ہوچی من کو دے رہا تھا اور آگے کی رہنمائی طیارے کو وہاں سے حاصل کرنی تھی۔

آسمان تاریک تھا اور اس کے ارادے بے رحم۔

رائج کی انگلیوں نے مائک کو ہلکا سا چھوا۔ آنکھوں کی ویرانی دہشتناک تھی اور گلابی ہونٹ سیدھی لکیر میں بھنچے تھے۔ یہ وہ رائج آدم نہیں تھا جسے آپ جانتے ہیں۔

یا شاید، یہ وہی تھا، اور آپ اسے اب جانے ہیں۔

"Goodnight. Malaysian 370."

نرم آواز میں ادا کیے سادہ الفاظ۔ لیکن کون جانتا تھا کہ یہ اس مالائی طیارے کے غیوب سے قبل کہے گئے آخری الفاظ تھے؟ اس کے بعد صرف سوالات تھے، ایسے بھید جو اپنا اصل ہضم کر چکے تھے۔

بیشتر اوقات کے برعکس، رائج نے احکام دوبارہ نہیں دہرایا تھا، جو کہ اپنے آپ میں کوئی نہایت غیر معمولی حرکت نہیں تھی، لیکن MH370 کی فلائٹ میں کچھ بھی، کسی بھی موڑ پر معمولی نہیں تھا۔ آئندہ سال ہمیں بہتر بتائیں گے۔

اس رابطے کے بعد ریڈیو خاموش پڑ گیا۔ کاکپٹ میں ہیزل آنکھوں والا پائلٹ اب بھی اکیلا تھا۔ اسامہ دروازے کے پار دھیمے قدموں سے پیسنجر کیبن کا جائزہ لے رہا تھا، جہاں لوگ اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے، کچھ سو کر اپنی تکان اتار رہے تھے اور کچھ اپنی سوچوں میں گم سرد نگاہوں سے ارد گرد پھیلی رات کو دیکھ رہے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج نے اپنے سامنے سیٹ اپ کو بغور دیکھتے، سیاہ رولیکس والا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ کا کپٹ کی اندھیر سفید بتیوں میں گھڑی کا ڈائل یک دم چمکا۔

ملائیشیا کے معیاری وقت کے مطابق، یہ وقت تھا رات 01:21 کا۔

انگلیوں کی پوریں تھروٹل کو اڈرنٹ کے برابر بنے سوئچ کے اوپر جا ٹھہریں۔ یہ سوئچ دیکھنے میں چھوٹا اور غیر ضروری معلوم ہوتا تھا، لیکن کسی بھی طیارے کے لیے اس کی سانس کی طرح کام کرتا تھا۔ یہ جہاز کا ٹرانسپونڈر Transponder تھا، جو کہ ایک اخصائی سگنل بھیجنے والے ریڈیو کے مترادف ہوتا ہے۔ اس کا کام ہوائی ٹریفک کنٹرول کو علم دلانا کہ طیارہ کہاں ہے، اور ان کے رسمی اسکرینز پر اسے تشخیص دینا ہوتا ہے۔

رانج نے ٹرانسپونڈر پر انگلی پھیری۔ وہ ALT کی سیٹنگ پر قائم تھا، جس سے ائیر ٹریفک کو طیارے کی اونچائی کی معلومات ملتی ہے۔ ہیزل آنکھیں اب مکمل خالی تھیں۔ اس نے انگلی آلٹ کے برابر 'آف' کے بٹن پر چلائی، اور پھر ذرا سی قوت کے ساتھ، بٹن اندر دبا دیا۔

رانج آدم نے MH370 کا ٹرانسپونڈر بند کر دیا تھا۔

ہماری تصویر میں اچانک بدل آتا ہے۔

کا کپٹ دھندلا گئی تھی، اور اب سامنے ایک آفیس تھا۔ وسیع ایل ای ڈی ٹی وی لائن سے کمرے کی دیوار کے ساتھ نصب تھے۔ ہری بتیوں میں جگمگاتی ریڈار اسکرینز پر کئی نقطے جل بجھ رہے تھے۔ یہ نقطے صرف نقطے نہیں، بلکہ دور فضاء میں سفر کرتے ملائیشیا ائیر لائنز کے طیاروں کی مقام شناسی تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یہ جگہ تھی کوالالمپور ائیر ٹریفک کنٹرول ٹاور، جہاں ۷ مارچ کی رات سفر کرنے والے ہر مالائی طیارے کی چڑھان، اتران اور مسافرت کا تعاقب ان ریڈار اسکرینز کے ذریعے زیرِ عمل تھا۔

گھڑی کی سوئیوں نے 01:21 بجائے، اور ہرے جزیوں کے ہجوم سے MH370 آدھے ہی لمحے میں معدوم ہو گیا۔ وہ نقطہ اب کہیں نہ تھا۔ کنٹرول ٹاور اس طیارے کو کھو چکا تھا۔

وہاں بیٹھے آفیسر زنے یہ بات پکڑی تھی کہ بوئینگ 777 کا طیارہ وقتاً ان سے تعلق توڑ گیا ہے، لیکن یہ سمجھ کر کہ جہاز ان کے ریڈار سے دور نکل کر، بخیر ویتنامی فضاء میں داخل ہو گیا ہو گا، انہوں نے کوئی فوری رد عمل ظاہر نہ کیا۔

پردہ ایک بار پھر جھولتا ہے اور ہری بتیاں خفیف ہو کر نیلی پڑ جاتی ہیں۔ ایک بار پھر ہم خود کو اس گمنام طیارے کی کاکپٹ میں پاتے ہیں۔

ٹرانسپونڈر بند کرتے ساتھ ہی کاکپٹ میں کئی تنبیہی سرخ بتیاں چمک اٹھیں۔ ہر ایک وارننگ میسج اسے ٹرانسپونڈر کے بند ہونے کی اطلاع دے رہا تھا، ساتھ ہی اسے واپس کھولنے کی تفصیلات۔ لیکن اسے وہ نہیں چاہیے تھیں۔ سر قلم کرنے والے کو مرحم پٹی سے کب غرض ہوتا ہے؟

رانج نے ایک ایک کر کے سارے پیغامات پر لگی کاٹی دبائی اور سسٹم کو خاموش کروایا۔ اب طیارہ پھر سے پر سکون تھا۔ لیکن وہ گم راہ تھا، دائمی طور پر گم شدہ، اور اس کا واحد احاطہ تھا اپنی ہیزل آنکھوں میں موت کا سا سکوت لیا کیپٹن آدم۔

وہ کنٹرول یوک کے گرد ہاتھ لپیٹتے آگے ہوا، چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔ جہاز اب بھی ویسے ہی رواں تھا جیسے پانچ منٹ پہلے، لیکن اس دہشت انگیز راز کار کھوالا وہ آپ تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اور رانج آدم اپنے راز کسی کو نہیں بتاتا تھا۔ کسی کو بھی نہیں۔

شیشے سے باہر پھیلی اندھیری کو دیکھتے، اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی جانب رکھی چیزوں میں سے ایک اسٹیل کی بوتل اٹھائی، ساتھ ہی ایک محتاط نگاہ پیچھے دروازے پر روشن کی۔ اسامہ اب تک نہیں آیا تھا۔

رانج نے کنٹرول یوک، رڈر پیڈل اور جہاز کے تھروٹل کی مدد سے turbulence کی ایک جعلی تصویر کھینچی تھی۔ یہ ہوا یا بدلوں کا کام نہیں تھا، یہ اس کا دغا تھا۔ اسامہ کو باتوں میں لگا کے سیٹنگز کو چھیڑنا آسان تھا، وہ اس کے ساتھ گزاری ماضی کی سیاحتوں میں یہ جان چکا تھا۔ اسامہ عامر اس پر بھروسہ کرتا تھا، اسے دوست کہتا تھا، اور رانج کو اس کی بے وقوفی پر کامل یقین تھا۔

وہ بوتل کا ڈھکن ہٹانے لگا تو اسٹیل کے کلنک کی مدھم آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی، ساتھ ہی اندر چھلکتے خالص آم کے شربت کی خوشبو سارے میں پھیلتی چلی گئی۔ ڈھکن ہٹا اور اندر تیرتا شفاف پیلا جوس نظر میں آیا۔ وہ اب اپنی پچھلی جیب سے کچھ نکال رہا تھا۔ اس نے ہاتھ واپس آگے کیا تو کاکپٹ کی سفید روشنی میں کانچ کا چھوٹا وائل vial نمایاں ہوا۔ اس کے اندر خفیف سی مقدار میں ایک بے رنگ، پانی جیسا مائع تیر رہا تھا۔

وائل کا کیپ کھولتے اس نے بے رنگ مادہ بوند بابوند جوس کی بوتل میں ٹپکایا۔ وہ ایسا پرسکون تھا جیسے یہ پورا عمل ذہن ہی ذہن میں نہ جانے کتنی بار دہرا چکا ہو۔ چھوٹی شیشی خالی ہو گئی تو اس نے جیب میں واپس ڈال دی، اور بڑی تھرموفلاسک کی بوتل کا ڈھکن بند کرنے لگا۔

اس ہی لمحے کاکپٹ کا دروازہ کھلا۔ رانج کی سانس تھم گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تھک گیا میں بھائی۔" اسامہ دروازہ چٹخنی کے ساتھ جوڑتے اندر بڑھ رہا تھا۔ کیپٹن مسکرا دیا اور بوتل دور رکھی، ہونٹوں پر سے گھونٹ پونچھنے کی کمال اداکاری کی۔

"آجاؤ۔ اب تو آرام ہی کرنا ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔

اسامہ سر ہلاتے مسکرا دیا، اپنی کرسی سنبھالی اور ہیڈ فون سہی سے سیٹ کیا۔ رانج اسے ترچھی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ ان کی نگاہیں ملیں تو ہمارا کیپٹن مسکرا دیا۔

کوئی ان مسافرین کو بتاتا کہ اس فلائٹ کی منزل ہیل (hell) تھی۔

جگہ: پسنجر کیبن

01:19 AM

ظبیہ ساری کہانی اکائر کو سنا چکی تھی۔

اب اگر وہ چاہتا تو فلائٹ اٹینڈنٹ کو بلوا کر اسے چلتے جہاز سے دھکا بھی دلوا سکتا تھا اور **'قاتل قاتل'** کے نعرے لگا کر اس کی عزت کا ملیامیٹ بھی بنا سکتا تھا۔ فیصلہ اس کا تھا۔ اکائر کی خباثت پر پورا یقین رکھتے ظبیہ نے ایک عقلمند پیش گوئی کی تھی کہ وہ یہ دونوں ہی کرنے کے قابل تھا۔

اب وہ دونوں شانہ بشانہ چلتے پیسنجر کیبن لوٹ رہے تھے۔ ظبیہ کے ہاتھ میں اس کا مشہورِ زمانہ کالا ہینڈ کیری تھا۔ اکائر نے گن واپس اس کے سامان کے بیچ چھپا دی تھی اور ظبیہ کو تنبیہ کی تھی کہ وہ اپنے تاثرات پر قابو رکھے، بلاوجہ بیگ کو نہ دیکھے اور چھونے کی غلطی کرنے پر تو وہ اسے زندہ چبا جائے گا۔ ظبیہ نے ڈر کر سر ہلا دیا تھا، لیکن وہ یہ ضرور قبول کرتی تھی کہ اکائر کی موجودگی نے تھوڑا بہت ہی سہی مگر اسے پرسکون کیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اس کی شکر گزار تھی۔ ظبیہ اب گنتی بھول رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کوئی نہیں، اکائر اسے یاد کروادے گا۔ بد تمیز، ظبیہ اندر ہی اندر مسکرادی۔

"کہاں بیٹھے ہو تم؟" وہ لوگ راہداری سے گزرنے لگے تو ظبیہ نے گردن ترچھی کرتے سوال کیا۔ ان کے آس پاس بیشتر لوگ آنکھیں موندے خواب خرگوش کا مزہ اٹھا رہے تھے اور بقیہ صاحب شعور مختلف مشغلوں میں مصروف تھے۔

اکائر سر موڑتے اسے اپنی سیٹ دکھانے لگا تھا کہ وہاں ہجوم سا پا کر رکا۔ ایک فلائٹ اٹینڈنٹ اس کی کرسی کے ساتھ جھکی اس کے برابر سیٹ والی عورت سے کچھ کہہ رہی تھی۔ عورت کی گود میں لیٹا بچا ان کی خاموش سرگوشیوں کے درمیان اونچا اونچا رو رہا تھا۔

اکائر کی ابرو تحقیق میں تنگ ہوئیں۔ وہ دھیمے قدم کے ساتھ اپنی سیٹ کی جانب بڑھا۔ ظبیہ نے پہلے سوچا کہ چھوڑو اس کا مسلہ، مجھے کیا، لیکن پھر اچانک خود پر شرمندگی محسوس ہوئی تو اس کے پیچھے چل دی۔

وہ فلائٹ اٹینڈنٹ کے پیچھے کھڑا جھانکنے لگا۔ "کیا ہوا ہے؟" انگریزی میں سوال کیا۔ ظبیہ کی انگریزی اس پردیسی جتنی اچھی نہیں تھی لیکن اتنی تو وہ سمجھ گئی تھی۔

فلائٹ اٹینڈنٹ اسے دیکھ کر پریشان سی سیدھی ہوئی۔ ساتھ بیٹھی عورت نے بھی ہونٹ کاٹتے اسے دیکھا۔

اکائر سسپنس سے مر جانے والا تھا۔ توبہ ہے۔ یہ خواتین بھی کتنی ڈرامائی ہوتی ہیں۔

"سر وہ۔۔۔" ہاتھ سے انگوٹھا چوستے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ۔۔۔ بیبی نے جوس گرا دیا تھا آپ کی سیٹ پر۔ آپ کا سامان خراب ہو گیا ہے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، بچے کی ماں نے فورا بات وہیں سے جوڑی۔ "آئم سو سوری! مجھے نہیں پتا تھا یہ ایسا کرے گا۔ یہ کبھی—"

وہ ہنس دیا پھر سر جھٹکتے دونوں عورتوں کو دیکھا۔ "جوس ہی تو گرایا ہے۔ اس بیگ میں صرف میرے کپڑے ہیں۔ دھل جائیں گے۔ ہاں، سیٹ کا مسلہ ہے۔" مڑ کر ظبیہ کو دیکھا۔ "تمھارے برابر جگہ خالی ہے ناں؟"

وہ جو گنگ سی کھڑی سب سن رہی تھی اچانک اوپر دیکھنے لگی۔ سرمئی آنکھیں اس کی منتظر تھیں۔ خواب کی سی کیفیت میں سر اوپر نیچے کیا۔ اس کے جواب پر مسکراتے، اکائر نے پریشان ماں اور فلائٹ اٹینڈنٹ کو دیکھا۔ "سی؟ اٹس آل سورٹڈ۔ اتنی سی بات پر اتنا پریشان نہ ہوا کریں، لیڈیز۔" فکرے کے آخر میں ایک نگاہ ظبیہ پر ڈالتے اپنا بیگ اٹھایا اور آگے سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بھی اس کے پیچھے قدم قدم چل دی۔ فلائٹ اٹینڈنٹ اب اپنی ایک اور ساتھی کے ساتھ مل کر پیچھے سیٹ کی صفائی کر رہی تھی۔

وہ ظبیہ کی سیٹ کو پہنچے تو اکائر ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر باہر کا اشارہ کرنے لگا۔ خود اس نے window سیٹ لی تھی۔ وہ خاموشی سے نرم گدی پر جا بیٹھی۔ ویسے بھی، ان روشنیوں سے اس کا دل اُچاٹ ہو رہا تھا۔ پلین گنگنا رہا تھا، انجن حرکت میں تھے۔

اکائر نے اپنا سامان بالائے سر بنے خانوں میں رکھنے لگا۔ ظبیہ اپنی ٹھوڑی ہتھیلی پر سجائے باہر دیکھنے لگی۔ سرمئی آنکھوں نے ایک پل رک کر اسے دیکھا۔

"چلا جاؤں کیا؟" یک دم سوال۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کالے عبائے والی چونک کر سیدھی ہوئی اور اسے دیکھا۔ "کہاں؟"

"یہاں سے۔ اگر تم غیر آرام دہ ہو تو۔" وضاحت کی۔

بھوری آنکھیں اسے دیکھنے لگیں پھر سر نفی میں میں ہلایا۔ "بیٹھ جاؤ، ورنہ منہ کے بل گرو گے۔"

اکائر مسکرا دیا اور سامان ایک آخری مرتبہ پیچھے کرتے سیٹ پر نشست ہو گیا۔ اگلا سوال اس نے اپنے گرد بیلٹ باندھتے کیا۔ "بائی دی وے۔"

ظبیہ ٹھنڈے شیشے پر نقشے کھینچے لگی۔ "ہمم؟"

"تم اس پائلٹ کو جانتی ہو؟"

اس کے آس پاس زمین نے ہچکولے کھائے۔ پلین اچانک آگے پیچھے ہوا۔ آس پاس لوگوں نے شاک اور خوف میں دعائیں بلند کیں۔

پلین میں ٹربیولنس ہوئی تھی۔ صرف پلین میں نہیں ہوئی تھی۔

"کون پائلٹ؟" اس نے اپنی انگلیوں کو دیکھتے نظریں چرائیں۔ دل اب بھی زور سے دھڑک رہا تھا۔

اکائر نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے اسے دل بھر کے دیکھا۔ وہ ٹربیولنس سے اتنا ہی متاثر ہوا ہوتا تھا جتنا کہ اس جانکاری سے کہ ظبیہ اب ایک سرٹیفائیڈ قاتلہ تھی۔

"جس کے ساتھ بورڈنگ گیٹ پر روم کوم شوٹ کر رہی تھی۔ That is not how you flirt, by the way."

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ کو اپنے کان شرم سے لال ہوتے محسوس ہوئے۔ اس نے منہ بگاڑتے سر کتاب کی اندر ڈال لیا۔ وہ والی کتاب نہیں، دوسری۔ "بکواس مت کرو۔"

اکائر بے اختیار ہنس دیا اور بغور اسے دیکھنے لگا۔ "مطلب جان پہچان تو ہے۔"

"مجھے بات نہیں کرنی اس کے بارے میں۔ بدتمیز انسان ہے وہ۔ گدھا۔ جہاں جاؤ آجاتا ہے۔ فضول مرد۔"

اکائر کے لب 'او' میں سکڑے۔ سر ہلاتے اس نے نیچے دیکھا۔ وہ اور نہیں پوچھنے والا تھا۔ اکائر زمورا کبھی حدود پار نہیں کرتا تھا۔ اس کے لیے سب سے زیادہ اہمیت خود سے کیے وعدوں کی تھی۔

"تم۔۔۔" ظبیہ نے اس کی خاموشی بھانپ کر اوپر دیکھا۔ "تم سے کچھ کہا کیا اس نے؟"

"آئی تھنک اسے صرف تم سے بات کرنے سے سروکار تھا۔" ٹھنڈا جواب۔ اب وہ گود میں رکھے بیگ پیک سے لیپ ٹاپ اور ہیڈ فون نکال رہا تھا۔

ظبیہ نے ابرو اچکائے۔ "کیا مطلب؟"

لیپ ٹاپ پر 'آن' کا بٹن دباتے، سرمئی آنکھیں اس کی جانب موڑیں۔

"مجھے نہیں پتا تم اس کو کیسے جانتی ہو اور وہ کیا لگتا ہے تمھارا بٹ جو اس نے ائیر پورٹ پر کیا وہ تھوڑا۔۔۔ آف تھا۔ انٹرنیشنل ائیر لائنز میں ایسی چیکنگ نہیں کی جاتی۔ اور تم صاحبہ بھی بندوق تانے گھوم رہی تھی۔ ڈمب اینڈ ڈمبر۔"

کالے عبائے والی کو یہ بات بری لگی۔ "میں ڈمب ہوں یا ڈمبر؟"

"ڈمبیسٹ!" اور کانوں پر ہیڈ فون چڑھا لیے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ نے اپنے آپ کو قتل و غارتگری کے اخلاقی اور دینی نقصانات گنوائے۔ مال میں محتاجی، ابدی بدبختی، سماجی تفریق۔ بس، اب اسے ڈپریشن ہو جانا تھا۔

کھڑکی سے باہر دیکھتے اس نے اپنے نیچے بحیرہ جنوبی چین کو پایا، بے آواز سا، اپنی لہریں جھلاتا۔

"اس کا نام رانج ہے۔" اسے اپنی آواز دور کسی غار سے آتی محسوس ہوئی۔ وہ الفاظ ادا کرتے ساتھ ہی اس کے سینے میں ایسی چبھن ہوئی تھی جیسے کسی تازہ زخم کو کریدا ہو۔

اکائر نے گردن موڑی۔

"وہ میرا پڑوسی تھا۔ میں اسے دس سال کی عمر سے جانتی ہوں۔ وہ جب ستھرہ کا تھا۔ لیکن میں اسے اپنا دوست نہیں کہوں گی کیونکہ ہم دوست نہیں تھے۔" سر جھکاتے ظبیہ کو اپنے حنجرے میں پتھر گرتے محسوس ہوئے۔ آنسو باہر آنے کے بجائے الٹے گر کر اس کا حلق جلا رہے تھے۔

"رانج۔۔۔" اپنی چوہتی انگلی کو دیکھا جہاں برسوں سے پہنی غزار کے نام کی انگوٹھی اپنا نشان چھوڑ چکی تھی۔ اچانک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آیا۔ سفید دھاگہ، شام کا وقت، بھورے باجو کرتے میں کھڑا ایک مسکراتا چہرہ اور اس کی بھوری آنکھوں میں چمکتے وعدوں کے رنگ۔

سفید دھاگہ ٹوٹ گیا تھا۔

"میں اسے پسند کرتی تھی۔" ایک لمحہ رک کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ "وہ بھی کرتا تھا۔ ہماری منگنی ہوئی تھی پانچ سال پہلے، جب میں اکیس کی تھی۔ میرے ساتھ اس وقت صرف ابا تھے۔ وہ بھی عجیب۔ وہ اس رشتے سے خوش

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نہیں تھے۔ رانج سے خوش نہیں تھے۔ کیونکہ وہ بہت قابل تھا، کامل تھا، ایک پائلٹ تھا۔ میں۔۔۔" وہ تلخی سے مسکرادی۔ "میں نے تو سہی سے تعلیم بھی حاصل نہیں کی۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا۔"

اکائر اسے سنتا گیا۔ اس نے ہیڈ فون اتار دیے تھے۔

"وہ بس، بہت مشکل انسان تھے۔ وہ یہ شادی نہیں چاہتے تھے، لیکن رانج مجھے ہر بار یقین دلاتا تھا کہ اسے کسی اور کی پسند ناپسند سے فرق نہیں پڑتا۔ اس کے لیے صرف ہم دونوں کے احساسات اہم تھے۔ میں اس کی شکر گزار تھی۔ رانج نے مجھے اندھیروں کے پار دکھایا تھا۔" اس نے ہلکی پیلی روشنی میں اکائر سے نظریں ملائیں، پانی کی تہ اس کی بھوری آنکھیں چمکا رہی تھی۔

"ہر کوئی یہ نہیں کرتا۔"

اکائر زمورا کو اپنے منہ میں بہت سا تھوک بنتا محسوس ہوا۔ اس نے سر جھکایا۔ "سہی کہہ رہی ہو۔ ہر کوئی نہیں کرتا۔" نرم آواز میں دہرایا۔ ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک سوال جنم لے رہا تھا۔ وہ سوال جسے اکائر نے آج تک خیال سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا۔ اس کی زندگی پلٹ دینے والے الفاظ اب اس کے لب تک ابل چکے تھے اور دل، دل ایسا تھا کہ ابھی سینا توڑ کر باہر آجائے۔

نہیں۔ نہیں۔

انگلیوں کو مٹھی میں جکڑتے اس نے سر موڑ لیا۔ نہیں!

اس نے فیصلہ لے لیا تھا۔ اب دل غدر کرے یا خون کے آنسو ٹپکائے، اکائر زمورا فیصلہ لے چکا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ساتھ بیٹھی مسافر روشنی میں واضح اس کے آدھے چہرے کو دیکھتی گئی۔ "جب وہ میرے ساتھ تھا، اس نے میری زندگی آسان بنائی تھی۔ مجھے امید دلائی تھی۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو میں اپنی زندگی کا آدھا حصہ صرف رائج آدم کے نام کر دیتی۔"

اکائر کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ اس کی نسوں میں خون اس رفتار سے دوڑ رہا تھا کہ اس کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔ وہ اور نہیں سن سکتا تھا۔ وہ بے چین سا آگے پیچھے ہوا۔

"تمھیں پتا ہے رائج میرے لیے کیا ہے؟" وہ نرم آواز میں بولی۔

سرمئی آنکھوں نے التجاء کی، بس کرو۔ "ظبیہ۔"

"رائج۔۔۔" وہ اسے دیکھتے رکی۔ "وہ کچھ بھی نہیں ہے۔"

جیسے سفاک ہوا کا کوئی پوشیدہ جھونکا ساری کائنات کو اپنی آغوش میں لے اڑا ہو، سرمئی آنکھوں والا مرد چونک اٹھا۔ گلابی ہونٹ تحیر اور پھر تعجب میں کھل بند ہوئے۔ "کیا؟"

ظبیہ مسکراتی ہوئی شیشے کو دیکھنے لگی۔ سب ویسا ہی تھا۔ یا شاید، اب نہیں۔

"رائج اور میرا کوئی تعلق نہیں ہے، نہ تھا۔ جب وہ میرے پاس تھا، جب بھی وہ ایک اجنبی تھا۔ جب اس نے مجھے سہارہ دیا تھا، جب بھی وہ آزاد تھا۔ ہمارے درمیان کبھی کوئی رشتہ بندھا ہی نہیں۔ اس نے۔۔۔ بندھنے ہی نہیں دیا۔"

"وہ تمھارا منگیتر نہیں تھا؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ نے اسے دیکھا۔ "منگیتر سے کیا ہوتا ہے؟ آپ کی چوہتی انگلی پر چمکتی ایک چیز آپ کو کس حد تک ایک دوسرے انسان سے باندھ کر رکھ سکتی ہے؟ کتنا حق ہو سکتا ہے اس شخص کا آپ پر؟ اگر نیت صاف ہو تو کسی انگوٹھی یا تحفے تحائف کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ عورت کو صرف ایک نام چاہیے ہوتا ہے۔ ایک رشتہ چاہیے ہوتا ہے اور اس مرد سے حفاظت چاہیے ہوتی ہے جس کے گھر میں وہ ہے۔ اور جو مرد اس وقت اسے یہ تین چیزیں نہیں دے سکتا جس وقت اسے ان کی ضرورت ہے، تو وہ مرد کچھ نہیں ہے۔"

"کیا رانج نے تمھیں یہ تینوں چیزیں نہیں دیں؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔ آنکھوں میں کچھ تھا، کچھ بہت گہرا۔

ظبیہ نے نظریں اس سے ملائیں۔ "ایک بھی نہیں۔" اس کے گلے میں کچھ آگرا تھا، کثیف اور پتھریلا۔ اسے سانس لینے میں مشکل ہوئی۔ پھر وہ اداسی سے مسکرائی اور اپنے ناخنوں کے کیوٹیکل کو کھرچنے لگی۔ "لیکن میں کون سی نیک پارسا تھی؟" آواز میں اپنی ہستی کے لیے چبھن تھی۔ "میں نے بھی غلط کیا تھا۔ ایک نامحرم سے امید رکھی، اس کے وعدوں کو حقیقت مانا اور اپنا مستقبل اس کے سپرد کر دیا۔ مرد تو بنے ہی رسوا کرنے کو ہیں۔" وہ آخر میں کڑواہٹ سے بولی۔

"تم کم عمر تھی، ظبیہ۔ ناسمجھ تھی۔ خود کو قصوروار مت ٹھہراؤ۔ ہو سکتا ہے رانج کی بھی مجبوری ہو۔ ہو سکتا ہے وہ ایسی جگہ جکڑا ہو کہ نکل نہ پایا ہو۔ ہو سکتا ہے اس نے تمھیں خوب چاہا ہو، ظبیہ، اور تمھارا غم اسے روندھ گیا ہو۔" اکائر نے اس کی جھکی پلکیں دیکھتے کہا۔ بھوری آنکھوں نے رخ پھیر کر اسے نظروں کے حصار میں لیا۔

"میں نے اس مرد کو چاہا تھا، اکائر، مگر اس کی چاہت نے مجھے میرے آئندہ سالوں میں ذلیل کر دیا۔" موٹے آنسو اس کی آنکھوں کی نچلی پٹی پر امڈ آئے تھے۔ "یہ انعام تھا جو میں نے کمایا اس 'کمٹمنٹ' میں بندھ کر، کیونکہ منہ سے کیے وعدے تب تک ہی نبھائے جاتے ہیں جب تک سامنے والے کو یاد نہ دلاؤ۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تمھیں رائج اپنا گناہگار لگتا ہے؟" اس نے اپنی ہتھیلیاں دیکھتے پوچھا، اس کی ٹون میں جھجک تھی۔

"وہ میرا قاتل ہے، اکائر۔" اس نے ویران سرگوشی کی۔ "اس نے مجھ سے محبت کا سکھ چھین لیا۔ کوئی مجھے ایک موقع دے، میں اس سے زندگی کا سکھ چھین لوں۔"

اکائر کی ریڑھ کی ہڈی سن ہوئی، لب خشک۔ وہ اسے دیکھتا رہا اور اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"رائج آدم دنیا کا بدنصیب ترین مرد تھا۔"

پھر اپنے ناخنوں کو دیکھتے تھوک نگلا۔

قدم تو اس کے بھی سبز تھے۔

ساتھ بیٹھی ظبیہ کسی خواب کی سی کیفیت میں راہداریوں کے درمیان بنی بتیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اکائر کے سامنے اپنی زندگی کے مسائل کا اعتراف کر کے اسے بہتر محسوس ہو رہا تھا یا برا۔ دماغ نے فی الحال دل سے رابطہ توڑ رکھا تھا۔ اس کی خالی خالی بھوری نگاہیں آگے کی قطار میں بیٹھے ایک جوڑے کو تکنے لگیں۔

چند ماہ کا ننھا بچہ باپ کی گود میں تھا اور ان کے سامنے بنی اسکرین پر فروزن (Frozen) مووی چل رہی تھی۔ انا کو ہانس سے سچی محبت ہو چکی تھی اور وہ اس کے ساتھ اندھیری رات میں کھڑی تھی۔ اس کی بے رنگ، سرد زندگی میں آیا پہلا پہلا مرد جس نے اسے اپنے کچھ ہونے کا احساس دلایا تھا، اور وقت کے قفس میں قید انا اس کے حقیقی مقاصد سے مکمل طور پر غافل اسے اپنا سب کچھ مان بیٹھی تھی۔ یہ مرد اس کی زندگی سے محبت کا سکھ چھیننے والا تھا۔ انا ظبیہ بننے والی تھی، اور وقت کے آگے سب بے بس تھے۔

کسی نے ٹھیک کہا تھا: محبت میں آنکھیں نہیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جب ننھے بچے کی ماں سونے لگی تو اس کے شوہر نے اپنا کندھا ترچھا کر کے اسے آرام بخشنا چاہا۔ وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ محبت کی نظر۔ کیا غزار کبھی اسے ایسے دیکھتا تھا؟

دل میں بنتی خلش ناگہاں تھی۔ ظبیہ نے دماغ کو ماضی کے طواف سے باز رکھنا چاہا، مگر کچھ چبھ چکا تھا۔ بن بلائے وہ برستا دن اس کی سوچوں میں کہیں اٹک سا گیا۔

(فلائٹ ایم ایچ تھری سیون زیرو سے چار ماہ قبل)
10 دسمبر، 2013

شہر کوالالمپور میں آج بارش کی پیش گوئی تھی۔

شام ڈھلنے کے دہانے پر تھی اور ارش میں پھیلا بادلوں کا ہجوم چاروں اطراف چھائے گھپ اندھیرے سے ڈھکا ہوا تھا۔ بانگسار کے دو منزلہ بنگلے میں بھی روشنی دور دست تھی۔ لاؤنج کی وسیع کیسمنٹ کھڑکیوں کے قلابے کھلے تھے اور سرد، نم ہوا کے جھونکے اندر سرسرا رہے تھے۔

لاؤنج میں لگے باون انچ کے ٹی وی پر نیوز رپورٹر کی آواز بلند تھی۔ کریم رنگ کا قالین اور چھت سے لٹکتا تین پر والا پنکھا تیز بن آواز ہوا پھینک رہا تھا۔

کیمل کلر کے باجو کرتے میں ملبوس ظبیہ ساکٹ کے ساتھ جھکی ویکیوم کلینر پلگ ان کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گرے رنگ کی شلوار اور ہم رنگ اسکارف گلے میں ڈالا تھا۔ گھنگریالی سیاہ لٹیں گلابی رنگ کے کیچر میں اڑسی ہوئی تھیں۔ کچن اور بیڈ روم کی صفائی کر کے اب اس نے ویکیوم کرنا تھا اور پھر اس کا کام ختم تھا۔

آج غزار اور اس کی شادی کی چوتھی سالگرہ تھی، اور اس کے شوہر نے اسے اینی ورسری (anniversary) ڈنر پر لے کر جانے کا وعدہ کیا تھا۔ غزار نے صبح آفیس جانے سے قبل مسکرا کر اس سے ریستوران پک کرنے کا کہا تھا، کیونکہ وہ اسے اس کی من پسند جگہ لے کر جانا چاہتا تھا۔ ظبیہ تو یہ سن کر ہی پھولے نہیں سما رہی تھی۔ برتن

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

دھوتے دھوتے بھی اس کی آنکھیں ٹیبلٹ پر تھیں، جہاں مختلف ریستوران کی فوڈ ریٹنگ واضح تھیں۔ غزار نے اسے ریستوران کا انتخاب عطا کیا تھا، تو وہ اس کی پسندیدگی کے حساب سے ریستوران چنے گی۔

گو کہ وہ خود سی فوڈ کی شوقین نہیں تھی، مگر پورا دن **'بیسٹ سوشی پلیسس'** سرچ کر کر کے چلتا پھرتا مینو کارڈ بن گئی تھی۔

"شام بخیر، میں اس وقت کوالالمپور کے علاقے تمان تُن ڈاکٹر اسماعیل سے لائیو رپورٹنگ کر رہا ہوں۔" ٹی وی پر چلتے پیغام نے اچانک اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا۔

ویکیوم کلینر کے تار سے گانٹھیں مٹاتی اس کی انگلیاں دو پل کے لیے تھم گئیں اور اس نے چہرہ اٹھا کر اسکرین دیکھی۔

رپورٹر کی آواز صحن میں گونج رہی تھی۔

"نومبر سے ہوتی مسلسل بارشوں کی وجہ سے مقامی سطح پر آنے والے سیلاب کے باعث رہائیشی کئی دشواریوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ گلیوں نے ندیوں کی صورت اختیار کر لی ہے اور گھر گھر پانی میں ڈوبا ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ اپنی پناہ گاہوں سے محروم ہیں۔"

ظبیہ نے صوفے سے ریموٹ اٹھاتے آواز تیز کی۔ ٹی وی پر کیمرا مین پانی سے بھری سڑکوں کا حال دکھا رہا تھا اور پیچھے رپورٹر کی آواز مسلسل تھی۔ اس کا دل دھڑکا، دھڑکن کانوں تک سنائی دی۔ گلی کی تصویر میں بھوری آنکھیں کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔ کوئی نشانی، کوئی یاد۔

وہ گلیاں اسے کیسے بھول سکتی تھیں۔ رپورٹر کی پیٹھ پر رہائیشی سڑکوں کے درمیان سے گزرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی چھتریاں کھلی تھیں اور پجامے ٹخنوں سے اوپر لپٹے تھے۔ اس کے اپنے لوگ۔ گلابی ہونٹ بے معنیٰ سی مسکان میں گھل گئے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

چار سال بیت گئے تھے اور اب وہ گلیاں اس سے کوسوں دور تھیں۔ وہ واپس جانے کے سارے راستے بھول چکی تھی۔ واپس جانے کا سارا حق لٹا چکی تھی۔ اس کے باپ، یمین العطاس، کڈنی ڈیمیج کی وجہ سے دو سال قبل وفات پا چکے تھے۔ ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ان کے گردوں تک جاتی خون کی نالیوں کو صدمہ پہنچا تھا اور ضعیف عمر کی وجہ سے صحتیابی کی طرف آتا سفر ان کے لیے کٹھن کام بن گیا تھا۔ وہ ہاسپٹل میں ہی دم توڑ گئے تھے۔ غزار نے ان کے سارے بل کلیئر کیے تھے اور پھر اس کی تمان تُن والی پراپرٹی بھی سلامتی سے اس کے نام ٹرانسفر کروادی تھی۔

ظبیہ نے کاغذات پر دستخط کرتے انھیں دیکھا تک نہیں تھا۔ اس کا دل اُچاٹ تھا۔ وہ اس گھر سے بے حس اور مبہوت تھی۔ اسی لیے اس نے غزار سے کہا تھا، بلکہ درخواست کی تھی، کہ وہ خود ہی کوئی گاہک دیکھ کر اسے ٹھکانے لگا دے۔ غزار نے کافی سوچ بچار کے بعد، خود ہی وہ گھر خرید لیا تھا اور ظبیہ کے نام کی ایف ڈی کھلوا کر رقم وہاں جما کر دی تھی۔

کیا وہ اس کے کہنے پر اسے وہاں لے کر جائے گا؟ ایک خیال اس کے دماغ کے کنارے چھو گزرا۔ بن بلایا، بے مقصد۔ اسے جھلاہٹ ہوئی اپنی خواہش پر۔ وہ کیوں جانا چاہتی تھی اس اجاڑ بستی میں؟

ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ٹی وی بند کر دیا۔ سیاہی پوری اسکرین پر پھیل گئی۔ اب کہ اس کے ابرو تنے تھے اور چہرے پر واضح ناگواری۔

یکایک مین ڈور پر کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ اس نے ویکیوم کلینر کونے چھوڑا اور گھڑی پر وقت دیکھا۔ سات بج چکے تھے۔ عموماً یہ اکائر کے واپس آنے کی گھڑی ہوا کرتی تھی۔ لچھے دار اسکارف سر پر ٹھہراتے وہ دروازے تک پہنچی اور کی ہول (keyhole) سے جھانک کر گیٹ کھولا۔

"سلام۔" سامنے کھڑے اکائر نے تھکی ہوئی مسکراہٹ پیش کی، کندھے پر بیگ سنبھالا۔ سفید بٹن شرٹ اور سیاہ پینٹ پہنے پتا نہیں کیوں وہ روزمرہ کے مقابلے کئی گنا زیادہ باترتیب اور حاکمانہ ظاہر ہو رہا تھا۔ کلائی کے گرد سیاہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گھڑی تھی اور گھنے بال انگلیوں سے پس پیشانی دھکیلے گئے تھے۔ مین گیٹ کے اوپر لگے بلب کی روشنی اس پر قطرہ قطرہ نمایاں تھی۔

"واعلیکم۔" ظبیہ بھی مسکرائی، ساتھ ہی اس کی نگاہیں اکائر کے پیچھے بنتے منظر کو دیکھنے لگیں۔ گھر کی دہلیز کی چند سیڑھیاں چھوڑ کر بارش کی ننھی، میٹھی بوندیں آسمان سے ٹپکنا شروع ہو چکی تھیں۔ روڈ پر کھڑے درخت خنک ہوا میں جھوم سے رہے تھے۔

"It's raining."

اکائر نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے اقرار کیا، لہجے میں ایک غیر شناخت شدہ سی مٹھاس تھی۔ پھر اس نے چہرہ گھما کر اسے دیکھا۔

"میرے مہمان آئے ہیں۔ تمھیں کوئی مسئلہ تو نہیں؟" اس نے دھیمے سے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ سیاہ ٹویوٹا آویزا کی بتیاں بجھی تھیں اور ونڈ شیلڈ وائپر شیشوں سے پانی صاف کرنے میں مگن تھے۔

اس کے تاثرات حیرت کے رنگ ڈھلے۔ "او، نہیں۔ نہیں، بالکل نہیں۔ میں ڈائننگ روم۔"

"نہیں، دوست ہے۔ کمرے میں بیٹھ جائیں گے۔"

اطلاع کر کے وہ اندر جانے آگے مڑا لیکن ظبیہ اپنے استھان سے دو قدم بھی نہ ہلی۔ اس نے اچھنبے سے ابرو اوپر کی۔

"تمھارے جوتوں میں کیچڑ ہے؟" وہ بازو لپیٹے کسی استانی کی طرح پوچھ رہی تھی۔ اکائر گہری مسکان مسکرا دیا۔ "گاڈ فاربڈ کوئی آدمی کیچڑ والے جوتوں کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہو جائے۔" اس نے اڑھیوں سے جوتے کھسکائے پھر ظبیہ کو دکھا کر باہر بنے ریک پر جمائے۔

"اب؟ اجازت ہے، ظبیہ پوان (میڈیم)؟"

وہ ہنس دی۔ "شوق سے جائیں، اکائر انسیک (سر)۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ سر کے خم کے ساتھ اس سے علیحدہ ہوئی۔ اکائر اپنے مہمان کو اندر دعوت دے رہا تھا۔ ظبیہ کچن سے ہٹ کر اپنے کمرے میں چل دی۔ آٹھ بجنے سے پہلے ہی اسے تیار ہونا تھا، کیونکہ غزار نے کہا تھا وہ فوراً ہی ڈنر کے لیے نکل جائیں گے۔ اس نے ہینگر میں لٹکا استری شدہ گہرے گلابی رنگ کا باجو کو رنگ اتارا اور کپڑے تبدیل کرنے کے لیے غسل خانے چل دی۔

اس کے بعد اس نے اپنی تھکی ماندہ صورت کو فیس پاؤڈر سے سدھارنا چاہا۔ پف کو اپنے بھورے گالوں پر تھپتھپاتے اس نے ہلکے گلابی رنگ کا بلش پھیلایا اور پھر اسٹینڈ سے اپنی مسکارا اسٹک تھامی۔ استعمال سے قبل اس کو دو تین دفعہ ٹھوکا، پھر برش باہر نکالتے اسے اپنی پلکوں کے اوپر نیچے لگایا۔ سیاہ پلکوں کا خم اب ابھر کر واضح تھا۔ ناک کی لونگ بدلنے کا سوچا لیکن خیال ترک کر دیا۔ بلاوجہ کی جھنجھٹ۔ بالوں میں برش پھیر کر اس نے ایک اونچی پونی بنائی، مرغولے دار لٹیں اس کی گردن کی پشت پر جھولتی گئیں۔

دوپٹہ سر پر ڈال کر وہ واپس لاؤنج میں آئی تو وقت آٹھ کے قریب تھا۔ اب اسے غزار کا انتظار تھا۔ وہ خوش باش سی کچن میں آ کھڑی ہوئی۔ راستے میں ایک لاشعوری نگاہ اوپری زینے پر ٹھہرائی۔ اکائر کے کمرے میں ہلکی کھڑ پڑ سنی جا سکتی تھی۔

وہ پہلی دفعہ تھا جو اس کا کوئی مہمان گھر آیا تھا، اسی لیے ظبیہ کا تعجب قابلِ فہم تھا۔ خیر، وہ خوش ہوئی تھی کہ اکائر نے بھی گھر کو گھر سمجھا تھا، ورنہ تو وہ کُل چیزیں مروت میں ہی چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اسے دیکھ کر ظبیہ کو اکثر ترس آتا تھا۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ اس کے پاس بھروسہ کرنے کو لوگ ہوں، دوست ہوں۔

اچانک ہی اس کے من میں خیال آیا کہ اس کے مہمان کے لیے کچھ لوازمات کا انتظام کر دے، تو اس نے آدھی کیتلی بھر کر پانی چولہے پر چڑھایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

برتنوں کے ریک سے دو مگ برآمد کیے، پھر فرج سے کنڈینس (condensed) دودھ کا ڈبہ باہر نکالا اور کنارے سے ٹن کھولا۔ ٹیبل اسپون کی مدد سے دونوں کپ میں خاصہ مقدار ڈال کر وہ سیدھی ہوئی اور پانی کے قریب جھکی۔ ابال دور تھی، سو اس نے آنچ تیز کر دی۔ شعلہ بھڑک اٹھا۔

اس کی تیاریاں تے تاریک کے لیے تھیں، جسے بیشتر اوقات مالائی بلیک ٹی مانا جاتا ہے۔ مگر عام بلیک ٹی کے برعکس، اسے بنانے کا طریقہ مخصوص تھا۔

دروازے پر بیل بجی تو اس بار اسے معلوم تھا غزار کے علاوہ کوئی نہیں ہو گا۔ وہ ابلتے پانی کو وہیں رکھ کر گیٹ کھولنے آئی تو ایک ناگوار سی شکل بنایا غزار اپنے بریف کیس سے پانی کے چھینٹے صاف کر رہا تھا۔ صبح کی استری شدہ سیاہ ڈریس شرٹ شکن زدہ اور باسی معلوم ہوتی تھی، ساتھ ہی اس کا کوٹ بدمزگی سے بازو پر دھرا تھا۔ ظبیہ سے آنکھیں ملائے بغیر ہی وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اس نے سلام کیا تو جواب بھی نہیں لوٹایا، بس وزنی قدموں سے صحن کی جانب رواں رہا۔

سیاہ لوفر اپنے عقب میں چمکتے ٹائلز پر کیچڑ کے نشانات روند گئے۔

"خیریت؟ بارش تیز ہے کیا؟" ظبیہ اس کے ساتھ کھڑی آہستگی سے سوال کرنے لگی۔ اس نے اس کی سنواری ہوئی صورت پر ایک نگاہ تک نہیں روشن کی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی اس کا موڈ اترا ہوا تھا، اور وجہ ذرے سے آفتاب تک کچھ بھی ہو سکتی تھی۔

"پوچھو ہی مت۔" کچن کا نل کھولتے اس نے بہت سارا پانی اپنے ہاتھوں میں جما کیا پھر زوردار چھینٹا چہرے پر پھینکا۔ ظبیہ نے نچلا لب دانت سے کترا۔

"گاڑی پھنسی تو نہیں کہیں؟ میں نیوز میں دیکھ رہی تھی۔۔۔"

"کھانا کیا بنایا ہے؟" وہ اب آستینیں اوپر کی طرف موڑ رہا تھا۔ گندمی رنگے بازو صاف ظاہر تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"جی؟" وہ گڑبڑا کر رکی اور چولہے پر پکتے سادے پانی کو دیکھا۔ اب وہ دونوں کپ میں جھک کر باری باری اشیاء دیکھ رہا تھا۔

"او، چائے بنا رہی ہو، گڈ۔ میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ ساتھ کچھ میٹھا بھی دے دینا۔"

"یہ، یہ ہماری نہیں ہے۔ مجھے لگا آپ۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں میں ایک اور رکھ دیتی ہوں۔" اس نے خود کو ٹوکا اور جلدی جلدی ریک سے اٹھا کر تیسرے کپ میں دودھ ڈالنے لگی۔ غزار ادھر ہی کھڑا رہا۔

"میں نہا کر آتا ہوں، پھر کھانا کھاؤں گا۔ فون کوٹ کی جیب میں ہے، چارج پر لگا دو۔"

وہ جانے ہی لگا تھا، کہ وہ کہے بنا رہ نہ سکی۔ اس کے مخالف بیانات ظبیہ کو بھنبھوڑ رہے تھے۔

"ہم تو۔۔۔ ہم باہر کھانا کھانے والے تھے۔"

غزار نے چہرہ اس کی جانب موڑا تو اسے اپنا گلا خشک ہوتا محسوس ہوا۔ وہ پھر بھی کہتی گئی۔

"مطلب، ایسا نہیں ہے کیا۔۔۔؟" وہ اتنا ہی کہہ سکی، پھر ٹھوڑی جھکا کر جلدی جلدی ابلتے پانی کی آنچ آہستہ کی۔

"تمھارا دماغ ٹھیک ہے؟ اس خراب موسم میں تمھیں بٹھا کر کدھر اڑتا پھروں میں؟" وہ چڑ کر بولا، چہرے کے تاثرات بگڑ چکے تھے۔ ظبیہ نے دل میں اٹھتی چبھن دبائی۔

"مجھے بس لگا—"

"اور یہ تین کپ کس کی خاطر میں ہیں؟" وہ قریب بڑھا۔ ظبیہ کو اپنے رخسار ندامت سے کھولتے محسوس ہوئے۔

"وہ۔۔۔" اس کے پاس واقعی الفاظ کم تھے۔ غزار کان دھرے اس کے سامنے جھکا تھا۔

"وہ، اوپر اکائر کے مہمان۔"

"او، تو وہ میری بیوی سے خدمتیں کروا رہا ہے رئیس زادہ۔" اس نے ایک گھوری خاموش سیڑھیوں پر ڈالی۔ ظبیہ کی آنکھوں کے ڈلے پھیلے اور اس نے تردید میں سر ہلایا۔

"اس نے کچھ نہیں کہا۔ بس میں نے..."

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تو یہ تم ہو جسے خدمتِ خلق کا بھوت چڑھا ہے؟" وہ کاؤنٹر پر کہنی ٹکائے پوچھنے لگا۔ ظبیہ اس کی آنکھوں سے فرار چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو کسی اونچی پہاڑی سے پھینک دینے جیسی بجلی اس کے تن بدن سے لپٹ گئی تھی۔

"یہ خدمتِ خلق ہے یا خدمتِ مالک ہے؟ مکان مالک۔" آگے بڑھ کر چولہا بند کیا۔ ظبیہ نے نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ "ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے لگا میں کچھ پینے کا دے دوں گی تو۔"

اس نے ظبیہ کے مٹھی بھر بال پچھلی طرف سے جکڑے، پھر دبے دبے غصّے میں غرایا۔ "تمھیں پتا ہے، بے وقوف لڑکی، کہ میرے گھر کا سودا اس امبانی کی اولاد کو پالنے کے لیے نہیں ڈلتا۔"

اس نے ہونٹ کاٹ کر اپنی سسکی روکی۔ ہاتھ اس کے آہنی قلاب کو توڑنے کے لیے سستی سے اس کی انگلیاں مسل رہے تھے۔

"تو تمھیں مدر ٹریسا بننے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تنخواہ پتا ہے اس کی تمھیں؟ پر گھنٹہ بھی وہ 1500 رنگٹ کماتا ہے۔ اسے میرے اور تمھارے ٹکڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

ایک جھٹکے سے اس کے بال آزاد کیے، پھر ایک بے زار نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ وہ بمشکل آنسو روک رہی تھی۔ اگر ابھی رو دی تو مسکارا بھی بڑی بری طرح بہنا تھا۔

"اتنا تیار کس خوشی میں ہوئی ہو تم؟" وہ اس کا راستہ روک کر کھڑا تھا۔

"غزار۔" اس کی آواز درد سے کپکپائی۔ "آپ کو نہیں پسند تو میں مٹا دوں گی۔"

"ہوئی کس لیے ہو؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ جیسے چند لمحات قبل وہ نہیں، کوئی بہروپیا اس کا دم گھوٹ رہا تھا۔

"ہماری شادی کی سالگرہ تھی آج۔" وہ آنکھ کا کنارہ صاف کرتے مڑی۔ اب وہ گرم پانی کپ میں پڑی پتی کے اوپر بوند بوند ٹپکا رہی تھی، جو رنگ بدل کر گاڑھا بھورا ہو چکا تھا۔ پتی کے دانوں کی تیز مہک ان کے درمیان تیر گئی۔

غزار کی گہری سیاہ آنکھیں اسے دیکھتی رہیں۔ "تو تمھیں خوشی ہے ہماری شادی کی؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ ٹھٹک کر رکی۔ بھوری آنکھیں سرخی میں ڈوب رہی تھیں اور نچلی پلکیں نم تھیں۔ کیتلی چولہے پر واپس رکھتے اسے امید کی کرن کسی کنارے سے پھوٹتی دکھائی دی۔

"رہنے دیں۔" اس نے بات ختم کرنی چاہی، مگر اگلے ہی لمحے غزار نے اس کی کہنی نرمی سے تھام کر اسے اپنی جانب موڑا۔

وہ پلکیں مچکاتے اسے تکتی گئی جو اسے کاؤنٹر کے قریب لے کر کھڑا تھا۔ گہری آنکھوں میں ایک بے نام سا اشتیاق تھا۔

"تمھیں لگتا ہے ہماری شادی کامیاب ہے؟" اس نے مستحکم سی سرگوشی میں سوال کیا۔ انگلیاں اس کی کہنی سے ہوتی آستین کے کنارے تک جا پہنچی۔

"مجھے۔۔۔" اسے سانس لینے میں دشواری ہوئی۔ نظریں بے اختیار نیچے کیں۔ "مجھے لگتا ہے ہم دونوں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ہم دونوں خوش ہیں تو یہی معنیٰ رکھتا ہے۔"

اس کی انگلیوں نے مزید ڈھلوان پر سفر کیا اور پوریں ظبیہ کی ہتھیلی سی جا ٹکرائیں۔ اس کے ہاتھ کو اپنے دستِ قید میں لیتے اس نے ظبیہ کو تنکا برابر نزدیک کیا۔

"تم خوش ہو میرے ساتھ؟" اس نے سانس روکے سوال کیا، گھمبیر آواز بے ثباتی کے جذبے سے مالا مال تھی۔

بھوری آنکھیں بلا قصد عریض ہوئیں۔ اس کی جانچتی نظر میں امنگ اور اشتباہ مساوی مقدار میں تھے۔

"آپ اچھے ہیں، غزار۔"

"واپس جاؤ۔ میرا سوال کچھ اور تھا۔"

ظبیہ نے لپ گلوس والے ہونٹ دبائے، پھر ایک خوش امید نگاہ سے اسے دیکھا۔ "میں خوش ہوں۔ مجھے آپ سے اچھا کوئی کبھی نہیں ملنا تھا۔"

وہ تھوڑا سا مسکرایا اور دونوں ہاتھ اس کے گالوں پر رکھے۔ "تم مجھ سے محبت کرتی ہو، بیہ؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یکایک جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ نظریں اٹھائے اپنے سامنے کھڑے وجود کو تکنے لگی، زبان ایسی تھی کہ ایک لفظ بھی باہر نکالنا محال تھا۔

"Because I love you. I love you a lot."

غزار نے شکست زدہ اعلان کے ساتھ اپنی ٹھوڑی اس کے سر پر ٹکائی۔ "کاش، تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرو۔"

"میں کرتی ہوں۔ میں بھی۔۔۔" رخسار سرخ ابھرے تو اس نے بے کلی سے پہلو بدلا۔ غزار نے اسے فاصلہ برتنے کی اجازت دیتے گرفت آہستہ کی۔

اب وہ کانپتی انگلیوں سے پتی اور دودھ کے امتزاج کو خاصا اونچائی سے ایک کپ سے دوسرے میں انڈیل رہی تھی، کئی بار۔ یہ تے تاریک میں جھاگ بنانے کا طریقہ تھا۔

"کیا میں تمھاری پہلی محبت ہوں، ظبیہ؟" وہ اس کے شانوں کے اوپر جھکا۔ آئندہ آنے والے لمحات میں ایک برتن سے دوسرے میں بہتے دودھ کی چھپ چھپ تھم چکی تھی۔ ظبیہ نے بااضطراب آنکھیں اس کی جانب موڑیں۔ غزار کا چہرہ بجھ سا گیا۔ "او، رائٹ۔ آف کورس۔ کیسے بھول سکتا ہوں؟ میری بیوی کا سیاہ ماضی محلے کے کسی سڑک چھاپ پائلٹ کے ساتھ۔" اب کہ لہجہ نیم کی کڑواہٹ سے سرپوش تھا۔

ظبیہ نے ٹھوڑی مزید نیچے تک جھکالی، ہاتھ تیزی سے دودھ اور پتی الٹ پلٹ کر رہے تھے۔

"ویسے مجھے تم پر یقین نہیں آتا، ظبیہ۔ دکھنے میں اتنی سیدھی سادی ہو اور پورا مرد باورابنا رکھا تھا۔" وہ طنزیہ انداز میں کہے جا رہا تھا۔ "اپنے باپ کا ہی خیال کر لیتی۔"

بیتے ہوئے جرم اور گناہ کا احساس اسے ایک بار پھر ڈس رہا تھا۔ وہ ایک ایسا شجرہ قلہ تھا جو ہر بار فتح و فیروزی سے اس کے دل کو اپنے قابو میں جکڑ لیتا۔ اس نے کتنی ہی توبہ کر لی تھی، لیکن بشر نہیں بھولتا تھا۔

"آپ آئس ٹرے دیں گے مجھے؟" اس نے لرزتی آواز میں گزارش کی۔ غزار سر ہلاتا فرج سے ٹرے نکالنے لگا جس میں برف کے ٹکڑے گولائی میں جمے رکھے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کے سامنے ٹرے رکھتے وہ برابر میں ہی ٹک گیا۔ "تمھیں یاد آتا ہو گا وہ۔" وہ بازو لپیٹے پوچھ رہا تھا۔

"مر جائے وہ میری بلا سے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔ وہ چپ کیوں نہیں ہو رہا تھا؟ ٹرے سے ٹھوک ٹھوک کر وہ آئس کیوبز نکالنے لگی۔

استہزاء سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں ہوئی، پھر اس کی ٹون سنجیدہ ہوئی۔ "اگر چار سال پہلے وہ ہوتا تو چار سال بعد میں نہ ہوتا۔ تمھارے لیے تو اول وہی تھا، ظبیہ۔"

ظبیہ نے آئس کیوبز بلینڈر میں ڈالتے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہاں موجود تاثر اسے اندر تک دہلا گیا۔ غزار کی آنکھیں اس پر جمی تھیں اور جبڑا تنگ تھا۔

"تم نے بہت دکھ دیا ہے مجھے۔" وہ خاموش آواز میں بولا۔ "تم نے مجھے ہمیشہ اس کی replacement (بدل) سمجھا ہے۔"

ظبیہ کے دل کو ٹھوکر لگی۔ "نہیں، غزار۔ وہ کہیں نہیں ہے۔" وہ اچانک اس کی ہتھیلی چھونے بڑھی تو اس نے ہاتھ دور کر لیا۔ "میرے شوہر آپ ہیں۔" ننھے موتی کی صورت آنسو اس کے گال سے بہنے لگے۔ "وہ غلطی تھی، ناسمجھی تھی۔ وہ کسی لائق نہیں ہے میرے۔ میں نے ہمیشہ اپنا سب کچھ آپ کو مانا ہے۔"

"تم سچ میں مجھ سے محبت کرتی، تو ایسی نہ ہوتی، ظبیہ۔" وہ بمشکل اپنے طیش کو لگام دیتے بولا۔ "تم آج تک غم میں ڈوبی ہو۔ نفرت ہوتی ہے مجھے تمھاری شکل سے جب مجھے یاد آتا ہے کہ مجھ سے پہلے کوئی اور مرد تمھیں اتنا پاس سے دیکھ چکا ہے۔ تم نے اپنے اور میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔"

اس کے آنسو زار زار ٹوٹتے گئے۔ "میں نے معافی مانگی تو ہے آپ سے۔ اللہ سے۔"

"کس کس چیز کی معافی مانگو گی؟ تم جیسی عورت پر آدمی دوبار اعتبار نہیں کر سکتا۔ اداکارہ ہو تم ایک نمبر کی۔ ابھی بھی پلو میں کوئی عاشق چھپا رہی ہو گی، کسے پتا ہے؟"

وہ بے یقینی سے بازگشت ہوئی، تنہا آنسو اس کے گال پر دراڑیں ڈالتا اس کی ٹھوڑی سے زیر ہوا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"آپ۔۔۔" اس کے لب ہلے مگر کوئی آواز باہر نہیں آئی۔

"جاؤ یار۔" وہ اسے کہنی سے پکڑ کر پرے دھکیل گیا۔

"آپ کیسے یقین کریں گے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں؟" اس بار اس کی آواز مقابلتاً اونچی تھی۔ کرب اور آزردگی اسے کے لب و لہجے میں اچھی طرح مدفن تھے۔ مسکرا اس کی آنکھوں کے گرد حلقے نکھار گیا تھا۔

وہ جو کچن کی چوکھٹ تقریباً پھلانگ چکا تھا جاتے جاتے تھم گیا۔ مڑ کر ظبیہ کو گھورا جو حواس باختہ سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی، اور دھیمے سے چل کر اس تک آیا۔

اگلا ایک ایک لفظ چبا چبا کر اس کے منہ پر اگلا۔ "اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتی تو تمھیں کبھی یہ سوال نہ پوچھنا پڑتا۔ تمھارا مسئلہ ہی یہی ہے۔You try so hard, it's ugly."

(تم اتنی کوششیں کرتی ہو کہ سب بدصورت لگتا ہے۔)

بیڈروم کے پیچھے گم ہوتے غزار نے دروازہ دھڑام سے بند کیا۔ وہ بے حرکت ادھر ہی کھڑی رہی۔ بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ اب بھی رینگ رہی تھی۔

خود کو مجبور کرتے وہ گھومی اور برف بلینڈ کی۔ پھر چائے دو کپ میں نکالی اور اس کے اوپر آئس کا چھڑکاؤ کیا۔ نمکین آنسو روکتے اس نے ٹوتھ پک کی مدد سے دوں وں کپ میں چائے کے گاڑھے مادے کے اوپر، انفینٹی (infinity) کا نشان کھینچا۔ یہ ہمیشہ سے اس کا ٹریڈ مارک تھا۔ اس کے ہاتھ مسلسل لرز رہے تھے، آنسو بوند بوند ٹھوڑی سے ٹپک رہے تھے۔

جب وہ تیار ہو گئی تو اس نے انھیں ٹرے میں منتقل کیا اور ٹھنڈے ہاتھوں سے فون کی اسکرین کھول کر اکائر کو نیچے آنے کا پیغام ایس ایم ایس کیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ سیڑھیاں ہی اتر رہا تھا کہ ظبیہ باتھ روم میں خود کو لاک کر چکی تھی۔ اتنی قابلِ ترس حالت میں اسے اپنا دیکھے جانا گوارہ نہیں تھا۔ اس نے دروازے کی اوٹ سے اکائر کو اسے ڈھونڈتے دیکھا، پھر وہ نرمی سے مسکرا کر ٹرے اپنے ساتھ لے گیا۔

ظبیہ غسل خانے کے ٹھنڈے فرش پر اگلے ڈیڑھ گھنٹے روتی گئی۔

جگہ: کاکپٹ

01:28 AM

"I know your secret."

(میں تمھارا راز جانتا ہوں۔)

ایک گہری، دلچسپ مسکراہٹ کے ساتھ اسامہ نے نظریں موڑتے اپنے مقابل بیٹھے پائلٹ کو دیکھا۔ سیت بیتوں میں روشن اس کا پروقار چہرہ کچھ سوچ رہا تھا، اور اس کے وچار اتنے فرحت انگیز تھے کے ہونٹوں پر مسکان چسپاں ہو کر رہ گئی تھی۔

رانج کی رگوں میں بجلی رواں ہوئی، خون اس تیزی سے سر چڑھا کہ اسے اپنی سانس رُکتی محسوس ہوئی۔ ہیزل آنکھیں خاموش ٹرانسپونڈر تک پہنچیں۔

اسے پتا تھا کہ اسامہ کیا، کوئی بھی یہ تبدیلی ذرا دیر کے بعد بھانپ لے گا، اسی لیے اس کا منصوبہ حرکت آور تھا، لیکن اتنے کم وقت میں اسامہ کا یہ جاننا رانج کے لیے خطرہ تھا۔ خطرے سے بڑھ کر، یہ اس کے لیے اجاڑ تھا۔

کھلتی دشواری کے ساتھ خود کو مرکب رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے، کیپٹن نے اپنے کو پائلٹ کو نظر بھر کے دیکھا۔ "کون سا راز؟" آواز پر سکون مگر سنجیدہ تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رائج آدم کے تو الفاظ ہی دستی بم تھے اور نگاہیں شعلہ شعلہ۔

اسامہ مسکرا دیا۔ اس کی سفید سیاہ بالوں نے روشنی کے کھیل میں چمک پکڑی۔ اب وہ فلائٹ پلین اٹھائے اسے ایک اور بار پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی خاموشی سے اسے تنگ کر رہا تھا۔ رائج اسے گھورتا رہا، دل ادھم پدھل تھا۔

"فرسٹ آفیسر۔" اس نے زور دیا، جبڑا سختی سے بند تھا۔ "کون سا راز؟"

شاید اس کی بے بسی سدا کی مضحک معلوم ہوئی تھی اسامہ کو کیونکہ وہ ہنس پڑا تھا۔ سر یہاں سے وہاں ہلاتے وہ اسے دیکھنے لگا پھر ایک اور قہقہہ لگایا۔

"کیا حال بنالیا ہے اپنا، ہمم؟ اتنا ڈر لگ رہا ہے کہ میں تمھاری وائف ٹوبی کو جان گیا ہوں؟"

رائج کے اندرون میں بجتا ٹک ٹک بم دھیما پڑا، لیکن چہرے پر سوال ظاہر ہوا۔ مسکراتے چہرے کو دیکھتے اس نے ایک ابرو اونچی کی۔ "میری وائف؟"

اسامہ نظریں موڑتے مسکراتا رہا۔ "ٹوبی۔ اتنی جلدی ہے وائف بنانے کی؟"

شکر خدا کا، اب اس کا دل بند نہیں ہو رہا تھا لیکن اس کی ساتھی کی باتیں اس کا دماغ ضرور چاٹ رہی تھیں۔ اس نے جھنجھلاہٹ سمیت چہرہ موڑا اور رڈر پیڈل پر پیر دباتے خود کو صبر رکھنے پر مجبور کیا۔ "کس کی بات کر رہے ہو؟"

اس کے دماغ میں اس وقت سو گھنٹیاں، ہزار نقشے اور لاکھ سوالات گونج رہے تھے جن کے جواب بھی اس نے خود بنانے یا بگاڑنے تھے۔ اس درہم برہم کے درمیان اسامہ کی بے تکی پہیلیاں اس کا خون چوس رہی تھیں۔

کاش، فرسٹ آفیسر کا بھی کوئی ٹرانسپونڈر ہوتا جو وہ ایک کلک کے ساتھ بند کر سکتا۔

"بلیک عبایا، برائون آئیز، ابائوٹ فائیو فور، آئی تھنک؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بس، اس کا دل ایک بار پھر پتھر ہو گیا تھا، لیکن کانوں کی لو ایسے دہک رہی تھیں جیسے گرم سیسا انڈیلا ہو۔ رائج نے اسے دیکھا، الفاظ تمام تھے۔

اسامہ مسکرا دیا۔ "سہی پہنچا ہوں، ناں؟ گڈ چوائس۔ پیاری ہے۔"

"کیسے۔۔۔" اس کی انگلیاں کنٹرول بوک کے گرد طواف کرنے لگیں۔ یہ جاننا ضروری نہیں تھا کہ کیسے اور کیوں۔ اسے خوش ہونا چاہیے تھا کہ اسامہ اس کے اصل منصوبے سے کامل طور پر غافل تھا، لیکن اس بھوری آنکھوں والی کے معاملات میں رائج دماغ سے کم اور دل سے زیادہ فیصلے لیتا تھا۔

"بورڈنگ گیٹ پر جو ترکش ڈرامہ شوٹ کیا تھا تم نے، اس کے چرچے بریفنگ روم پہنچ گئے تھے۔ سب حیران تھے کہ کیپٹن رائج کو کسی مسافر سے مسلہ تھا۔ And what better romance then two people in love fighting? ابھی پیچھے کیبن میں اسے بغور دیکھا۔ وہی تھی وہ۔ اسے ہی سوچ سوچ کر دانت نکال رہے تھے ناں تم چالباز آدمی؟"

اس نے ایک سانس بھرتے ابرو سکیڑیں۔ "تم سب ریٹارڈ ہو۔ رومانس ناولز کم پڑھو تو یہ حال نہ ہو تمھارا۔"

فرسٹ آفیسر نے ناراض سی آنکھیں گھمائیں۔ "کیا کروں، تمھاری طرح ڈائٹ اسمودی بنانے کے ٹوٹکے دیکھوں رسالوں میں؟"

کیپٹن نے ہار مان لی۔ فضول بکواس میں اسامہ کا کوئی مخالف نہیں تھا۔

اسامہ تھوڑا سا مسکرا دیا، اس بار اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔ "انشاءاللہ سب اچھا ہو گا۔ لیکن ایک مشورہ دینا چاہوں گا۔ پلین اور پلین اڑانے میں تم میرے باپ ہو، لیکن دل اور دل کے معاملات میں ذرا کچے ہو۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج نے نظریں باہر کی طرف پھیر لیں۔MH370 اب ویتنام کی فضاء میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن کسی کو یہ خبر نہیں تھی۔ دنیا والوں کے لیے پچھلے چند منٹ قبل ہی وہ ایک سوالیہ نشان بن چکا تھا۔

"تم نے آج اس سے جیسے بھی بات کی، جس بھی وجہ سے کی، آئیندہ کوشش کرنا ایسا نہ ہو۔ عورت کا دل بہت نرم ہوتا ہے، رانج۔ وہ تمھارے سامنے شاید یہ بات کبھی نہ مانے، خود کو کبھی مجبور یا بے بس ظاہر نہ کرے، کیونکہ اس معاشرے نے اسے ایسا سکھایا ہے۔ مدد مانگنے پر انکار کا ڈر سماج نے عورتوں میں پرویا ہے۔ لیکن تم یہ سمجھ لینا کہ اگر وہ تمھارے ساتھ کسی رشتے میں بندھی ہے تو اسے تم سے ہر وہ چیز درکار ہے جو اس کا حق ہے۔ اور عورت کے حق پر کبھی سمجھوتا مت کرنا۔ کبھی بھی نہیں۔"

سامع نے متکلم سے نگاہیں ملائیں۔ ہیزل آنکھیں پوری طرح سے اس کے حصار میں تھیں۔ ہلکی بڑھی شیوہ والا پائلٹ بغیر کچھ کہے، ہوا میں ملغوب باتوں کے وزن کو محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس نے پلکیں جھپکیں، اور وہ سوال کیا جس کا جواب ڈھونڈنا اس نے بہت پہلے چھوڑ دیا تھا۔

"اور اگر۔۔۔" رانج اپنی آواز نہیں پہچان سکتا تھا۔ یہ وہ نہیں تھا۔ یہ وہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے نچلے حصے میں پانی کی تہ چمک رہی تھی۔ اسامہ اسے دیکھتا رہا۔ اس کے دوست کے دل میں سوال تھا، اس کے دوست کا دل سوالات کے بوجھ سے بھاری تھا۔

"اور اگر آپ نے اس سے چھین لیا ہو اس کا حق؟ اسے دکھ دیا ہو، تکلیف پہنچائی ہو۔" اس کی آنکھ سے اداسی کا تنہا آنسو گر کر نابود ہوا۔ "اگر آپ نے اسے رد کر دیا ہو، اسے خالی ہاتھ لوٹایا ہو۔۔۔ تب کیا کریں؟"

اسامہ خاموش سا اس کا سوال سنتا گیا پھر خشک ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری اور آہستگی سے اس کا کندھا پکڑا۔

"کیا تکلیف جانتے بوجھتے دی تھی؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج نے سر جھکا لیا، ہاتھ کی پشت سے گال پر سے آنسو کے نشانات صاف کیے۔ "کیا فرق۔۔۔"

"فرق پڑتا ہے، رانج۔ سارا فرق ہی اس سے پڑتا ہے۔ بتاؤ۔" اسامہ سنجیدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے نچلا ہونٹ کاٹا، پیچھے جلد سرخ ہو گئی۔

"جان کر نہیں کیا تھا۔" اس نے سوچ سوچ کر الفاظ ادا کیے، پھر آنکھیں نیچے کیں۔ "لیکن میں انجان بھی نہیں تھا۔"

"کیا وہ جانتی تھی تم یہ سب کیوں کر رہے تھے؟ کیوں تم نے اسے رد کیا تھا؟"

ایک ہاتھ کی کپکپاتی انگلیاں اس نے مٹھی میں بند کیں۔ "وہ، وہ جانتی تھی۔ وہ شاید سنتی بھی، مجھے سمجھتی بھی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ہم دونوں اپنے غموں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں اسے جواب نہیں دے سکا، اور وہ مجھے وقت۔"

اسامہ نے اس کا بازو چھوا اور اس کی جھکی پلکیں دیکھتے مشورہ دینا چاہا۔ "تم اب اس سے بات نہیں کر سکتے کیا؟ اسے بتا دو کہ تم نے جو کچھ بھی کہا اور کیا تھا وہ مجبوری میں تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتی ہو۔ ہو سکتا ہے تم دونوں کو ہی دوسرا موقع مل جائے۔"

رانج مسکرایا اور اپنا بازو آہستہ سے دور کیا۔ پھر اس کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھتے اس سے آنکھیں ملائیں۔ "میں نے جو بھی کیا تھا وہ میں نے کیا تھا، اسامہ۔ اپنی غلطی اور خطا کو کسی مجبوری کی آڑ میں نہیں رکھوں گا۔ گناہگار میں تھا، وہ تھی، ہم دونوں تھے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ہر بار انسان گناہگار نہیں ہوتے، رائج۔ کبھی کبھی حالات سب سے کثیر خناس خود ہوتے ہیں۔ ہم سے وہ فیصلے کروالیتے ہیں جن کا جواز ہم خود کبھی نہ دیں۔" اس نے رک کر سانس لی۔

"Second chances exist."

(دوسرے مواقع وجود رکھتے ہیں۔)

ہیزل آنکھوں والا مسکرا دیا، جیسے کہ اس بات نے اسے دل تک محظوظ کیا ہو۔ پھر برابر رکھی لوہے کی بوتل اٹھائی اور ڈھکن کھولا۔

"Not for me."

(میرے لیے نہیں۔)

وہ جوس کی بوتل اوندھا کرتے لبوں تک لے کر گیا تھا لیکن گھونٹ لینے کی صرف اداکاری کری۔ آم کا مزہ اس کے لبوں سے ٹکرایا تو اس نے انھیں سختی سے بند کر لیا تاکہ وہ ملاوٹ والا مادہ اس کے اندر نہ اترے۔ ہونٹوں پر لگی بقیہ نمی اس نے انگوٹھے کی پشت سے صاف کی اور پھر بوتل کو پائلٹ کی جانب بڑھائی۔

"پی لو۔ بہت گیان دیتے ہو۔"

اسامہ اداس سا مسکرا دیا اور بوتل تھامی۔ ابھی وہ گھونٹ لینے ہی والا تھا، رائج کی بے رنگ ہوتی انگلیاں اپنی کرسی کے ہتھے میں دھنس ہی رہی تھیں، کہ اس نے بوتل لبوں کے قریب لے جا کر روکی۔

رائج کو لگا اس کا منصوبہ تباہ ہو گیا ہے۔ وہ لب ادھ کھولے اسے دیکھتا رہا۔ اسامہ نے گردن اس کی جانب کی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میری دعا ہے کہ تم اپنے آپ کو دوسرا موقع دو گے، رانج۔ میں تمھیں قابل نہیں، پرُسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔" پھر مسکرا دیا، ایک آخری بار، اور اپنے ہونٹ بوتل کے منہ کے ساتھ جوڑ دیے۔

رانج نے اس کے گلے کی گلٹی ہر گھونٹ کے ساتھ حرکت کرتی دیکھی۔ پانی میں گھلی مسکن دوا قطرہ قطرہ اسامہ کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ فینوبار بٹل، ایک دوائی جو اعصابی بیماریوں کے علاج میں استعمال ہوتی ہے، جسے اضافی اور ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر لینے سے ممکن بے ہوشی، حتیٰ کہ موت بھی ہو سکتی ہے، اب وہ اسامہ کے اندر تھی، اور اس کا خدمت گار اور کوئی نہیں بلکہ برابر کرسی پر بیٹھا سونے کی سی چمکتی ہیزل آنکھوں والا اس کا ساتھی تھا۔

بوتل دور کرتے اس نے رانج کی طرف بڑھائی، جس نے دیوانہ وار دھڑکتے دل کے ساتھ تھام لی۔ لوہا اس کی پسینہ میں تر ہوئی انگلیوں کے برعکس ٹھنڈا تھا۔ اس کے لب بے روک پھیلتے گئے، آنکھیں براس اور دہشت میں فراخ تھیں۔ اس نے اپنے حصے کا کام کر لیا تھا، اب دوا کو اپنا کھیل دکھانا تھا۔

کب ہوا، کیوں ہوا، اسے پتا نہیں چلا لیکن رانج آدم کی آنکھ سے دو آنسو ٹوٹ گرے اور اس کی سوتی کپڑے کی سلی نیلی پینٹ میں جذب ہو گئے۔ اس نے لرزتی انگلیاں اسامہ کے ہاتھ کے اوپر ٹھہرائیں، پلکیں اب بھی بھیگ رہی تھیں۔

اس نے کیا کر دیا تھا؟ وہ کیا کرتا جا رہا تھا؟

"اسامہ، تم ٹھیک ہو؟" اس کی آواز نم تھی، دل اپنے گناہوں کے وزن سے چھلنی چھلنی۔ کوپائلٹ اپنی کرسی سے ٹیک لگائے بے آواز سا بیٹھا تھا۔ اس کا منظر دھندلا رہا تھا، دماغ ویران ہوتا جا رہا تھا۔ وہ خالی پیٹ تھا، اسی لیے دوا اس کے خون میں گھل کر اور پھرتی سے اثر دکھا رہی تھی۔ پھیپھڑے بھاری ہو رہے تھے اور سانس لینا امر دشوار۔ اس نے بند ہوتی آنکھیں کیپٹن کی طرف پھیریں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج کی آنکھیں نم تھیں۔اس نے اسامہ کا ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی سہلانا شروع کی، جیسے واقعی مدد کرنا چاہتا ہو۔ جیسے وہ سب واقعی ایک حادثہ ہو، جیسے وہ واقعی قاتل نہ ہو۔

"مجھے معاف کر دو۔۔۔" آنسو تھے کہ رک ہی نہیں رہے تھے۔ اس نے اپنے سے درجے میں چھوٹے، عمر میں بڑے، عقل میں اور بھی زیادہ چھوٹے لیکن انسانیت اور اچھائی میں سب سے کثیر دوست کے بند انگشت پر بوسہ دیا۔ ہونٹوں پر چمکتے موتی جیسے اشک اس کا دامن بھگو رہے تھے۔

سفید بال والا پائلٹ اپنی ایک ایک سانس کے لیے خود سے غزوہ جیت رہا تھا۔اس نے ہونٹ کھولے لیکن آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر دھند چھا گئی۔ دھند میں بستا سامنے براجمان اس کا قاتل بھی ناقابل دید سا ہو گیا۔ اسامہ اسے نہیں جانتا تھا۔

وہ رانج آدم کو کبھی جان ہی نہیں پایا تھا۔ قابل پائلٹ، ایئرلائنز کی شان، طیارہ سازی کا دیوتا۔ اور تھا ہی کیا اس کے بارے میں؟ اور تھا ہی کون رانج آدم؟

کو پائلٹ سوال کرنے کی حس کھو چکا تھا۔ اپنی حتمی نازک سے نازک تر ہوتی سانسوں کے پل باندھتے، وہ صرف سن سکتا تھا۔ لیکن اس کا قاتل بے آواز تھا، اور پینتیس ہزار فٹ کی بلندی، دو انجان ممالک کے درمیان تحلیل، اپنے قاتل کے ہاتھ میں ہاتھ دیے، فرسٹ آفیسر اسامہ عامر کو یہ احساس ہوا تھا کہ رانج آدم کی بے زبانی نوزائیدہ نہیں تھی۔ وہ تو ضعیف تھی، لاانت۔

اس نے بے ضابطہ ہوتی پھولی سانسوں سے مہلت مانگنی چاہی، آنکھیں بند کرتے سوچنا چاہا کہ آخر کب تھی اس کی پیدائش۔ کب رانج آدم اپنی زبان کاٹ کھایا تھا؟ کب وہ یہ بنا تھا جو وہ تھا؟

کب؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کب؟

کب؟

یک دم اسامہ کا دل بھاگا، اتنا تیز کے اسے لگا کہ وہ سینے کی حدود توڑ نکلے گا۔ اس کی سانسیں الٹی چلنے لگیں، تیز، تیز، تیز۔ اور پھر آہستہ۔ اور ہلکی۔ اور نازک۔ دوا اس کے اعصاب پر سوار تھی، اس کی دماغ کی چابی اب وہ خود بند کر رہی تھی۔

رانج اسے دیکھتا رہا، ایسے کہ جیسے وہ اس منظر سے جدا ہو۔ اس نے اپنے دوست کی پلکیں جھپکتی دیکھیں، اس کی انگلیاں اطراف میں پھسلتی دیکھیں، اس کی آنکھوں کی سفیدی عریض ہوتی دیکھی، اور پھر۔۔۔ انت۔

دوسرے مواقع ہر کسی کو نہیں ملتے، اور یہ حقیقت کالے دستانے، نیلا یونیفارم اور کندھے پر سہنری پٹیوں والا بیج لیا پائلٹ سے زیادہ بہتر کون جان سکتا تھا؟

"Selamat tinggal, Usama."

(الوداع، اسامہ۔)

ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے اپنے مقتول کی آنکھیں خود بند کیں۔ پھر پلین کو آٹو پائلٹ پر کرتے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا۔ اپنے خدشات مٹانے کے لیے اسامہ کی شہہ رگ کو انگلیوں کی پوروں سے محسوس کیا، لیکن وہ خاموش تھی۔ آج سب خاموش تھے۔

ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور قدم قدم چل کر کاکپٹ کے دروازے تک آیا۔ چٹخنی کو آہستگی سے ہٹاتے اس نے تنکا برابر جگہ میں سے باہر جھانکا۔ فلائٹ اٹینڈینٹس یہاں سے وہاں گھوم رہی تھیں، مسافرین کی اکثریت خوابیدہ

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

تھی اور راہداریوں کے درمیان سکوت دائم۔ اس نے واپس اسی خاموشی کے ساتھ دروازہ بند کیا اور پھر مشاق انگلیوں سے اسے لاک کر دیا۔

پیچھے ہٹتے اس نے اپنی پشت دروازے سے ٹکائی۔ ایک بار پھر بے یقینی کی لہر اس کے تن بدن کو سن کر گئی، لیکن فرار کے سارے راستے بند تھے۔ اس نے خود ہی تو سارے قفل جوڑے تھے۔ ایک لمحے کے لیے آنکھیں موندیں، اور پھر اپنے منصوبے کے اگلے مرتبے کی تصویر کھینچی۔

کہانی کا چوتھا مرحلہ شروع ہو چکا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مرحلہ نمبر ۰۴

انقطاع

(خلل)

جگہ: پیسنجر کیبن۔

01:43 AM.

ستم از حد تھا۔

اوریو کے تینوں ڈبے ریزہ ریزہ ہو گئے تھے، اور اکائر کے آنسو اس کا اندرون جلا رہے تھے۔ وہ ایک کے بعد ایک ہر پیکٹ اٹھا کر رپلاسٹک کے اوپر سے محسوس کرتا کہ کوئی تو مجاحد ہو گا جو ائیر پورٹ والوں کی ظالمانہ چیکنگ سے ثابت بچ آیا ہو، لیکن نہ۔ صرف چورا بچا تھا۔ وہ کہاں جا کے روئے؟

بیرا غرق ہو تیرا رانج آدم۔

"وحشیوں کی طرح چیکنگ کی ہے تمھارے منگیتر نے!" وہ غصہ پیتے سرگوشی میں غرایا۔ ظبیہ جو اسی فیصد غنودگی کے حصار میں تھی پلکیں جھپکاتی رہ گئی۔ سیٹ کے پشت سے لگا سر اکائر کی جانب موڑا اور اس کی ناراض شکل دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟ میرے لیے تو ایکسٹرا سرچ ٹیمیں بلوائیں تھیں اس نے۔" ساتھ ہی اپنے بازئوں کے گرد لپٹی شال اوپر کو کھینچی اور آدھی شکل اس کے پیچھے چھپا لی۔ آخر کار اب اس کے دماغ کو نیند کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ البتہ حلق سے اس نے پچھلے چھبیس گھنٹوں سے کچھ نہیں اتارا تھا۔

کالی جیکٹ والا مرد طنزیہ سا مسکرا دیا اور ایک پیکٹ چھوڑ کر باقی ڈبے واپس بیگ میں بھرنے لگا۔ اوریو اس کا اموشنل سپورٹ میل تھا۔ -"کیا دکھا تھا تمھیں اس میں؟ خروس نہ ہو تو۔" کاغذ پھٹا تو پلاسٹک کے سرسرانے کی آواز آئی۔

ظبیہ نے آنکھیں موندے رکھیں، ہلکے سرخ ہونٹ سیدھی لکیر میں تھے، لیکن اس کے نقوش اب آسودگی کی تصویر تھے۔ "پہلے اچھا ہوا کرتا تھا۔" اس نے مدھم سرگوشی میں کہا تو وہ اوریو ہونٹوں کے درمیان دبائے ہنس دیا۔

"اچھا؟ پیدائش سے پہلے؟"

ظبیہ بھی مسکرا دی۔ نیند کا اثر تھا، ورنہ اگر خود کو اس پانچ فٹ نو انچ کے پائلٹ کی تعریف کرتے پکڑ لیتی تو اپنی زبان تالو سے آپ الگ کر دیتی۔

"سو رہی ہو؟" چند ثانیے اور چورا سمیت تین اوریو نگلنے کے بعد اکائر نے اس کا چہرہ دیکھتے احتیاط سے سوال کیا۔

"ہمم۔" جواب آیا۔ گہری قرمزی رنگ کی شال کے نیچے صرف اس کی آنکھیں دکھ سکتی تھیں جن کے اوپر گھنی پلکوں کا پہرا ڈلا تھا۔ ابرو کے درمیان ہلکی سی شکن تھی اور سر پر اوڑھا شفون اسکارف پچھلی طرف پھسل گیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سرمئی آنکھیں دل فریب مسکراہٹ میں چھوٹی ہوئیں۔"سو جاؤ۔" پھر پیکٹ سے چورا ہاتھ میں گرایا اور کالے دانے منہ میں پھانکے۔ عجیب ذلت تھی، اوریو بھی چھالیہ کی طرح کھانا پڑ رہا تھا۔

اس نے گود میں رکھے ہیڈ فون کانوں پر چڑھائے اور اپنے ڈیلDELL لیپ ٹاپ کی اسکرین کھولی۔ساتھ ہی مائکروسافٹ والے اپنا اشتہار بیچنے لگے۔لیپ ٹاپ کھلنے کا انتظار اس نے ایک اور اوریو کھول کے کیا، جس میں ثابت بسکٹ کی مقدار ذرا زیادہ تھی۔اکائر کو زندگی کے رنگ نظر آئے۔

ہوم پیج کھل گیا تو وال پیپر کی نیلی روشنی میں اس کی گلابی و سپید رنگت کھل اٹھی۔پتلے ہونٹ عادتاً دانتوں کی غذا بن گئے۔ ڈاونلوڈز پر کلک کرتے ایک محتاط نگاہ اپنے برابر سوتی لڑکی پر ڈالی۔اسکرین کی روشنی اس کا بھی چہرہ پر نور کر رہی تھی۔کھڑی ناک، نیند میں قید بھوری آنکھیں اور پپوٹوں کے نیچے بستے حلقے۔

کچھ سوچ کر اس نے کرسر سیٹنگز پر لے جا کر لیپ ٹاپ کی چمک تھوڑی کم کرتے اس کا چہرہ جانچا۔آہستہ آہستہ روشنی اس کے جانب خفیف ہوتی گئی تو وہ مطمئن ہو کر پیچھے ٹک گیا، ساتھ ہی مووی پر 'PLAY' کا بٹن دبایا۔

بنی لینڈ کی کہانی شروع ہو چکی تھی۔

اپنی مہین صورت اور سماجی تفریق کے باوجو پولیس آفیسر بننے کا خواب رکھتی پر خلوص خرگوش جولیا ہاپرس، اور اس کے بالکل برعکس سوچ رکھنے والا چالاک اور طانہ باز لومڑ، نیش وائلڈر۔ بنی لینڈ کی دنیا ان دونوں کے لیے ہی کٹھن تھی، لیکن انھیں ساتھ تھا تو ایک دوسرے کا۔

ایک ایسی دنیا کو کھوجنا جہاں جنم سے ہی آپ پر **'شکار'** اور **'شکاری'** کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ایک ایسی جنگ جو سراسر آپ کی فطرت اور حقیقت پر انگلی اٹھاتی ہو، آپ کے خوابوں کو ایک دائرے کے اندر قید کر دیتی ہو۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

آسان نہیں ہے۔ لیکن یہی تو کُل بات تھی۔ کبھی جنگ کو جنگ کی طرح نہیں لڑا جاتا۔ لڑ بھی لیا جائے، تو فاتح کا نام کبھی نہیں سنا جاتا۔

جنگ کو سمجھا جاتا ہے۔ محسوس کیا جاتا ہے۔ دونوں اطراف کے احساسات و جذبات کو مد نظر رکھ کر اس کا حل نکالا جاتا ہے۔ جنگ نام نہیں ہے خون بہانے کا یا کسی بلندی پر چڑھ کر مصنوعی جیت کا جھنڈا لہرانے کا۔ جنگ نام ہے کوشش کا۔

اپنے سے مختلف کو سمجھنے کی کوشش۔

اسکرین پر جولیا کا خرگوش ابا کچھ بولا تو اکائر مسکرا دیا۔ اسے تو یہ فلم حفظ تھی۔ شاید، اسی لیے کیونکہ وہ بھی چند خاموش لمحات میں اپنا اصل ڈھونڈتا تھا۔ لیکن اس کی جنگ کبھی چیخ پکار یا کسی پر وار کر کے نہیں ہوتی تھی۔

شاید، وہ بزدل تھا یا شاید، بہت دلیر۔ لیکن فیصلہ کس کا تھا؟

دیکھنے والی آنکھ کا۔ سمجھنے والے دماغ کا۔ محسوس کرنے والے دل کا۔

MH370 اپنی منزل بھول چکا تھا۔ سیاہ آسمانوں میں پرواز ڈالے وہ کسی نقشے یا منصوبے نہیں، بلکہ اپنی تقدیر کے تابع تھا۔

اس نے ظبیہ کی جانب بنے شیشے کے پار دیکھا۔ اس اونچائی پر وقت اور حالات بے معنیٰ سے معلوم ہوتے تھے۔ اکائر اپنا اصل بھول رہا تھا، یا شاید وہ دھند چھوڑ کر پہلی بار اپنے وجود کے اتنا قریب آیا تھا۔ چاند ایسا تھا، تارے ویسے تھے۔ کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ اپنے مقابل نشست مسافرہ کو دیکھتے اس کا دماغ خالی تھا، وزن تھا تو صرف دل میں۔ وضاحتوں کا وزن، ان کہے ارادوں کا وزن۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پیسنجر کیبن میں وقت ایک بار پھر تھم گیا تھا۔ راہداریوں کی چھت پر نصب نیم پیلی بتیوں سے خارج ہوتی روشنی دھواں بن رہی تھی۔ مسافرین کے مدہوش سائے مٹ رہے تھے۔ ۸ مارچ کی رات دو پہلے ماہ کے صبح میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اور اسی طرح ہم پاتے ہیں خود کو بانگسار میں بنے اس بھورے دروازے والے بنگلے کے نچلے حصے میں۔

بانگسار کو کوالالمپور کا معاشرتی مرکز مانا جاتا ہے۔ یہاں کے بازارات، کافے اور کھانے پینے کی جگہوں کا مقابلہ تو شاید مکمل ملائیشیا میں کہیں نہ ہو۔ اس علاقے کی رہائش رکھنے والی اکثریت اپر مڈل کلاس اور اپر کلاس ہوتی ہے، جن کی زندگیاں گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ شروع ہو کر بارہ بجتے اپنے اختتام کو پہنچتی ہیں۔

صبح کے پہر اگر اس محنت کش قصبے کی گلیوں میں بھٹکو تو ماحول آرام دہ اور سکونی پایا جاتا ہے، لیکن شہری حرکات کی بنا پر کبھی کبھار دوادش کا سلسلہ جڑ جاتا ہے۔

گلی میں اڈتے زیبائی اور آسودگی کی جمالیات رکھتے بنگلوز میں سے ایک کا رخ کریں تو وہ وہی بھورے دروازے والا گھر ہو گا، جہاں نرم پیلی لکڑی کی تختی پر تراشے گئے ZAMORA ALISDER کو انتہائی بچکانہ انداز میں کاٹ کر انگریزی میں اوپر نیچے ہوتے حروف کے ساتھ GHAZAR AHMED لکھا گیا تھا۔

گھر کے مالک کا مزاج تو نام کی تختی سے ہی واضح تھا۔ کوئی عقل سے فارغ شخص ہی اندر جانا چاہے گا۔ لیکن ان کا کیا جو پہلے ہی اندر تھے؟

یہ کہانی ان ہی کی تو ہے۔

جنوری کی شروعات تھی لیکن کوالالمپور میں گرمیوں میں ذرا برابر کمی نہیں آئی تھی۔ پورے سال ہی یہ شہر ہندرگاہی موسم کا لطف اٹھاتا تھا اور درجہ حرارت بغیر کسی بڑی تبدیلی کے ٹروپیکل رہتا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یہ منظر ہے دو منزلہ بنگلو کے نچلے حصے کا جہاں صبح سویر کی روشنی میں لکڑی کے فرش والا وسیع و عریض لاؤنگ روم چمک رہا تھا۔ کمرے میں ہلکے سبز اور سفید رنگ کا صوفہ سیٹ بچھایا گیا تھا، جس کے بیچ سفید شیشے کی سینٹر ٹیبل لگی تھی۔ باون انچ کی سکرین والا ایل ای ڈی ڈیوائڈر کیبنٹ میں نصب تھا اور اس کے کالے شیشوں میں سامنے بنے باورچی کھانے کا عکس جھول رہا تھا۔ لاؤنگ روم کی دیواروں کے ساتھ سفید کنارے والی فراخ کیسمنٹ کھڑکیاں تھیں جنہیں عام دروازے کے طرح دھکیل کر کھولا جاتا ہے۔ گھر کے رہائشیوں کو ابھی تک انھیں کھولنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔

باورچی خانے میں ماربل کے بنے کاؤنٹر پر رکھا ڈیل کا لیپ ٹاپ کھلا پڑا تھا۔ ذرا پاس آؤ تو کروم پر تین ٹیبز کھلے تھے جن میں سے جامنی رنگ کا نشان توہاٹ میلز کا تھا، جہاں انباکس نئی ای میلز سے لبالب تھا۔ وہ الگ بات تھی کہ اس میں آدھی اسنیپ چیٹ والوں کی تھیں جو کسی aczorro_@ سے لوگ ان کی تصدیق مانگ رہے تھے، اور مانگ مانگ کے تھک ہار چکے تھے۔

دوسرا ٹیب یوٹیوب کا تھا جہاں پر کوئی وڈیو پہلے ہی پلے بیک میں چل رہی تھی۔ دھن ہلکی تھی، لیکن سارے کچن کو اپنے آغوش میں لیے ہوئی تھی۔ ویڈیو کا نام آدھا پڑھا جا سکتا تھا اور دکھنے میں وہ کوئی گانا معلوم ہوتا تھا۔

5. Moves like Jagger by Maroon

سفید ڈراپ شولڈر شرٹ اور پنڈلیوں تک آتے خاکی ٹراؤزر میں ملبوس اکائرز مورا مرون بھائی کی کہی گئی ہر بات جھوم جھوم کر سن رہا تھا۔ اس کی لمبی، شفاف انگلیاں بریڈ کی تھیلی میں سے دو ٹکڑے پلیٹ میں ڈال چکیں تو وہ اپنی ایڑیوں پر گھوما اور اس کے قد سے ذرا سے چھوٹے فرج تک پہنچا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

دروازہ کھولتے جھکا تو سامنے رکھے، ٹھنڈ میں سکڑتے کریم چیز کے ڈبے نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ اس راکشس سائز فرج میں دو کریم چیز کے ڈبوں، اسٹرابیری جیم، ایک دودھ کی بوتل اور تین شملا مرچ کے علاوہ کھانے کی برادری سے تعلق رکھتی کسی چیز کا سایہ بھی نہیں تھا۔ اکائر نے ایک لمحہ رک کر ٹھنڈی سانس بھری۔ کب آئیں گے اس کی زندگی میں وہ دن جب ایک سندر، سشیل بیوی اس کا فرج سجائے گی؟ پھر اپنے خیالات پر خود ہی بری طرح ہنس کر پلٹا۔

اس بات پر وہ پورے زمورا خاندان کے ساتھ بیٹھ کر پچاس منٹ ہنس سکتا تھا۔ اس کی شادی کا خیال تو کسی کو آتا ہی نہیں تھا۔ اب اس کا دل کیا وہ ہنستے ہنستے تھوڑا سا رو دے۔

کیا مطلب، کیا زیادتی تھی؟ ابھی تک تو ٹھیک تھا، لیکن اسے دو تین سال میں سنگل نہیں رہنا تھا۔ ہوتے ہوں گے قابل کامل لوگ جنہیں محبت کی ضرورت نہیں ہو گی اپنی زندگی میں، لیکن اکائر کو تھی۔ اور وہ اس بات پر خود سے ملامت نہیں کرتا تھا۔

"تم میری بات سن بھی رہے ہو؟" ہینڈ فری سے گزرتے اس کے کانوں میں ایک مردانہ آواز گونجی۔ کال کی دوسری طرف بیٹھا اس کا دوست چڑ کر سوال کر رہا تھا۔

اکائر نے اپنی دکھی لولائف کے خیالات پرے دھکیلے اور فوکس اس کی بات پر کیا۔ "ہاں، سن لیا ہے۔ الفاء گروپ والوں کی ساری بیک اسٹوری ہی یہ ہے۔ عمر سعید بڑا چڑیل آدمی ہے۔"

ایک تو صبح صبح کام کی باتیں اسے بالکل پسند نہیں تھیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ اپنی فرج کی ساری اشیاء سلیب پر جما کر چکا تھا، سوائے شملا مرچ کے۔ ایسا لگتا تھا پلے ڈو بنانے والا ہو، لیکن فی الحال تو منصوبہ صرف ناشتے کا تھا۔ موسوس بائی جیگر اب اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ اگ، پھر گانا بدلنا پڑے گا۔ کیا مصروف زندگی تھی۔

"تمھارے کتنے پیسے پھنسے ہیں اس کے پاس؟" دوسری طرف سے سوال اٹھایا۔ مردانہ آواز کے پیچھے ہوا کی دھیمی گرج تھی۔ اکائر کے برعکس اس کا کام صبح سویر ہی شروع ہو جاتا تھا شاید۔

اکائر شرمیلا سا مسکرایا۔ "بہت زیادہ ہیں، تم گالیاں بکو گے۔" کریم چیز کا ڈبہ کھول کر ڈھکن برابر رکھا اور مکھن والی چھری سے بہت ساری کریم باہر نکالی۔ بریڈ کا ٹکڑا ہاتھ میں اٹھائے اب وہ چھری بہت باریکی سے کناروں پر پھیر رہا تھا، چہرے پر اس قدر سنجیدگی تھی جیسے فائنل ایئر کے بچوں کے پرچاجات گریڈ کر رہا ہو۔

"وہ تو میں ویسے بھی بک دوں۔ اماؤنٹ بتاؤ۔ اسٹریٹجی اس حساب سے پلان ہو گی۔" دوسرے مرد کے پیچھے ہلکے شور کی گونج تھی۔

گانا ختم ہو چکا تھا اور اب یوٹیوب اپنی مرضی سے اگلا چلا رہا تھا۔

"There I was again tonight

Forcing laughter, faking smiles..."

اکائر نے سر ہلایا۔ "اوف کورس، یوٹیوب!"

یوٹیوب نے ہر دل عزیز ٹیلر سوئفٹ کو چنا تھا۔ وہ کون ہوتا تھا کہ اسے ہٹاتا؟

"اکائر، تم مجھے اگنور کر رہے ہو۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ویل، ایسا نہیں ہے کہ میں نے کورٹ میں اپیل نہیں کی۔ میں الفا گروپ اور عمر سعید کا نام ہر لیگل طریقے سے اچھال چکا ہوں۔ کمبخت میری ڈیڑھ سال کی تنخواہ روکے ہے۔ خدا کرے کبھی ہضم نہ ہو اسے، معاش کی دال بن جائے اس کے لیے۔" بہت ساری بد دعائیں ساتھ دینے کے بعد، اپنے بریڈ کے ٹکڑے پر ڈھیر ساری کریم چیز پھیلائی اور پھر، کبھی نہ ہونے والا ماسٹر شیف اسٹر ابیری جیم کی شیشی کھولنے پلٹا۔ پیچھے ٹیلر سوئفٹ کے گانے 'Enchanted' کی دھن پل پل آواز میں تیز ہو رہی تھی۔

اس کا دوست خاموشی سے سنتا گیا، پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "آئی گیس ہمیں چیزیں اپنے طریقے سے ہی کرنی پڑیں گی۔ ایک بار اور مل کر دیکھو اس سے۔ میں چاہتا ہوں یہ معاملہ آسانی سے سلجھ جائے تمھارے لیے۔"

اکائر نے ایک حیران کن نگاہ ہینڈ فری سے جڑے مائیک پر ڈالی۔ "کیا ڈیڑھ سال کافی نہیں ہے؟ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ لیا ہے۔ یہ بندہ ایسے پیسے نہیں دے گا۔ اب تم میری ہیلپ کرو۔"

"ڈیڑھ سال تک تم اس سے پیسوں کی بھیک—"

"وہ میرے پیسے ہیں۔" اسے اچانک غصہ محسوس ہوا۔

"اوکے، سوری۔ تصحیح، 'اپنے' پیسوں کی بھیک مانگتے رہے، اور اب جب میں کہہ رہا ہوں کہ ایک آخری بار کر لو تو تم نہیں کر سکتے؟"

اکائر نے منہ بگاڑا۔ اسٹر ابیری جیم کی تگڑی مقدار اپنی ڈبل روٹی پر لیپ کر دونوں اشیاء دور کر دیں۔ آہا! اس کے عجیب و غریب ناشتے کا غریبانہ حصہ تیار ہو چکا تھا، اب عجیب کی باری تھی۔

"میں لائن پر ہوں۔" شور سے چلتے مرد نے یاد کروایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اکائر نے ایک بے آواز سانس اندر لی۔ اب وہ سلیب سے ٹک کر دودھ کی بوتل کھول رہا تھا، کائونٹر کی جانب اس کی پشت تھی۔ اُف، یہ کون Hulk تھا اس کے گھر میں جو دودھ کی بوتلیں قارون کے خزانے کی طرح بند کرتا تھا۔ حد ہو گئی۔

"میں اب بھی لائن پر ہوں۔"

اکائر نے جواب دینے کو لب کھولے لیکن، جھنجھلاہٹ میں الفاظ سمجھ نہ آئے۔ وہ واقعی عمر سعید کی شکل ایک اور بار نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ آدمی اسے اپنے ہی پیسوں کے لیے ان گنت بار رلا چکا تھا، حالاں کہ وہ اس کے لیے کام کرنا بھی برسوں پہلے چھوڑ چکا تھا۔ اسے اس کی جرات سے نفرت تھی، لیکن اکائر یہ بھی جانتا تھا اسے یہاں ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ لینا تھا۔

ٹیلر سوئفٹ کی آواز اب بھی کچن کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔

"And it was enchanting to meet you

All I can say is, I was enchanted to meet you."

ہلکی چاپ کب راہداری پار کر آئی اسے معلوم نہیں ہوا، لیکن اگلے لمحے اسے تلائی روشنی میں پر نور کچن میں صرف ایک نفس نہیں تھا۔ گہری نیلی شرٹ اور کالے ٹراؤزرز پہنی ظبیہ کے کمر تک آتے سیاہ، گھنگریالے بال آدھے بندھے تھے اور چہرے پر صبح سویر کی تازگی نمایاں تھی۔ ہلکی نمی بھی اس کی تیوریوں پر چمک رہی تھی اور بھوری آنکھیں اپنی گھنی پلکوں سمیت سحر انگیز لگ رہی تھیں۔ البتہ نازک انگلیوں سے اس نے دائیں آنکھ کے گرد ایک کپڑا پکڑ رکھا تھا، جو اندر رکھی برف کی وجہ سے گیلا ہو چکا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ خاموشی سے کاؤنٹر تک آئی اور اپنے مالک مکان اور اس کے میوزک سسٹم کو نظر انداز کرتے، پانی کی ٹوٹی دبا کر گلاس بھرنے لگی۔

پانی گرنے کی آواز پر اکائر چونک کر پیچھے مڑا۔ ظبیہ اس کی طرف پیٹھ کیے، اکڑو بیٹھی ایک سانس میں سارا پانی اندر اتار رہی تھی۔ پھر وہ کھڑی ہوئی اور دوسرا گلاس بھرنے لگی۔ ان کے درمیان گانا اب بھی چل رہا تھا۔ اکائر کو خیال نہیں آیا کہ بند کر دے۔

وہ منہ پھیر کر بوتل دوبارہ کھولنے لگا۔ کھل جا، میری ماں!

گلاس اسٹینڈ میں واپس رکھ کر وہ سیدھی ہو گئی۔ اکائر کو لگا وہ چلی جائے گی لیکن اس نے ادھر ہی کچن کے دوسرے حصے میں قدم جما لیے۔ دلفریب بھوری آنکھیں اپنے سے دور کسی نقطے کو تک رہی تھیں جیسے ایک نئے جہاں کی تصویر ذہن نشین کر رہی ہوں۔

سفید ٹی شرٹ والے مرد کو اچانک عجیب لگا۔ "میرا ٹائم ہے۔" اس نے یاد کروانا چاہا۔

کیونکہ گھر میں ایک ہی کچن دیا گیا تھا تو سیٹ شیڈیول کے مطابق دونوں فیملیز اپنے کھانے پینے کا انتظام کر لیتے تھے۔ ظبیہ اور اس کا شوہر، غزار۔ اکائر اور اس کی تنہائی، اسی سے بیزار۔ ظبیہ اپنے شوہر کے ساتھ فجر کے تھوڑا بعد ہی ناشتہ پانی کر لیتی تھی کیونکہ اسے کام پر جانا ہوتا تھا۔ اکائر ذرا دیر سے اٹھ کر اپنا خرچہ دیکھ لیا کرتا تھا کیونکہ اس کی نوکری دس بجے سے تھی۔

"جانتی ہوں۔ گھر میں دوسرا باورچی خانہ بنوا دو تو نہیں آؤں گی۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سرمئی آنکھیں واضح طور پر پھیلیں۔ اسے کیا ہوا تھا؟ بوتل کا ڈھکن ڈھیلا پڑ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا تو اس نے بغیر آواز کے دودھ گلاس میں گرایا۔

"کرایہ وقت پر دو، یہ فرمائش بھی پوری کر دیں گے۔" مسکراہٹ کے ساتھ جواب دے کر اس نے ماحول ٹھنڈا رکھنا چاہا۔

کچھ زور سے پٹخا گیا تھا۔ اکائر ہڑبڑا کر پیچھے مڑا تو وہ اسے گھور رہی تھی۔

"مزہ آتا ہے نا تمھیں؟" وہ یک دم چلائی۔ ٹیلر سوئفٹ کی آواز ان کے درمیان گنگنا رہی تھی۔ ہلکی۔ نرم۔ ڈھیروں التجاء سمائے۔

"Please, don't be in love with someone else

Please don't have somebody waiting on you..."

"کیا ہوا ہے؟" اسے سمجھ نہیں آیا اس کا طیش تھا کس پر۔ اس بار سرمئی آنکھوں والے مرد کے الفاظ پر فکر تھے۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے سوال دہرایا اور پھر کڑواہٹ بھرے انداز میں ہنس دی۔ "تم بتاؤ کیا ہوا ہے! انجوائے کرتے ہو ناں تم یہ ڈیلی سوپ۔ مزہ آتا ہے ناں بہت!"

تھا تو وہ مرد طبقہ کا اور بحثیت ایک آدمی، وہ پہیلیاں اس کے سر کے اوپر سے اڑ رہی تھیں۔ اس نے دودھ کی بوتل سلیب پر رکھتے، مڑ کر اسے بغور دیکھا۔

"کچھ کیا ہے کیا میں نے؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ ایک دم رکی، بھوری آنکھیں جھلاہٹ کا شکار تھیں۔ اس نے گلابی رنگت اور گہری سیاہ شیوہ والے کا چہرہ دیکھا اور پھر آہستہ سے سر جھٹک دیا۔ غصہ، طیش، جھنجھلاہٹ سب دھواں بن گیا۔

"کچھ نہیں... بس!" وہ اس کے قریب آئی اور اوپر بنے کیبنٹ سے خاموشی کے ساتھ سامنے رکھا نیلا اوریو کا کارٹن نکالا۔ ایک ڈبہ کاؤنٹر پر رکھتے اس کی نظریں سامنے کھڑے مرد سے مخالف سمت تھیں۔ ڈبہ نکالنے کے لیے، اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے دور ہوئے تو اکائر نے ایک پل میں ہی اس کے چہرے کی حالت تک لی۔

کھڑی ناک میں سونے کی بالی چمک رہی تھی۔ لیکن اکائر کو دھچکا لگنے کی وجہ اس کی بھوری آنکھوں میں سے ایک کے نیچے امڈتی سوجن تھی۔ کبود لون پھیل کر اس کی دائیں آنکھ کی زینت بن چکا تھا، اور اسے اندازہ تھا کہ چند گھنٹوں کی دیر تھی اور یہ چوٹ گہری ہو کر جامنی ہو جائے گی۔

"کیا ہوا تمھیں!؟" وہ بدحواس سا قریب آیا، لب شاک میں فراخ تھے۔

ظبیہ نے سیدھا ہاتھ بلند کرتے اسے وہیں روک دیا۔ "میں ٹھیک ہوں۔" الفاظ کڑک تھے۔ ساتھ ہی اس کی انگلیاں ڈبے میں سے اوریو کا پیکٹ وصول کر رہی تھی۔

اس کی جنبش موقوف ہوئیں۔ اکائر اسے دیکھتا رہ گیا۔ ہاتھ کی انگلیوں نے کاؤنٹر کے کنارے جکڑے۔

"کب؟" سرگوشی میں دریافت کیا۔

نیلی شرٹ میں کھڑی گھر کی مالکن اب گردن جھکائے اوریو کو پیکٹ کے اندر ہی مٹھیاں بنائے پیس رہی تھی۔

دھم۔ دھم۔ دھم۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اکائر کو اپنے دماغ کی شریانیں لرزتی محسوس ہوئیں۔ غصہ اس قدر تھا کہ اس کی انگلیاں کسی کی گردن دبوچنے کے لیے پھڑ پھڑا رہی تھیں، حالاں کہ اس نے اپنی انتیس سالہ زندگی میں تشدد کو کبھی ترجیح نہیں دی تھی۔

اس بار وہ بغیر لحاظ کیے بات کی تہہ تک جانا چاہتا تھا۔ مذاق تھا کوئی؟ اپنے گھر میں یہ جہالت وہ اور برداشت نہیں کرے گا۔

"ظبیہ، کب؟"

"آج صبح! کل رات! کل صبح! پرسوں! ایک ماہ پہلے! پچھلے پانچ سال سے!" اس کی آواز کپکپائی۔ ظبیہ یمین کی سانس رک رہی تھی، گھٹنوں میں سے جان آزاد تھی۔ چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا جو ابرو سکیڑے اسے ہی تک رہا تھا، شکل پر کچھ تھا اور کچھ نہیں بھی۔

لیکن ظبیہ شکلیں پڑھنا چھوڑ چکی تھی۔ سب کفر ہی تو کرتی تھیں۔

"کیوں انجان بنتے ہو؟" الفاظ التماس سے لیس تھے۔ بھاری پھولی ہوئی سانسیں الفاظ چبا رہی تھیں، پلکیں نووارد آنسوؤں سے تر تھیں۔ اس نے لبوں پر زبان پھیرتے نیچے دیکھا۔

"سب پتا تو ہے تمھیں۔۔۔" وہ ٹوٹنے کے در پر تھی۔ اکائر اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس نے بغیر آواز کرے اس کی انگلیوں سے نیلے Oreo کا کاغذ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن ظبیہ نے گرفت ڈھیلی نہیں کی۔ اس کی نظریں سیدھ میں تھیں، آنکھوں میں تیرتے آنسو برف بن چکے تھے۔ اسے خود الجھن ہوتی تھی اس نمک آلود پانی سے جو پل پل اس کی آنکھیں بھگا جاتا تھا، لیکن خوف تو اسے اس روز کا تھا جب اس کی آنکھیں سوکھ جائیں گی اور بہتری کے لیے کرتی دعائیں تھم جائیں گی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کی اندھیر زندگی میں اگر کوئی نور تھا تو وہ امید کے چراغ کا تھا، اور ظبیہ یمین کو ڈر تھا کہ اس کا ایندھن خرچ ہو چکا تھا۔

"اتنے پسند ہیں تمھیں اوریو؟" اکائر نے اس کے آہنی قلاب پر تبصرہ دیا۔ ظبیہ نے ایک پل رک کر اسے دیکھا پھر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی، ہاتھ اس کے بسکٹ سے دور ہوئے۔ خود بھی وہ اس سے دور ہوئی۔

مرمری سفید ٹائلز سے اٹھتی روشنی بھوری آنکھوں میں چمکی اور وہ دوسرے طرف کے کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کپڑے میں لپیٹی برف اپنی سوجی ہوئی آنکھ پر رکھنے لگی۔

اکائر اب ریپر پھاڑ کر بسکٹ کا چورا اپنے دودھ کے گلاس میں گرا رہا تھا۔ کوئی بہت ہی عجیب ملک شیک تھا جس پر ظبیہ ہر بار تمسخر اڑاتی تھی، لیکن آج الگ تھا۔

اکائر نے ایک نظر رک کر اسے دیکھا۔ "پیو گی؟" پیشکش دی۔

آج تو واقعی الگ تھا۔ اوریو ایڈکٹ اکائر زمورا اپنا سیکریٹ اوریو ملک شیک اس سے بانٹنا چاہتا تھا۔ ظبیہ کو سمجھ نہیں آ یا کوئی ٹرافی اٹھائے یا گھر کے کیبنٹ زہر کی شیشی کے لیے چھانے۔

"تم ہی پیو۔" ڈرامائی انداز میں آنکھیں گھماتے اس نے کپڑا آنکھ پر تھپتھپایا۔

ڈراپ شولڈر شرٹ اور خاکی ٹراؤزر والا مرداب اپنا ناشتہ ٹرے میں رکھ رہا تھا۔ ظبیہ کو اچانک شرمندگی محسوس ہوئی۔ اس نے کیا کر دیا تھا؟ وہ ایسی تو کبھی بھی نہیں تھی۔ یہاں کا غصہ وہاں اتارنا تو اسے ہمیشہ سے بچکانہ لگتا تھا لیکن اس نے وہی کیا تھا۔

وہ اس سے ناراض تو نہیں ہو گیا تھا؟ اس خیال پر اس کے دل کو ٹھوکر لگی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ٹرے اٹھائے پلٹتے، سرمئی آنکھوں نے رخ اس کی طرف موڑا۔ "کبھی میرے اوریو پکڑ لیتی ہو، کبھی میرے ناشتے کو گھورتی ہو۔ آفر کرو تو ہاں بھی نہیں کہتی۔ کس قسم کی بھوکی ہو تم؟"

ظبیہ بے روک ہنس پڑی، آنکھوں میں بنی نمی پگھل کر اس کے گال سے نیچے ٹپکی۔ وہ ناراض نہیں تھا۔ وہ ناراض نہیں ہوا کرتا تھا۔

لیپ ٹاپ کے پاس کھڑے اسپیس بار دبایا اور ٹھوڑی سے ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے آگے چلا گیا۔ ظبیہ نے اندرونی طور پر ایک لمبی سانس اپنے پھیپھڑوں میں گھسیٹتے قدم اس کے پیچھے بڑھا دیے۔

ٹیبل سیٹ چار کرسیوں کا تھا اور گہری بھوری لکڑی پر سفید پینٹ کیا گیا تھا۔ ایک کرسی کھینچے، اکائر اپنی ناٹ سو صحت مند غذا کا نوالہ توڑ رہا تھا۔ اس سے ایک کرسی چھوڑ کر ظبیہ نشست تھی، جسے ایسا احساس ہو رہا تھا جیسے کسی انٹرویو کے لیے بلایا گیا ہو، یا پھر کسی جرم کی انٹیروگیشن۔

"صرف آنکھ پر مارا ہے؟" اس نے بے باکی سے بات کا آغاز کیا تو ظبیہ کا سارا جسم دہک اٹھا اور گیلی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ اسے نفرت ہو رہی تھی۔ خود سے۔ اپنی حقیقت سے۔ اس لمحے سے۔ اس نے آہستگی سے سر اثبات میں نیچے کیا۔

اس نے اکائر کو گہری سانس خارج کرتے سنا لیکن کیونکہ نظریں جھکائی ہوئیں تھیں سو وہ اس کے چہرے پر بکھرتے ناخوشی اور جھلاہٹ کے رنگ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ ایسا ہی نظر آ رہا ہو گا، اس اور اس کے مسائل سے بیزار۔ اگر وہ اوپر دیکھ لیتی تو اپنی بات کو خود ہی غلط ثابت کر دیتی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ظبیہ۔۔۔" یہ وہی ٹون تھی، وہی سچ جس سے وہ بھاگنا چاہتی تھی۔ ایک ایسا حل جو اس کے سارے مسائل بجھا سکتا تھا، اسے ایک نئی زندگی بخش سکتا تھا، لیکن وہ صرف ایک خواب تھا۔ اپنے دل و دماغ کو بہلانے کے لیے دیا گیا ایک جھوٹا لارا۔

"چھوڑ دو اسے۔"

یک دم نیل زیادہ دکھا تھا۔ ظبیہ نے کپڑے کی سمت بدلتے اسے نرمی سے دبایا، چہرے پر ایک بے معنیٰ مسکراہٹ واضح تھی۔ "غزار نے تمھیں یہ کہتے سنا تو جان لے لیں گے۔"

"میری یا تمھاری؟"

اتنی سادہ بات تھی لیکن اس کی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔

ٹی شرٹ پہنا نفس سر جھٹک کر اپنے کریم چیز والے ٹوسٹ کا ایک ٹکڑا کاٹنے لگا۔ "نامرد ہے تمھارا شوہر۔ اصلی مردوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اس میں، اسی لیے بیوی کو مار کر شیر بنتا ہے۔"

گھنگریالے بالوں والی لڑکی اب اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ رہی تھی۔ "تمھیں لگتا ہے مجھے یہ سب نہیں پتا؟" آواز خاموش تھی، الفاظ ترتیب شدہ۔

"سب پتا ہے تو کیوں ہو اس کے ساتھ، ظبیہ؟ کیوں اپنی زندگی برباد کر رہی ہو؟ تمھیں کوئی مستقبل نظر آتا ہے اس شخص کے ساتھ، اس رشتے میں بندھ کر؟ یا ویٹ۔۔۔" وہ سیٹ میں پیچھے ہوا اور لکڑی کے ہتھے سے جا ٹکا۔ "تمھیں یہ گمان تو نہیں کہ تم اس سائیکو کو فکس کر سکتی ہو اور۔۔۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"نہیں۔" اس بات پر ظبیہ کو کوئی خدشہ نہیں تھا۔ "غزار فکس نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ بس۔۔۔ ایک انا پرست انسان ہیں جنھیں اپنی ہر بات اپنے طریقے سے چاہیے۔ دوسروں کی زندگیاں، ان کی خواہشات پر بھی وہ کنٹرول چاہتے ہیں۔ انھیں لگتا ہے قید میں سکون ہے۔ انھیں لگتا ہے میرے ساتھ برے ہو کر وہ مجھے دنیا کی ظالمانہ نظام سے بچا رہے ہیں۔۔۔ حالاں کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر رہے۔ وہ صرف مجھے اذیت دے رہے ہیں۔ ہر روز۔ پہلے سے بھی زیادہ۔"

"وہ میرا دل خراب کر رہے ہیں۔" چوٹ سے نیلی ہوئی آنکھ نے پلکیں جھپکیں تو نمی ایک بار پھر بہہ گئی۔ شکر، ابھی چراغ پر نور تھا۔ "وہ بس مجھے خود سے دور کر رہے ہیں۔"

اس کی سسکیاں بلند ہوئیں تو اکائر نے نگاہیں دور کھڑکی کی طرف کر لیں۔ بند شیشوں کے باہر کبوتروں کی جوڑی دانہ چگ رہی تھی۔ صبح کی روشنی سوکھ کر دوپہر کی گرم دھوپ میں تبدیل ہو رہی تھی۔ ہر چیز تپ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" اس نے انگلیوں کے کنارے ناک پر مسلتے سانس اندر کھینچی، آواز اب بھی بھیگی ہوئی تھی۔

"ڈونٹ بی۔" دودھ کا گھونٹ بھرتے، اکائر نے اسے دیکھنے سے گریز کیا۔

وہ ہاتھ میز کے کناروں پر رکھتے، کرسی دھکیلتے کھڑی ہونے لگی۔ سفید ٹی شرٹ والے نے اب بھی اسے نہ دیکھا۔ برہنہ تلوے خنک فرش سے جا ملے اور لڑیوں والا سفید اسکارف گلے میں پھنسائے لڑکی نے کرسی واپس میز کے ساتھ جوڑی۔ اب وہ اپنے سامع کو اس کا ناشتہ سکون سے کرنے دینا چاہتی تھی۔ ہلکے گھنگریالے بالوں والا اب گردن جھکائے اپنی پلیٹ کو تک رہا تھا، جہاں دو بریڈ میں سے صرف آدھی بچی تھی۔ اتنی خاموشی تھی ان کے درمیان۔ کیا ظبیہ کو محسوس ہوتی تھی؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

کپڑا آنکھ پر سہلاتے ظبیہ نے ٹیبل کی طرف پیٹھ کرتے ایک قدم آگے بڑھایا، اور پھر وہیں جم کر رہ گئی۔ اکائرز مورا کے اگلے الفاظ نے اسے ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے اس لمحے کا باندی بنا دیا تھا۔ اس گھڑی اسے سانس لینا بھی قبول نہیں تھا۔

"1-5-9-9-9."

اس کا بہی خواہ سر اٹھائے اب اس کی پشت کو تک رہا تھا۔ ظبیہ کے لب ایک دوسرے سے جدا ہوئے، کندھوں پر ایک بے شناخت بوجھ آن گرا تھا۔ وہ چند ہندسے، ایک معمولی فون نمبر اس کا دل کس طرح کاٹ چکے تھے، شاید متکلم کو اندازہ بھی نہیں تھا۔ یا شاید تھا۔

اکائر نے اگلے حروف ہجے کرنے کے لیے آواز نکالی اور وہی الفاظ، اس کی جانب پیٹھ کی ہوئی ظبیہ نے بھی دہرائے۔ اور کیسے نہ دہراتی؟ ہر صبح اور شام، ہر چاندنی اور دھوپ، ہر گرے آنسو اور بہے خون کے بعد دھندلی بصارت لیے وہ جگمگاتی اسکرین پر یہ ایک نام ہی تو کھوجا کرتی تھی۔ اس ایک نام کے ہی تو اتنا پاس جاتی تھی، اتنا قریب کہ اس کی لرزتی انگلیاں ماؤس کے اوپر ہوتی تھیں اور کرسر اُن کی ہیلپ لائن سے ایک کلک دور۔

ایک کلک کی دوری، ایک گھنٹی کا فاصلہ!

"Talian Kasih."

تالیان کسیہ ملیشیائی قومی ہیلپ لائن ہے جو گھریلو تنازعات اور دوسرے مسائل سے متاثر افراد کو مشورہ اور حمایت فراہم کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اسے 15999 پر کال کر کے یا سرکاری ویب سائٹ پر رابطہ کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

حواس باختہ ہوا اس کا دل گلے میں پھنسا تھا اور ایک ایک دھڑکن صور کی پھونک تھی۔ ظبیہ نے کمزور جسم اس کی سمت موڑا، کندھوں کے اوپر سے بھوری آنکھیں سرمئی گہرائیوں سے جڑ گئیں۔

اکائر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے نگاہ داری میں بغیر خلل کیے، برابر رکھا اپنا فون ان لاک کر کے اس کی جانب سرکایا۔

ظبیہ نے نظریں نیچے کیں۔ ایمرجنسی کال اور ہندسوں سے تیار کی پیڈ اس کا منتظر تھا۔ دیر تھی تو صرف اس کی ہمت کی، طاقت کی۔

انگلیوں میں ذرہ برابر حرکت پیدا ہوئی۔ ادھر ہی تھے، وہ پانچ ہندسے ادھر ہی تھے۔ اس کے دماغ کے سب سے اول درجے پر۔ وہ آزادی چاہتے تھے، بخشش چاہتے تھے! کال کا ہرا بٹن اس کے سامنے جگمگا رہا تھا۔ بس، ایک بار کی محنت، ایک بار کی ذلت اور پھر کوسوں تک آباد فرار۔

سامنے بیٹھا مرد بے حرکت تھا، اگر کوئی جزبہ تھا تو ان آنکھوں میں جو ڈوبتے کو سہارا دے کر اس کے تیرنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کا ہاتھ بلند ہوا۔ ظبیہ نے اپنی پوروں تلے فون کی ٹھنڈی اسکرین کو پایا۔ پانچ ہندسے۔ پانچ سال۔ پانچ ہندسے۔ پانچ سال۔

اس نے نرمی سے '1' دبایا۔ گود میں رکھا اکائر کا ہاتھ مٹھی میں بند ہوا۔

چار ہندسے، پانچ سال۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس بار اس کا ہاتھ '5' تک گیا لیکن بغیر حرکت ہی تھم گیا۔ ایک تنہا آنسو ٹوٹ کر میز کی لکڑی میں جذب ہوا اور۔۔۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" سرگوشی کی۔ "آئی ایم ریئلی سوری۔"

اور پھر وہ دور ہو گئی، ایسے کہ جیسے کبھی پاس آئی ہی نہ ہو۔ اکائر اسے خود سے دور جاتا دیکھتا رہا۔ فون کی اسکرین بھی تھک کر دھیمی پڑ گئی۔ کمرے کا دروازہ بند ہوا تو اسے اندازہ ہوا کہ اس کی انگلیاں اب بھی مٹھی میں قید تھیں۔

آہستگی سے ہاتھ واپس کھولا تو پسینہ چمچما رہا تھا، ساتھ ہی اس کے ناخنوں سے پیدا ہوئے سرخ نشان اس کی ہتھیلی رنگ چکے تھے۔

اس نے ایک بار پھر کھڑکی کی جانب دیکھا اور زیرِ لب بڑبڑایا۔

"ڈونٹ بی۔"

ایک ماہ اور تین ہفتے بعد۔

۲۵ فروری، ۲۰۱۴۔

روشنیوں اور باغوں کا شہر رات کی سیاہی میں گم تھا۔ کوالالمپور اپنے بیتے مونسون کا سوگ مناتا بمشکل تپتے گریشیم کو اپنا رہا تھا۔ تھوڑا وقت لگنا تھا لیکن لوگ عادی ہو جاتے تھے، کیونکہ کچھ تبدیلیاں انسانی شکنجے سے بالکل بالاتر ہوتی ہیں۔

بانگسار میں مقیم الیسڈرز مورا کے گھر میں چراغاں شدہ تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اور یہی ایک آنکھوں دیکھا ثبوت ہوتا تھا کہ کن وقتوں میں غزار احمد گھر سے دور تھے اور کب ان کی واپسی منعقد ہونے کو تھی۔ بھورے دروازے والا وہ دو منزلہ بنگلا کہیں سے بھی جنوری کی اس خاموش صبح میں ڈوبا ٹھکانا نہیں لگ رہا تھا۔ رات کے اس پہر گھر کا لاونگ روم زرد اور سیت روشنیوں سے سنوارا گیا تھا۔ بڑے، تپش برساتے LED بلب ایک ایک کر کے سب روشن تھے اور ماربل کے کاونٹر والے سفید اور سیاہ کچن میں سے من للچاتے کھانوں کی سگھند اٹھ کر ہر سو پھیل رہی تھی۔

باون انچ والے ٹی وی سے کسی نیوز اینکر کی نسوانی آواز سنی جا سکتی تھی۔ لونگ روم میں لگے ایئر کون کو چلا کر گردو پیش کا درجہ حرارت کم کر دیا گیا تھا، تاکہ باہر سے آنے والی لو ولپٹ گھر کے دروازوں کے پار نہ ہونے پائے۔ سبز و سفید صوفہ سیٹ کے سارے تکیے جما کر بچھائے گئے تھے اور ہاتھ پھیر کر ہر شکن کو دس دس بار مٹایا گیا تھا۔

سافرون رنگ کے فلورل ٹو پیس سوٹ میں تیار ظبیہ یمین نے آج سیاہ گھنگریالے بال اونچے کر کے جوڑے میں کسے تھے۔ دو تین ضدی لٹیں اس کی کنپٹیوں کے مقابل سائے کھینچ رہی تھیں لیکن اس کا چہرہ نکھرا ہوا اور واضح تھا۔ ہم رنگ ریشمی دوپٹہ دائیں کندھے سے گزارا ہوا تھا اور پیروں میں موٹے کف پا والی سفید سینڈلز تھیں۔

چہرے پر ہلکا میک اپ بھی واضح تھا، جو اس کی روزمرہ کی عادت کے خلاف تھا۔ لیکن اگر عادتیں بدلنے سے گھر بسنے تھے تو ظبیہ ایسی سو عادتیں اور اپنا لیتی اور دو سو ترک کر دیتی۔ پتلی کلائی کے گرد چمکتے چاندی رنگ کی لیڈیز واچ بھی پہن رکھی تھی، جو شادی کی تیسری سالگرہ پر عنایت کیا غزار کا اس کو تحفہ تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے لوہے کے بڑے پتیلے میں چمچا چلاتے ایک سانس اندر کھینچی۔ مسکارہ سے لیس، گولائی میں خم ہوئیں اس کی پلکیں گالوں پر بند ہوئیں۔ پتیلے میں فرائے ہوتے چار کوئی ٹیو کے اجزاء کی مہک اس کے نتھنوں کو پار کرتے دل تک اتر گئی۔

(چار کوئی ٹیو ایک ملائیشیائی اور سنگاپوری پکوان ہے جس میں چوڑے اور چپٹے چاولوں کے بنے نوڈلز کو گرم پانی میں بھگویا جاتا ہے، اور پھر چکن یا بیف کے سوسیجز شامل کر کے گرما گرم ساس کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔)

آج وہ ہر چیز سہی کرے گی۔

غزار کو اس کی اندھیرے میں بیٹھنے کی عجیب عادت سے مسئلہ تھا، وہ ہر جگہ نور بکھیر دے گی۔ اسے اس کی لاپرواہی اور ہر کام سستی سے کرنے سے مسلہ تھا، وہ وقت سے پہلے ہر چیز اپنی شوہر کی پسند سے کر دے گی۔ اسے گھر میں گرمی سے چڑ تھی، ظبیہ گھر کو جنت کا ٹکڑا بنا دے گی۔ اسے اپنی بیوی ہر وقت بنی ٹھنی اور صاف ستھری پسند تھی، ظبیہ کبھی میک اپ اتارے گی ہی نہیں۔

اسے ہر چیز سہی کرنی تھی، ہر چیز غزار کی مرضی سے کرنی تھی۔

جب سبزیاں اس کی پسند کے مطابق بھن چکیں تو اس نے برابر رکھے پھینٹے ہوئے انڈے بھی اپنی ترکیب میں ملا دیے۔ اب باورچی خانہ مکمل طور پر خوشبوؤں کا گاؤں بن چکا تھا۔ ظبیہ کو فخر تھا اپنے اس ہنر پر۔

کٹے ہوئے لہسن، لال مرچ، شلجم اور انڈوں کو بھنتا چھوڑ کر ظبیہ لیونگ روم تک آئی اور ایک نگاہ دیوار پر نصب ونٹیج طرز کی گھڑی پر ڈالی جو چاندی کے ہندسوں کے مطابق 08:12 بجا رہی تھی۔ سونے کی پتلی انگوٹھیوں سے سنواری ہوئیں اس کی انگلیاں آپس میں تنگ ہوئیں۔ لب کاٹتے، اس نے ہتھیلیوں پر امڈ تا پسینہ اپنی قمیض کے دامن سے صاف کیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ کچن کی طرف جانے کے لیے پلٹی ہی تھی جب ڈور بیل کی آواز سارے میں گونجی۔ ظبیہ ششدر سی سیدھی ہوئی اور پھر تیلے قدموں کے ساتھ دروازے تک پہنچی۔ لغزش کرتی اس کی انگلیوں نے لاک کھولا تو دروازہ دھکیلتے غزار خود ہی اندر داخل ہو گیا۔

گہرے سرمئی رنگ کے پلین سوٹ میں ملبوس اس کی قامت لمبی اور مستحکم تھی۔ پچاس کا ہندسہ پار کرنے کے بعد بھی چترائی اور کاردانی چہرے کے ہر جزو میں عیاں تھی۔ موٹے، زر سفید بالوں سے ایک دو لٹیں تکان سے سلوٹ زدہ ماتھے پر بکھری ہوئی تھیں، لیکن سر کے پچھلے حصّے میں بال اب بھی دم خم کالے رنگ کے تھے۔

ہاتھ میں پکڑا لیپ ٹاپ بیگ اس کے حوالے کرتے، اس نے ایک گہری نگاہ اپنے عین سامنے کھڑی بنی ٹھنی بیوی پر ڈالی۔ ظبیہ نے نظریں جھکا کر اس کا بیگ تھاما اور دروازہ بند کرتے اس کے پیچھے چل دی۔ غزار احمد کی مشتاق چال اور کالے ٹمبر لینڈ جوتوں سے بنتے نشانات قرمزی رنگ کے کارپیٹ کو داغ رہے تھے۔

وہ سبز و سفید صوفے پر جا بیٹھا اور اس کے ہونٹوں سے چھوٹتی، ایک بھاری، ضعف سے لیس سانس ہوا میں گھل گئی۔ سر صوفے کے ہتھے پر رکھتے، اس نے انگلیوں کی پوروں سے اپنا ماتھا مسلا۔ سرمئی سوٹ میں جذب ہوئی دھاتوں کی فلزاتی بو نے لاؤنج روم کو اپنی آغوش میں گھیر لیا۔ یہی اس کی زندگی تھی، معدنیات اور حیاتین کی چھان میں دنیا کا سفر کرنا اور اپنے ملک کی زیادہ سے زیادہ نعمتیں لوگوں کے لیے قابلِ میسر بنانا۔

غزار احمد کو ملائیشیا کی قومی آئل کمپنی میں چیف جیولوجسٹ کا درجہ حاصل تھا۔

ظبیہ اس کا بیگ تھامے کمرے تک جانے لگی تو اس کی گھمبیر آواز نے اسے وہیں ٹھہرا دیا۔ "ادھر آؤ، بیہ۔" وہ سہم گئی، پھر کچن اور کمرے کے درمیان کوئی مصروفیت ڈھونڈنی چاہی لیکن اچانک سب سنسان پڑ گیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار اب بھی صوفے پر سر ٹکائے، اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ایک سانس گلے سے نیچے اتاری اور کالے بیگ کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتے اس تک قدم بڑھائے۔ وہ اس کے ساتھ کھڑی ہوئی تو غزار نے سیاہی کی حد تک بھوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، اوپر سے نیچے اور پھر نیچے سے اوپر۔

ظبیہ کا دل بھاگ رہا تھا، اس کی کھال کا پور پور دہک رہا تھا۔ اس نے اچھنبے سے آنکھیں یہاں وہاں کرنا چاہیں۔

غزار نے نظریں اس میں پرویے، اپنے جوتوں سے قید پیر آگے رکھے اور ٹھوڑی سے ان کی جانب اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گئی اسے کس لیے بلایا گیا تھا۔ بیگ کو اپنے شوہر کے برابر سلیقے سے جماتے، وہ اس کے سامنے گھٹنوں پر نشست ہوئی اور آہستگی سے اس کا پیر تھاما۔ اس پورے عمل کے دوران، اس کاردان جیولوجسٹ کی نظریں صرف اس پر تھیں۔

ظبیہ نے جوتا اس کی ایڑھی کے پاس سے پیچھے کھسکایا، چہرہ اب بھی فرش پر بچھے قالین کے نقشے گھور رہا تھا۔ ایک جوتا اتار کر اس نے آرام سے اسے ماربل کے چکنے فرش پر رکھا اور نازک انگلیاں دوسرے کی طرف بڑھائیں، لیکن اس سے قبل ہی غزار نے آگے ہوتے، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اس کے جسم میں بجلی نے ایک زوردار غوطہ لگایا۔ وہ ٹھٹھک کر رہ گئی اور ادھ کھلے لب لیے، بھوری نگاہیں اوپر اٹھائیں۔ غزار اسے تکتے مسکرا رہا تھا، گردن ٹیڑھی کیے وہ اس کے بدلتے تاثرات دیکھتے نہایت مسرور نظر آ رہا تھا۔

"غزار، پلیز۔۔۔" ظبیہ نے شرمندہ سا ہو کر اپنا ہاتھ آزاد کروانا چاہا، لیکن سامنے براجمان مرد کا قلاب پتھریلا تھا۔

"پیاری لگ رہی ہو آج۔" اس نے سرگوشی میں الفاظ ادا کرتے انگوٹھے کی پشت سے اس کی کلائی پر ایک لکیر کھینچی۔ ظبیہ نے نظریں سیڑھیوں کی طرف کیں اور خود پر جبر کر کے آنکھیں کھلی رکھیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"یہ وہی گھڑی ہے ناں؟" اس نے اس کے دوسرے ہاتھ میں بندھے تحفے کی تصدیق چاہی۔ ظبیہ نے جبڑا بھینچ لیا۔

"جی۔" خاموش جواب۔

غزار کی مسکان گہری ہوئی اور وہ سر جھکاتے اس کی کلائی پر واضح نسوں کے نقشے سہلانے لگا۔ گھٹنوں پر بیٹھی لڑکی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے ایک پریشان سانس اندر کھینچی۔ "پلیز، غزار۔۔۔" ایک بار پھر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی۔

غزار اس کا چہرہ دیکھتے ہنس دیا اور چند لمحات اسے بغور تاک کر اپنا ہاتھ دور ہٹا لیا۔ ظبیہ کی سانس بحال ہوئی تو اس نے جلدی جلدی اس کا دوسرا جوتا بھی کنارے رکھا۔ پھر برق رفتاری کے ساتھ لیپ ٹاپ بیگ اور جوتوں کی جوڑی ہاتھوں میں اٹھائے کمرے کی طرف لپک گئی۔

وہ اسے اندر جاتا دیکھتا رہا پھر ایک فرحت انگیز مسکراہٹ کے ساتھ سر موڑ کر اپنا فون چیک کرنے لگا۔

تھوڑے وقت بعد، سفید لکڑی کی ٹیبل پر گھر کے کرائے داروں کو بیٹھا دیکھا جا سکتا تھا۔ رات ڈوب کر سیاہ ہو گئی تھی، نقرئی رنگ کی گھڑی کے شاقول متحرک نے دس بجائے تو بنگلے کے لاونگ روم میں گھنٹہ پورا ہونے کی مخصوص آواز گونج اٹھی۔

غزار احمد سرابراہی کرسی پر بیٹھا چار کوئی ٹیو کے آخری نوالے اپنے کانچ کی پلیٹ سے صاف کر رہا تھا۔ وہ سلیقہ مندی سے لوہے کا چمچہ تھال میں گھماتا اور پھر کمرا کڑائے نوڈلز منہ میں رکھتا۔ گود میں بچھا رومال اس کے نامیاتی نظریہ کی بھرپور عکاسی تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ، جو کھانا دس منٹ پہلے ہی ختم کر چکی تھی، ساتھ کھڑی پلیٹیں اور ڈونگے ایک طرف کر رہی تھی۔ چہرے کا میک اپ دو گھنٹے پہلے کے برعکس مدھم پڑ گیا تھا، بھرے ہوئے ہونٹوں کی گلابی بجھ گئی تھی اور جوڑے میں سے چند لٹیں بھی اس کے ماتھے پر لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ چمچا چلاتی بچا ہوا کھانا کانچ کے برتن میں سے نکال کر پلاسٹک کے پیالے میں بھر رہی تھی تاکہ ریفریجریٹ کر سکے۔

غزار نے نوالہ منہ میں رکھتے نظریں اس کی طرف کیں جو مشغول سی صاف پلیٹس ایک جگہ جما کر رہی تھی، آنکھیں جھکی ہوئی اور بھوری رنگت سنہرے بلبوں کی روشنی میں ایسی تھی جیسے دہکتی آگ سے اٹھتے شرارے، اپنے گردو پیش میں بستی ہر شے کو جھلسا دینے کی حیثیت رکھتے ہوئے۔

"تمھاری خالہ کیسی ہیں؟" اس کا چہرہ دیکھتے اسپاٹ لہجے میں بات کا آغاز کیا۔

ظبیہ کے ہاتھ لکڑی کے چمچے کے اوپر تھم گئے۔ وہ جانتی تھی غزار کیا کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کے جواب سننے سے زیادہ، اس کے تاثرات کا کھیل پرکھنا چاہتا تھا، جاننا چاہتا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے کیے گئے اس کی بے رحمی کا ظبیہ پر کیا اثر چھوڑا تھا۔

سافرون سوٹ والی لڑکی نے دو سیکنڈ کے لیے اپنے شوہر سے نگاہیں ملائیں پھر اس کی خالی ہوئی پلیٹ اٹھا کر اپنے طرف کھینچی۔

"ویسی ہی ہیں۔ ہاسپٹل میں۔"

سفید شرٹ میں ملبوس جیولوجسٹ کے تراشیدہ گال سیاہ شیو کے پیچھے چھپے تھے۔ اس نے سر ایک طرف کرتے، انگلی کی نوک اپنے چہرے پر رکھی اور ایسا تاثر دیا جیسے اس کی بات پر کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر برابر رکھا پانی کا گلاس اٹھایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"بیجنگ میں ہوتی ہیں ناں؟"

ظبیہ کا دل کیا تھا وہ گفتگو اور اسے اسی کرسی پر چھوڑ کر کہیں دور بھاگ جائے۔ وہ کیوں انجان بنتا تھا؟ کیوں اس کے احساسات کو رواں کج کلے میں اچھال دیا کرتا تھا؟ اس کے دل کو چوٹ لگی تھی، وہ چوٹ سینے کی بارہ ہڈیاں پار کر کے روح تک اتری تھی۔ اس کا پاس پورٹ پھاڑ کر بھی کیا اس کو لگتا تھا کہ اس کی معصومیت ظبیہ کے لیے قابل یقین تھی؟

"جی۔" اس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ جواب دیا۔

"کون ہوتا ہے ان کے ساتھ؟" اب وہ پانی پی کر گلاس دور رکھ رہا تھا، ساتھ ہی اس نے ایک ہتھیلی دوسری کرسی کے قریب رکھی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ظبیہ ایک پل ٹھہر گئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ نرم تھیں، اس کی منتظر۔ اس کے لب ساتھ مل گئے اور پیروں نے اس کے دماغ کو دھوکا دے دیا۔ ایک بار پھر۔

وہ اس کے برابر بیٹھ گئی، البتہ خود کو پوری طرح سے اس کی پہنچ سے دور رکھا۔

"الطاف ہوتا ہے۔ لیکن اس کی نوکری کہیں اور ہے تو، ہاسپٹل کا عملہ ہی ہوتا ہے۔"

"الطاف۔۔۔ ان کا بیٹا؟" اس نے ظبیہ کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔ اس نے سر جھکا کر ہامی بھری۔ غزار نے گردن ہلاتے اس کی بات اندر اتاری۔ آج وہ مطمئن لگ رہا تھا، ہر طرح سے۔ ظبیہ کو سمجھ نہیں آیا کہ اس کا کیا مطلب لے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کھانا اچھا بنا تھا۔" اس نے تعریف کی تو ظبیہ نے نظریں اپنی گود تک جھکا لیں۔ اس کی ہر بات نظر انداز کرکے اور ہر گناہ معاف کرکے، اس کو اگر کبھی کسی کے تعریف بھاتی تھی تو وہ اس کا شوہر تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا کرتی تھی۔ آج البتہ اس نے لب بس تھوڑے سے اچکائے۔

غزار نے اس کا چہرہ دیکھتے ایک ہاتھ بلند کیا اور اس کے گال تک لایا۔ ظبیہ بے اختیار پیچھے ہوئی تو وہ چونک کر ہنس دیا۔ پھولی سانس لیے، وہ اس کو غور سے دیکھنے لگی، دل بھاگم بھاگ تھا۔

"اتنا ڈرتی کیوں ہو مجھ سے؟" اس نے نرمی سے اس کے گال کے خم کو چھوا۔ ظبیہ کو لگا اس کا جسم برس پڑے گا۔ اس کی ابرو تنگ ہوئے اور ہونٹ سیدھی لکیر میں پھیل گئے۔ گردن اپنے آپ پیچھے ہونے لگی تو اس نے خود پر قابو پا کر اسے اٹل رکھا۔

"میں۔۔۔ میں ڈرتی نہیں ہوں۔" اس کی نظریں کہیں اور تھیں، دماغ ہمیشہ کی طرح پہلے انکار کا بدلہ اتارتے اس کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔

غزار مسکرا دیا اور آگے جھکا، اس بار اس کی گھنگریالی لٹوں میں سے ایک کو اپنی انگلی پر لپیٹا۔ ظبیہ کو لگا وہ رو دے گی، اس کا حلق کڑوا ہو رہا تھا۔ چار کوئی ٹیو اپنا مزہ کھو چکا تھا۔ اب صرف کھارے آنسو تھے، اس کو تباہ کرنے کے لیے مستعد۔

"ڈرتی نہیں ہو؟" اس نے اس کی کان کی لو پر انگلی پھیرتے سوال دہرایا۔

"بالکل نہیں۔" وہ خود کو باز نہ رکھ سکی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ اس کی سانس اٹک سی گئی اور کان سننے کی حس سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کی انگلیوں نے بے اختیار اپنا دامن جکڑا۔

"ڈرتی نہیں ہو تو نظریں کیوں نہیں ملاتی؟ آنکھیں صرف وہ چراتے ہیں جو چور ہوں یا۔۔۔" اس بار آگے جھکتے، اس کی سیاہی مائل بھوری آنکھیں اس سے جڑ گئیں۔ ظبیہ دور بھی نہیں ہو سکی۔ -"یا جن کے دل میں چور ہو۔"

"آپ۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ پریشان سی ہو کر پیچھے کو کھسکی، دل نے اچانک ایسے شور کیا تھا جیسے سلاخوں کے پیچھے قید مجرم۔ کیا وہ چور تھی؟ کیا اس کے دل میں چور تھا؟

وہ اس کو دیکھ کر دھیما سا مسکرا دیا اور اس کی ٹھوڑی سے گرفت آزاد کی۔

"حقائق۔ ایسی ہی ہوتی ہے دنیا۔ انسان کو اس کی سائیکولوجی سے بہت اچھا پرکھا جا سکتا ہے۔"

ظبیہ سر جھکاتے کھڑی ہونے لگی تو اس نے آگے جھکتے اس کی پشت پر اپنی انگلیاں سجائیں۔

"بیٹھی رہو۔ اتنی کیا جلدی ہے بھاگنے کی؟ بہت کام ہے کیا؟" اس نے آخر میں ایک نگاہ باورچی خانے کی طرف ڈالی جہاں سب ستھرا ہوا تھا۔

"نہیں۔ وہ بس..." اس نے خود کو واپس کرسی کے ساتھ ٹکتے محسوس کیا۔ آج فرار مشکل ہو گیا تھا، یا پھر اسے لگ رہا تھا۔ شاید، اس لمحے سے قبل اسے اس سب سے دور ہونے کی چاہ اس شدت سے کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"بہت کام کرتی ہو تم۔۔۔" سفید شرٹ والے مرد نے اس کا سونے کے چھلوں کی سنہری چمک میں اجاگر ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ غزار کی جلد اس کے برعکس کھردری تھی۔ چہرہ اٹھا کر اس نے ظبیہ کو دیکھا، پھر ٹھہر کر الفاظ ادا کیے۔

"کہو تو ملازمہ رکھ لیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟" اس بار اس کا انگوٹھا اس کی ہتھیلی کے کنارے نرمی سے سہلا رہا تھا۔ بھوری آنکھیں اس کی بات پر تذبذب میں چھوٹی ہوئیں۔

"ملازمہ؟ کیوں؟ میں ٹھیک ہوں۔"

غزار نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں کے قریب کیا۔

"آئی نو۔ تم ٹھیک ہو۔ لیکن تھک جاتی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا تمھیں میرے گھر میں کوئی تکلیف ہو۔"

ظبیہ کو کچھ بہت عجیب لگا تھا، لیکن اس کے اندر کے پاگل، بدھو انسان کو کچھ اچھا بھی لگا تھا۔ اس نے اپنے رجائیت پسند شخصیت کا گلا گھونٹ کر اس کی لاش ٹکڑا ٹکڑا کرنا شروع کی۔

"نہیں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ پانچ سال سے سب ایسا ہی تو ہے۔ ہمیں کب ملازمہ کی ضرورت پڑی ہے؟" اس نے اس سے ہاتھ دور ہٹا کر اپنے جوڑے میں بندھے بال بہتر طریق سے لپیٹے اور گھنے بالوں میں سے لمبی انگلیاں گزار کر انھیں سدھارا۔

غزار کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے اور اس نے ہاتھ اچکا کر اس کے فیصلے پر اتفاق کر لیا۔

"ایز یو سے، مائی کوئین۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس بار وہ چاہ کر بھی اپنی مسکان نہیں روک پائی اور گلابی ہونٹ پھیل کر اس کے چہرے پر بکھرتی روشنی کا ذریعہ بن گئے۔

"ٹیبل ٹاک ختم ہو گئی ہے کیا؟" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

غزار ہنس دیا اور ایک ابرو اٹھا کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ "در حقیقت، نہیں۔ مجھے تمھیں کچھ دکھانا ہے۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے راضی ہو گئی تو وہ اپنا فون آن کر کے ایک دو جگہ ہاتھ مارنے لگا۔ سیمسنگ گیلیکسی کے نئے ماڈل سے اٹھتی پیلی چمک میں وہ کافی سنجیدہ سا نمایاں ہوا۔ اس کی انگلیاں پھرتی سے کی پیڈ پر کچھ لکھ رہی تھیں۔

"تمھیں یاد ہے کچھ دنوں پہلے میں تمھیں بتا رہا تھا؟ مرزا کی بیوی۔۔۔ وہی جس کو کار ایکسیڈینٹ میں بہت بری چوٹیں آئیں تھیں۔ ہاں، اسے ڈاکٹر مل گئی تھی اپنے لیے۔" وہ اب بھی فون کو دیکھتے بول رہا تھا۔

ظبیہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔ "یہ تو اچھا ہوا بہت۔ اللہ بہتر کرے گا ان کے لیے۔ انھیں تو بہت زیادہ لگی تھی، نا؟ آپ بتا رہے تھے کہ ان کا چہرے کا نقشہ تک بگڑ گیا تھا۔"

"وہی تو!" وہ اچانک پر جوش سا ہو کر بولا۔ "پہچان میں نہیں آ رہی تھی۔ مرزا سے خود شناخت نہیں ہوئی تھی، اسے دو بار بلایا گیا تھا تھانے۔ لیکن تمھیں پتا ہے، اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اتنا فٹ علاج کیا ہے۔ بلکہ۔۔۔" وہ اپنی قریب الوقوع کہے جانے والی بات پر خود ہی ہنس دیا۔ "مرزا تو کہہ رہا تھا وہ پہلے سے بھی زیادہ پیاری ہو گئی ہے۔ پکچر دیکھو گی؟"

ظبیہ نے گھال میل میں آ کر ہامی بھری تو وہ کرسی پر اس کی طرف جھکا اور فون کی اسکرین قریب لایا۔ کانچ کے پیچھے ایک تیس سے چالیس سال کی عورت تھی جو عام سی شرٹ اور پجامے پہنے ہوئے تھی۔ روشنی سے کھلتا اس کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

بالائے سر بنے کنڈل میں بدحواس لٹیں سرخ کا ایک دلفریب رنگ نمایاں ہو رہی تھیں۔ چہرہ سپید اور نقوش تیکھے تھے، لیکن وہ زخموں پر ہوئی دریسی کے پیچھے ڈھکے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ان خوفناک چوٹوں کے نشانات عیاں تھے اور ٹانکوں کے دھاگے بھی اس کی صورت داغ رہے تھے، لیکن چہرہ ایک پُر بہار مسکراہٹ کے ساتھ زندہ تھا۔ وہ کمرے میں ایک پلنگ پر ٹکی تھی، جسامت کمزور اور دبلی نظر آتی تھی، ایسے کہ جیسے بہت دنوں کی بیمار ہو۔ شاید وہ اسپتال ہی تھا۔

"شکریہ ٹھیک ہیں۔" ظبیہ نے خود کو کہتے سنا۔ وہ واقعی بہتر محسوس کر رہی تھی اس خاتون کے علاج کے بارے میں جان کر۔

"ہاں، لیکن اس کا پورا چہرا بدل گیا ہے۔ سرجن نے کیا جادو کیا ہے؟ مرزا بتا رہا تھا کہ کوئی بہت مہنگی اور ہونہار cosmetologist تھیں۔ وہ تو پٹی کھلنے کے انتظار میں ہے تاکہ پورا چہرہ دیکھ سکے۔" غزار اب اسکرین پر زوم کر کے عورت کا چہرہ بغور ملاحظہ کر رہا تھا۔ ظبیہ کو کچھ برا لگا تھا۔

"چھوڑیں ناں۔ وہ بچ گئیں، یہ کافی ہونا چاہیے۔ شکل صورت تو آنے جانے والی چیز ہے۔" وہ کرسی دھکیل کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی اور پلیٹیں اٹھا کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے غزار اب بھی اس ایک تصویر کو گھور رہا تھا۔ بیوی کی بات سن کر اس نے آنکھیں چڑھائیں۔

"ایسا تم عورتوں کو لگتا ہے۔" اس کی انگلی اب اسکرین کے پور پور پر اس عورت کو چھان رہی تھی، آنکھوں میں ڈھیروں چاہت تھی، رشک تھا۔ "لیکن مرد ہمیشہ خوبصورتی چہرے پر ہی ڈھونڈتا ہے۔"

ظبیہ نے نلکا کھولا تو ٹھنڈے پانی کی دھار اس کی پسینے سے شرابور انگلیاں دھو گئی۔ اس نے مایوسی سے ڈش واش سے اپنے ہاتھ رگڑنے شروع کر دیے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

چند لمحات صرف خاموشی تھی۔

تیوریوں پر خفگی جمائے، ظبیہ پھرتیلی حرکات سے ایک کے بعد ایک پلیٹ پر صابن گھس رہی تھی۔ اسے کچھ چبھا تھا، غزار کی باتوں میں سے کوئی گوشہ تھا جو اس کا انتر گھائل کر گیا تھا، لیکن وہ اسے نظر انداز کرنا چاہتی تھی۔ دن اپنے اختتام کو تھا۔ سارا کام سمیٹ کر، بغیر کچھ غلط کیے وہ سونے لیٹ جائے گی۔ آج وہ اپنی محنت اور ضبطِ نفس کو رائگاں نہیں جانے دے گی۔

وہ اور غزار ایک نارمل کپل کی طرح رہیں گے۔ اب وہ اور موقع نہیں دے گی کسی کو بھی ان پر ہنسنے کا، بے شک وہ اکائر ہی کیوں نہ ہو۔ اس آدمی کا سوچ کر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھہری تھی۔ وہ اس پل تک گھر نہیں آیا تھا۔ اس نے گھڑی کو دیکھا۔ شاید، وہ باہر ہی رہنے والا ہو۔ پھر شانے اچکا دیے۔ مجھے کیا؟ ظبیہ یمین اس اصلیت سے پوری طرح تغافل شعار تھی کہ اکائرز مورا پچھلے دو گھنٹوں سے اپنے کمرے میں قید تھا۔

"ہم بھی ٹرائے کریں؟" غزار نے آواز بلند کرتے اسے مخاطب کیا۔

اب وہ کانچ کا گلاس کھنگال کر اسے فوم کے برش سے رگڑ رہی تھی۔ "کیا چیز؟"

"یہ کوسموٹولوجسٹ۔ تمھارے لیے۔"

جلتی اسکرین والا فون لکڑی کی میز پر دھرا چھوڑ کر، وہ کھڑا ہو گیا اور قدم قدم چل کر کچن تک آیا۔ ڈھیلی سفید شرٹ اور کالے کاٹن پجامے زیب تن کیے، اس نے فرج کے ساتھ ٹک کر ہاتھ جیبوں میں ڈالے۔

ظبیہ نہ سمجھی میں پیچھے گھومی اور اسے دیکھا، سرف والے ہاتھ اب بھی جھاگ سے چھپے تھے۔

"میرے لیے؟ میں ٹھیک ہوں، غزار۔" یکدم اس کا دل ارتعاش میں آ کر پھڑ پھڑایا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار نے ایکائی میں سر نیچے کیا اور اس کے قریب پہنچا۔ اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر پرے ہٹایا اور اپنی طرف متوجہ کیا۔ "مجھے پتا ہے، جان۔ تم ٹھیک ہو۔ تم ٹھیک نہیں، تم بہترین ہو۔ لیکن۔۔۔" اس نے نظریں نیچے کرتے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پھنسایا، پھر بہت مان سے اسے دیکھا۔ "اگر کوئی چیز بہتر بن سکتی ہے تو. . . "

"غزار!" ظبیہ نے فوراً سے بھی پہلے اپنا ہاتھ اس کی ہاتھوں کی کڑی سے باہر نکالا۔ سیاہ مسکارے میں رنگی بھوری آنکھوں کی پلکیں ایک بار بند ہوئیں، پھر دوبار۔ اس کے چمچماتے کتھئی آئینوں میں حیرت تھی، عتاب تھا۔

"آپ۔۔۔" اس کے لب مشکل سے حرکت کر رہے تھے، الفاظ حلق کی کھال سے چپک رہے تھے۔ "آپ خود کو سن رہے ہیں؟ آپ کیا، آپ یہ کیسے۔۔۔"

غزار نے اس کا چہرہ چھونا چاہا لیکن اسے نے قوت کے ساتھ اس کا بازو دور ہٹایا۔ اس نے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

"ظبیہ، میری جان، پلیز۔ بی پریکٹیکل۔ ایسا کچھ غلط تو نہیں کہا میں نے۔ ایک آفر کی ہے، شوہر ہوں تمھارا، کر سکتا ہوں۔ میری اتنی استطاعت ہے کہ میں سرجری افورڈ کر سکتا ہوں۔ ہر کسی کی نہیں ہوتی۔ تمھیں نعمت کی ناشکری کرنی ہے؟"

"سرجری کرنی ہی کیوں ہے؟" اس نے چیخ کر سوال کیا، پلکیں بھیگ رہی تھیں اور سینے کے حدود میں قید دل آنتوں تک گر چکا تھا۔

غزار نے اس کے آنسو پونچھے۔ "ادھر دیکھو۔ تمھیں بہتر نہیں بننا؟ تم ایک فریش شروعات نہیں چاہتی ہمارے لیے؟ ظبیہ۔۔۔" اس نے آگے ہوتے اس کی آنکھوں میں خود کا عکس تلاشا۔ "ہم بہت کچھ غلط کر چکے ہیں۔ میں اب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں سب۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کے آنسو گر رہے تھے، گرم لاوا کی طرح اس کے گالوں پر دراڑیں پیدا کر رہے تھے۔ بلکتے ہوئے اس نے سر یہاں سے وہاں ہلایا۔ "میں یہ نہیں کر سکتی۔ نہیں، غزار۔ آپ یہ مجھ سے نہیں کروا سکتے۔۔۔"

"ششش۔" اس کے شوہر نے آہستہ سے اسے اپنی آغوش میں گھیر لیا، مضبوط بازو دونوں اطراف سے اس کے گرد لپیٹ لیے۔ اس کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی جماتے، اس نے سرگوشی میں اسے دلاسہ دیا۔ استہزاء کا کیا قصہ تھا، زخم دینے والا ہی رونے کو کندھا بخش رہا تھا۔

"بس، بیہ۔ میں ادھر ہی ہوں۔ تم تو مضبوط ہو۔ اتنی پیاری، اتنی اچھی بیوی ہو۔ ہمیشہ میرا خیال رکھتی ہو۔" ایک ہاتھ سے اس کی لٹیں کان کے پیچھے اٹکائیں۔ "تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں تمھاری حفاظت کروں گا۔ سب بہت اچھا ہو گا۔"

ظبیہ نے کمزوری سے سر نفی میں دائیں بائیں گرایا اور اس سے دور ہوئی۔ پیچھے بیسن تھا اور آگے وہ۔ آنسو خشک ہو کر اس کے سرخ ہوئے گالوں پر جم گئے تھے۔

"نہیں۔۔۔" انکار ہمیشہ سرگوشی سے شروع ہوتا ہے۔ ظبیہ یمین نے بھی آج ابتدائی قدم اٹھا دیا تھا۔ "میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔"

غزار نے تو اس کی بات ہوا میں پرندے کی طرح جھونک دی۔ "بیہ، تم وقت لو۔ سوچو، سمجھو۔ تمھارا شوہر ہوں، کچھ سوچ کر کہہ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ کر کہہ رہے ہیں؟" آنسوؤں کے باعث، اس کی آواز خاموش ہو گئی تھی، الفاظ سپاٹ اور لہجہ سرد تھا۔ "آپ صرف اپنے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ ایک لمحہ رکا اور پھر چونک کر ہنس دیا۔ اس کے برابر بنے کاؤنٹر کو پکڑتے اس نے محظوظ سے انداز میں گردن ترچھی کی۔ "اچھا؟ میں صرف اپنے بارے میں سوچتا ہوں؟ یہ کس نے کہا تم سے؟"

"کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنکھیں ہیں میری، دماغ بھی۔" وہ پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہر لفظ توڑ توڑ کر ادا کر رہی تھی۔ "اور زبان بھی۔"

غزار کی مسکراہٹ بدل گئی۔ اس نے آنکھیں بند کرتے اس کے الفاظ اندر اتارے پھر واپس اس کی جانب راغب ہوا۔

"اور آج تم نے سوچا کہ اس زبان کے جوہر دکھائے جائیں۔ ہمم؟" وہ ایک قدم آگے آیا اور ظبیہ پوری طرح سے قید ہو گئی۔ اس نے پھر بھی نگاہ داری میں رکاوٹ نہیں آنے دی۔

"میں سرجری نہیں کرواؤں گی۔" بہت دھیرج کے ساتھ بات جاری رکھی۔ "آپ زبردستی نہیں کر سکتے ورنہ۔۔۔"

"او!" وہ ہنس دیا، تراشیدہ گال مسرور مسکان میں اوپر اٹھے۔ "انٹرسٹنگ! ظبیہ یمین کے پاس تو آج 'ورنہ' بھی تیار ہے۔ سنائیے، بیگم صاحبہ، کیا کریں گی ورنہ؟"

"میں۔۔۔ میں پولیس کو بتاؤں گی۔ ہر وہ چیز بتاؤں گی جو آپ نے میرے ساتھ غلط کی ہے۔ میں ظلم سہہ سکتی ہوں، غزار، بربریت نہیں۔" وہ ہانپ رہی تھی۔

اس کی مسکراہٹ اب بھی کم نہیں ہوئی۔ غزار نے چہرہ جھکاتے ایسے ہنسی دبائی جیسے وہ کوئی اعلیٰ لطائف کی کتاب سے اسے اقتباسات پڑھ کر سنا رہی ہو۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کیا بتاؤ گی پولیس کو؟" اس نے اس کی طرف دیکھتے سوال کیا۔ "یہ کہ میں تمھیں پالتا ہوں یا یہ کہ میرے علاوہ اس دنیا میں تمھیں کوئی پوچھنے والا نہیں؟ یہ کہ تمھارے باپ نے پیسوں کی لالچ میں تمھیں میری زندگی میں جھونک دیا تھا یا یہ کہ تمھارا منگیتر شادی والے دن آیا ہی نہیں تھا؟" اس نے آگے ہوتے اپنا ماتھا ظبیہ سے ٹکرایا۔ بھوری رنگت والی لڑکی نے ضبط سے آنکھیں مینچ لیں، پلکوں کی قید سے ایک آنسو بحال ہوا۔

"یا پھر یہ کہ تم کبھی ماں نہیں بن سکتی اور میں پھر بھی تمھیں پانچ سال سے جھیل رہا ہوں؟" اس نے اس کی ٹھوڑی جکڑی اور مجبوراً آنکھیں کھلوائیں۔ "تمھیں تو عورت ہونے کا بھی حق نہیں ہے، ظبیہ یمین۔"

ہاتھ اٹھا تھا، لیکن مظلوم کا۔ ظبیہ نے بے قابو دھڑکتے دل کے ساتھ اسے گھورا جو دو قدم پیچھے ہوئے اپنا لال پڑتا گال تھاما ہوا تھا۔ وہ کانپ رہی تھی، آنکھیں غصے سے سرخ جل رہی تھیں۔

"ہمت کیسے ہوئی آپ کی ایسی گھٹیا بات کرنے کی!" اس کا چہرہ دہک رہا تھا، سینے میں آگ کا دریا ابل رہا تھا۔ "اگر میں عورت نہیں تو آپ بھی کسی زاویے سے انسان نہیں!"

اس کی للکار پر غزار بڑے ڈگ بھرتے قریب پہنچا اور اس کے بال گدی سے پکڑ کر آگے کھینچے۔ وہ بے اختیار چلائی اور اس کی گرفت چھڑانی چاہی مگر اس سے چھ انچ لمبا وجود پہلے ہی اسے بیسن کی دیوار میں دھنس رہا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میرے ٹی وی پر کسی اور کا چینل نشر ہو رہا ہے؟" اس نے غراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ظبیہ کا درد، ان ذلت بھرے الفاظ کی تکلیف دو پل میں فنا ہو گئی جب اسے اندازہ ہوا کہ اس کے شوہر کا اشارہ کس طرف تھا۔

"کیا۔۔۔؟" وہ بول اٹھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"او، یو نو 'کیا'، ظبیہ!" وہ اچانک بھرپور توانائی کے ساتھ جگمگایا۔ اس کے بال اپنی مٹھی سے آزاد کیے اور فوراً ہی اس کا بازو پکڑ لیا۔ بغیر پیچھے دیکھے، وہ اسے کھینچتا ہوا گھر کے لاؤنج روم تک لایا اور پھر جھٹکے کے ساتھ دور پھینکا۔

ظبیہ نے آستین کے اوپر سے اپنی کہنی سہلائی جہاں اس کے ہاتھ نشان چھوڑ گئے تھے اور گردن اٹھا کر اپنے شوہر کو جانچا جو دائیں سے بائیں اور واپس بائیں سے دائیں ٹہل رہا تھا۔ چہرے پر امڈ تا پسینہ اس نے شرٹ کے کھلے کف سے صاف کیا اور ہاتھوں کی مٹھی بنائے اپنی ٹھوڑی مسلی۔

تھوڑے وقت بعد وہ واپس اس کی طرف گھوما۔ وہ قریب آیا تو وہ دور ہٹی۔

سر ہلاتے وہ کسی بات پر انکاری لگتا تھا۔

"نو، نو، نو۔ یہ تم نہیں ہو سکتی، ظبیہ۔ پانچ سال سے تمھارے ساتھ ہوں۔ تم نے کبھی آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا نہیں اور آج۔۔۔" وہ استہزاء سے مسکرا دیا۔ "آج تم نے مجھے تھپڑ بھی مار دیا۔ اتنا جلدی گلو اپ تو کسی کا بھی نہیں آتا۔ نو، نو۔"

اس کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟ وہ تو سب ٹھیک کرنا چاہتی تھی۔ کیا اسے سب ٹھیک کرنے کی سزا مل رہی تھی؟

"غزار، مجھے معاف کر دیں۔۔۔" وہ بے اختیار اپنے گھٹنوں پر پھسل گئی اور ہتھیلیاں ساتھ مسلنے لگی۔ "مجھے نہیں پتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ کا واسطہ، رحم کھائیں مجھ پر۔" آنسوؤں سے اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

"تمھیں نہیں پتا؟" وہ بے یقینی میں بڑبڑایا، پھر اس کے سامنے اکڑو بیٹھا۔ "میں یاد کروا دیتا ہوں۔ نو پرابلم، ڈیئر وائف۔ دیکھو، سب سے پہلے تم نے کافی 'پیں پیں' کی اس بات پر کہ میں تمھاری پلاسٹک سرجری کروانا چاہتا

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ہوں۔ آئی مین، واقعی؟ تم دیکھ رہی ہو تم کتنی بچکانہ ہو، بالکل کسی بگڑے ہوئے بچے جیسے۔ اینی ویژ، آگے بڑھتے ہیں۔ نیکسٹ، اور یہ سب سے فنی تھا، وہ یہ کہ تم نے کہا میں صرف اپنے بارے میں سوچتا ہوں اور میں تم پہ۔۔۔" رک کر ظبیہ کا چہرہ دیکھا جو ہتھیلی سے اپنے آنسو رگڑ رہی تھی اور پھر مسکرا دیا۔ "میں تم پہ ظلم کرتا ہوں! آہا۔ کتنا بڑا اولن ہوں ناں میں! کسے پتا تھا؟"

سافرون رنگے جوڑے میں گری لڑکی نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے لب ادھ کھولے ہی تھے کہ غزار نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

"میری بات ختم نہیں ہوئی ہے، بیہ۔ ابھی تو شروع ہی ہوئی ہے بلکہ۔ تمھیں پتا ہے تمھاری سب سے عجیب بات مجھے کون سی لگی تھی؟"

وہ سر ہلاتے بلکنے لگی۔ "مجھے۔۔۔"

غزار نے تنگ آکر آنکھیں گھمائیں۔ "سیوا ٹ۔ جواب دو۔ اچھا چھوڑو، میں بتا دیتا ہوں۔" وہ خوشی خوشی آگے ہوا جیسے کوئی دلچسپ قصہ سنانے والا ہو۔ "سب سے عجیب بات یہ تھی کہ تم نے بولا تم پولیس کو بتاؤ گی۔"

بھوری آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ "آئی ایم سو سوری! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں بس۔۔۔ گرمی لگ رہی تھی۔ میرے منہ سے کچھ بھی نکل گیا۔ پلیز غزار۔"

سامنے بیٹھے مرد کے ابرو تنگ ہوئے۔ "گرمی سے پولیس کی دھمکی؟" اس نے ٹھوڑی پر انگلی تھپتھپائی۔ "زیادہ سینس تو نہیں بن رہا۔" اسے سے پہلے کہ وہ دوبارہ اپنا رونا شروع کرتی، غزار آگے جھکتے مسکرایا۔ "ایک بات بتاؤ، سچی سچی۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ بغیر آواز کیے اسے تکتی رہی۔

"تمھیں یہ۔۔۔ ہمارا مالک مکان کیسا لگتا ہے؟"

اس کی رگوں میں دوڑتا خون سکڑ گیا، منہ میں قید زبان لوہا بن گئی۔

"اچھا لگتا ہو گا، آئی ایم شیور۔ جوان ہے، خوش شکل ہے۔ آج کل کی لڑکیوں کو یہی چاہیے ہوتا ہے ناں؟ بات بھی اچھے ڈھنگ سے کرتا ہے۔ تم دونوں ہم عمر بھی ہو۔ خیالات بھی ملتے ہوں گے۔ یو نو، ینگ بلڈ **(جوان خون)** !"

اسے پتا چل چکا تھا کہ اس ریل کی منزل صرف اور صرف ایک تھی۔ پاتال۔

اس نے مسکراتے ہوئے ظبیہ کا ہاتھ تھاما۔

"یہ اسی کہ مشورے ہیں ناں؟ تم اسی کی سکھائی بولی بول رہی ہو۔" آخر میں اس نے اس کی انگلیاں الٹی طرف موڑیں تو ظبیہ کراہ کر رہ گئی۔ وہ سسکیوں کے ساتھ رریار رہی تھی۔

اس نے اس کی انگلیاں کھینچ کر اسے کھڑا کیا اور لاؤنگ روم کے درمیان جھونکا۔ قرمزی رنگا قالین اس کے پیروں تلے رل گیا۔ ظبیہ ہانپ رہی تھی، بھوری آنکھیں دہشت سے کھلیں، آس پاس فرار ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس کے پیچھے ڈیوائڈر کیبنٹ تھا اور بائیں طرف کانچ کا رکھا لمبا بک شیلف جو صرف ایک ٹانگ پر پائیدار تھا۔ اس کے دو پائے وقت سے قبل ہی جان کی قربانی دے چکے تھے، اور منصوبہ یہ تھا کہ اس شیلف کو گھر سے جلدی فارغ کیا جائے، لیکن سامان صاف کرنے کی فرصت کسی کو میسر ہی نہیں ہوئی تھی۔

"اسے پسند ہے تمھاری شکل۔" غزار اب اس کے قریب بڑھ رہا تھا۔

"کسے؟ آپ کیا بول رہے ہیں؟" اس کے ابرو بھنچے تھے، ہونٹ لرز رہے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ارے، اسے! اسی لیے تو تم اتنا نہ کر رہی تھی پروسیجر سے۔ ہیں نا؟ مان لو، ظبیہ۔ اپنے لیے آسان کرتے ہیں اسے۔"

"غزار، آپ اب بھی کسی تیسرے کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں!" اس کی آواز سرگوشی تھی، التجاء تھی۔ "آپ کو کچھ کیوں نہیں دکھتا؟"

"دکھ رہا ہے، سب دکھ رہا ہے۔ اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں۔۔۔" وہ دو قدم آگے آیا اور جیب سے کچھ نکالا۔ نقرئی اور سرخ۔ وہ اس کا لائٹر تھا۔

ظبیہ کا دل حلق تک اچھلا، ہونٹ پھیل گئے اور وہ دیوانہ وار چیخنے لگی۔

"غزار! غزار، بس! کیا کر رہے ہیں آپ؟ دور پھینکیں اسے!"

اس کی صدائیں سنی انسنی کر کے لمبی قامت والے مرد نے کنارے پر لگا بٹن نیچے کھینچا تو شعلہ بھڑک اٹھا۔ اس کی سیاہی کی حد تک بھوری آنکھیں بھی اس آگ میں جل کر نمایاں ہوئیں۔

"کیسا لگتا ہے تمھیں وہ؟" اس بار اس کی آواز خالی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے نزدیک آ رہا تھا، مڑی ہوئی پلکیں، مغرور ناک اور بے تاثر آنکھیں صرف ایک ہی احساس کی ہجے کر رہی تھیں۔

جرم۔

گناہ۔

اَپرادھ۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"وہ۔۔۔وہ کون؟" ظبیہ پیچھے ہونے لگی تو اس کی کمر ٹی وی اسکرین سے جا ٹکی۔اس نے نظریں ارد گرد دوڑائیں۔ کوئی ہتھیار، کوئی چیز، کچھ بھی جو اس کی حفاظت کر سکے۔

وہ اس کے عین سامنے آکر رکا اور ہاتھ میں پکڑا لائٹر جلایا، لال اور نارنجی شعلے یہاں سے وہاں لہرائے۔ اگلا سوال سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ادا کیا۔

"کتنے 'وہ' ہیں تمھارے؟"

ظبیہ دنگ کھڑی اسے تکتی رہے، ایسا لگتا تھا جیسے اس کے سارے اعضاء نے ایک ساتھ جراحی کرنے سے مقاطعہ کر لیا تھا۔ بھوری آنکھیں آنسو برسا برسا کر تھک چکی تھیں، روندا ہوا دل اپنی دھڑکنیں گننا بھول چکا تھا، دماغ دفاع اور حملے کی تدبیریں سوچ سوچ کر گھس چکا تھا۔اس کی زندگی کے پچھلے پانچ سال اس کے سامنے تھے، اس کی خوشیوں اور کامیابیوں کی سب سے بڑی دیوار بنے ہوئے۔

اسے اندازہ ہو گیا تھا۔اسے فیصلہ کرنا تھا، کیونکہ انتظار وہ کر چکی تھی۔

"جواب دو۔" لائٹر اس کے منہ کے قریب لاتے، وہ غرایا۔اس کی جرم سے سیاہ ہوئی آنکھیں امید کی روشنیوں سے کوسوں دور تھیں۔ظبیہ جان چکی تھی وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بچا سکتی تھی۔

ٹھوڑی سے بہتے آنسو پونچھتے اس نے اس کا ہاتھ دور ہٹانا چاہا، تو غزار نے اچانک اس کا جبڑا سختی سے جکڑا اور آگے کھینچا۔وہ زوردار آواز میں چنگھاڑی اور اس کے شوہر نے ظلم اور زیادتی کے سارے درجے پار کرتے سلگتا ہوا لائٹر ٹھیک اس کے ہونٹوں پر دبایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسے اپنے گرد سب راکھ بنتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ حواس باختگی سے اپنے ہاتھ پاؤں مارنے لگی، اسے دور ہٹانے کی کوشش کرتی رہی لیکن غزار نے اتنی ہی قوت کے ساتھ اسے ٹی وی اسکرین سے ٹکرایا اور شعلہ ٹھیک اس کے ہونٹوں کی نرم جلد سے ملایا۔ وہ چیخ چیخ کر ہانپ رہی تھی، اس کی انگلیاں اس کے کندھوں میں دھنس رہی تھیں اور پھر اچانک، طاقت کا سیلاب اس میں امڈ آیا۔

اس نے بغیر لحاظ کیے غزار کو اپنے اوپر سے دھکا دیا۔ اس کا پیر کارپٹ کے کنارے میں الجھا تو اس نے سنبھل کر آگے ہونا چاہا لیکن ظبیہ نے نفرت کے ساتھ اسے چھاتی پر ٹھوکر مار کر ایک اور بار پیچھے گرایا۔

وہ چاہتی تھی وہ اس سے دور ہو جائے تاکہ وہ اپنے دفاع کے لیے کہیں بھاگ سکے، لیکن اگلے چند لمحات میں جو ہوا تھا اس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

غزار اپنے پیروں پر پھسلتا بائیں جانب اوندھا ہوا تو اس کے پیچھے کانچ کا شیلف اپنے پائے پر ڈگمگایا۔ اس نے بھاری سانسوں کے ساتھ اس کے دروازے کو پکڑنا چاہا لیکن قدم کچھ اس طرح مڑے کہ اس کی پشت اس سے زوردار آواز کے ساتھ جا ٹکرائی، اور پھر زخمی بک شیلف بھی خود کو قابو نہ کر سکا۔ چھ سے زائد فٹ کی الماری پوری کی پوری اس پر پلٹ گئی۔ کانچ کے ٹکڑے اس کی گردن میں گھونپے اور ایک لمحے میں اس کے جسم کے پور پور سے سرخی رس رہی تھی۔

ظبیہ بے حرکت کھڑی رہی۔ سارا منظر اس کے سامنے ایسا تھا جیسے لال پردے پر چلتا کوئی اوپرا شو۔ گرد و پیش کی ہر آواز نے اس کے کانوں کے پاس دم توڑ دیا۔ وہ اس سب سے دور تھی، بہت دور، یا ہونا چاہتی تھی۔

سر کے بل لیٹے غزار احمد کی آنکھیں چت کھلی تھیں، گھنی پلکیں ابرو سے جڑ چکی تھیں اور آنکھوں کے نچلے حصے میں نمی تھی۔ دونوں بازو اس کے اطراف میں گرے تھے اور سانسیں ٹھہر ٹھہر کر بحال ہو رہی تھیں۔ لکڑی کے فرش

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پر ہر جگہ کانچ پھیلا تھا۔ نوکیلے، چمچماتے گوشے جن پر خون کے دھبے نمایاں تھے۔ گھڑی کی ٹک ٹک ظبیہ کے بھاگتے دل اور غزار کی نازک سانسوں کے درمیان ایک واضح دراڑ تھی۔

اس نے بمشکل خود کو چلنے پر مجبور کیا، سٹپٹا کر دو قدم پیچھے لینے چاہے تو غزار کی انگلیوں نے نہایت باریکی سے اس کے پیر کو تھاما۔ اس کے چھونے کا وزن کسی پنکھ جتنا تھا، یا شاید اس سے بھی کمتر، لیکن ظبیہ سیدھی نہ رہ سکی۔ اس نے بھاری سانسوں کے ساتھ قدم پیچھے اٹھائے، بھوری آنکھوں میں خوف بھرا تھا۔

"ظبیہ۔۔۔"

فرش پر گرے وجود کی آواز سرگوشی تھی۔ وہ مٹ رہا تھا، اس کی سانسیں گھٹ رہی تھیں۔ سر کے گرد احمر رنگا مائع پھیل کر عریض سے عریض تر ہوتا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ لہو کی اس گنگا میں منہ ڈالے بیٹھا ہو۔

وہ تھم گئی، کپکپاتی انگلیاں ہونٹوں کے گرد لگائیں تو آگ سے جلی جلد کا احساس ہوا۔ آنسو، خون، پسینہ، وہ سب میں تیر رہی تھی، سب میں ڈوب رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے؟ اس کی مدد کرے، اس کی بلیڈنگ روکے، ایمبولینس کو کال کرے اور اسپتال لے جا کر اچھی بیویوں کی طرح شوہر کی صحتیابی کی دعائیں مانگے؟

یا بھول جائے؟ اس شخص کو، اس کے خون سے بنتی ان سرخ لکیروں کو، اس کی التجاء سے لیس ان سانسوں کو؟ بھول جائے وہ سارا وقت جو اس نے اس کے ساتھ گزارا، وقت جس میں اس نے اسے چاہا اور اس کی چاہت کی خواہش کی۔

کیا وہ یاد رکھے وہ لمحات جب دھرتی کے اس گولے پر اسے کسی کا ساتھ نہیں تھا سوائے اس کے، جب غزار احمد کی بیوی بننے نے اسے ایک نئی زندگی بخشی تھی؟ کیا وہ دہرائے وہ مواقع جب وہ اسے تیار ہوا دیکھ کر مان سے مسکرا دیا کرتا، اپنے دوست احباب سے اس کا تعارف کرواتے اس کا ہاتھ تھام لیتا اور تسلی دلاتا تھا؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یا پھر محسوس کرے اس چبھن کو جو اس کے ہونٹ جلا رہی تھی، اس کا دل جھلسا رہی تھی؟ وہ جلن جو اس کے جسم کی پور پور کی شناخت بن چکی تھی، وہ دھبے جو اس کا ضمیر، اس کا اصل داغ چکے تھے؟ وہ چوٹیں جو اس کو گوشت کو پار کر کے اس کی روح میں خراشیں چھوڑ چکی تھیں؟ وہ کیسے بھول سکتی تھی وہ درد، وہ اذیت جو غزار کی ہر دھتکار پر اس کا کلیجہ کاٹ دیا کرتی تھی؟ کیسے فراموش رہ سکتی تھی اس تحقیر سے جس کو اس نے اپنی حقیقت مان لیا تھا، اپنے شوہر کی آنکھوں میں بنتی حقارت سے جس کو اپنا آئینہ تصور کر لیا تھا؟

وہ یہ تو نہ تھی۔ ظبیہ یمین یہ تو کبھی نہ تھی۔

وہ چار دیواری، جو اسے سلامت رکھنے کے وعدے جھٹلا چکی تھی، اس کے درمیان کھڑی لڑکی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کون تھی، اور یہ انکشاف اس پر کچھ اس طرح ہوا تھا کہ اب وہ چاہ کر بھی اپنا اصل نہیں بھول سکتی تھی۔

ظبیہ یمین معاف کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ وہ مظلوم نہیں تھی جو لہو دے کر منہ میں زہر کا پیالہ الٹا لے، وہ اپنے غلط کار کے ساتھ نوالہ توڑ سکتی تھی لیکن حلق سے صرف تھوک گزارا کرتی تھی، وہ مار کھا کر اپنے زخم سکھانے کے بجائے دوسرے کی ثابت کھال کو تکا کرتی تھی۔

ظبیہ یمین اپنی آزادی نہیں، اپنے مجرم کی قید خانی کی دعا کیا کرتی تھی۔

فرش پر گرے مرد کے بے حرکت وجود اور خمار آلود آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر، اس نے خوب آہستگی سے ایک قدم پیچھے لے لیا۔ پھر ایک اور۔ پھر اور ایک۔

اس کے انتخاب پر غزار بے اختیار ہنسا تھا، لیکن اس کی مرجھائی ہوئی صورت سے صرف ایک بھاری سانس ہی چھوٹ پائی۔ ہنسی کے زور سے اس کی لال پڑتی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ گرا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"یو بچ۔۔۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا، یا شاید اتنا ہی کہنا چاہتا تھا۔ اس کی سانسوں نے دم توڑ دیا، بھوری آنکھیں کھلی رہ گئیں اور اس کی نگاہیں تا عمر اس پر محفوظ ہو گئیں۔ وہی جو اس کی قرضدار تھی، وہی جس نے احسان فراموشی کی تھی۔

اپنی چیخ کا گلا گھونٹ کر وہ پیچھے دیوار کے ساتھ جا لگی اور پھسل کر زمین پر نشست ہو گئی۔ اس کی ہتھیلیاں بھیگ رہی تھیں، ہر سانس کٹ کٹ کر اس کے پھیپھڑوں میں اتر رہی تھی۔

اپنے گرد بنتے بحر احمر کو تکتے، وہ خالی محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دل، دماغ، سب بھول رہا تھا۔ آنکھ سے ایک تنہا آنسو ٹپک کر اس کی سافرون رنگی قمیض میں جذب ہوا تو کپڑے پر ایک داغ سا اُمڈ آیا۔

کچھ تھا جو تھم گیا تھا۔

ظبیہ نے دعا کی تھی کہ کاش، وہ 'کچھ' وقت نہ ہو۔

★★★

(حادثے کے دو دن بعد)

جگہ: غزار احمد کا گھر

06:34 PM

نیا روز، نئی امنگ لیکن پرانے حالات۔

بانگسار میں بنے اس دو منزلہ بنگلے پر شام کی روشنی دم توڑ رہی تھی۔ فروری کے اختتامی دن تھے لیکن موسم ویسا ہی تھا جیسے دو ماہ یا دو سال پہلے۔ گرم، تپتا ہوا، آگ برساتا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نچلے حصے میں واقع دو کمروں میں سے ایک کا رخ کرو تو وہ گاڑھے قرمزی رنگ کی لکڑی کے دروازے والا کمرہ ہو گا جسے اندر سے بند کیا ہوا تھا۔ دروازے کے نیچے سے امڈتی روشنی کی پٹی کو کھوجو تو آپ اپنے آپ کو کمرے کے اندر پائیں گے۔

اس وسیع و عریض ضخامت کے کمرے کے بیچ و بیچ کنگ سائز بیڈ بچھایا گیا تھا، جس پر ہلکی گلابی رنگ کی چادر چڑھی تھی۔ شام کی مدھم نارنجی روشنی شیشے کی کھڑکیوں سے چھن کر اندر برس رہی تھی۔ لکڑی کے فرش پر ہلتے جھلتے سائے واضح تھے اور قریب مقیم موٹے ستون والے درخت کے پتوں کی سرسراہٹ اس گھر کی واحد آواز تھی۔

کمرے میں بتیاں بجھی ہوئی تھیں، جیسے رہنے والے کو روشنیوں سے سخت چڑ ہو، اسی لیے جو بھی روشنی تھی وہ یا تو مٹتے سورج کی تھی یا گلی میں کھڑی لمبی اسٹریٹ لائٹس کی جو خوبصورت نقرئی شعائیں کمرے کے شیشوں پر انعکاس کر رہی تھیں۔ کوالالمپور میں عصر کا وقت تکمیل ہونے کے در پر تھا۔

پلنگ کے ہتھے پر بیٹھی ظبیہ نے ہتھیلی اپنی ٹھوڑی پر مسلی اور وہاں موجود پسینہ صاف کیا، پھر دونوں ہاتھ آپس میں پھنساتے، ناہموار ہوتی سانسوں پر قابو پانا چاہا۔ اس نے آسمانی نیلے رنگ کی قمیض پر ڈھیلی ڈھالی جینز پہن رکھی تھیں، سفید دوپٹہ اس کے پیچھے بیڈ پر جھری زدہ ہوا پڑا تھا۔ بال کل کی طرح ہی بندھے تھے لیکن لگتا تھا اسے پچھلی رات کی بات سے ان مین کنگی پھیرنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔

چہرے پر چمکتا پسینہ، آنکھوں کے ڈلوں میں عیاں سرخی اور واضح انداز میں جلے گلابی ہونٹ، سب کچھ کل تھا۔ آج آیا ہی نہیں تھا۔ ظبیہ اس لمحے سے نکل ہی نہیں پائی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے کمرے کے دوسرے حصے کی طرف نظریں موڑیں جہاں مضبوط لکڑی کی ونٹیج طرز پر مبنی گہرے سبز رنگ کی سائڈ میز اپنے چار پائیوں پر کھڑی تھی۔ آنکھوں نے پلکیں جھپکائیں اور اس کی نظر کا زاویہ میز پر سجی کتابوں اور پنی چڑھے لیمپ سے ہوتا برابر دیوار کے ساتھ ٹکے ساکت مجسمے کی جانب گھوما۔

وہ مجسمہ اینٹ یا پتھر نہیں تھا، وہ سیمنٹ سے گوندا یا ہاتھوں کی نفاست کا کمال نہیں تھا۔ وہ تو کھال تھا، انسانی جسم جس کی پور پور میں زندگی ہوا کرتی تھی۔ اس کے نقوش کسی میوزیم کی زینت نہیں بلکہ حاکمیت اور قیادت کا چترام تھے۔ لیکن آج وہ بجھے ہوئے تھے، اس کا ہر جزو سانس کی رمق سے خالی تھی، اندھیر۔ سفید بال ماتھے پر جھول رہے تھے، سہر انگیز آنکھیں اپنے جالوں میں قید تھیں اور ہونٹ چپک کر نیلے پڑ چکے تھے۔ وہ بے جان، بے حرکت سا کونے میں ڈھے گیا تھا، ایسے کے جیسے کوئی وزنی بوری ہو جسے مزدور نے پہلی جگہ دیکھتے ہی ٹھکانے لگا دیا ہو۔

ہمارا مزدور اور کوئی نہیں بلکہ وہی تھی۔ ظبیہ نے کوفت سے غزار کے بیس گھنٹے سے مردہ صورت کو دیکھا اور ایک بے زبان گوہار کے ساتھ سر اپنی ہتھیلیوں میں گرا لیا۔ کاش، انسانی جان بھی ڈیٹول واریرز کے گیم کی طرح ہوتی اور مرتے ساتھ ہی لاش دھواں دھواں ہو کر غائب ہو جاتی۔ کیا ضرورت ہے اتنی لمبی فوڈ چین کی؟

ہم جانور کھائیں، جانور پودیں کھائیں اور پودے ہمیں کھائیں۔ ظبیہ کو یقین تھا غزار کو کھا کر تو کسی پودے کا پیٹ بھی نہیں بھرنا تھا۔

اس نے جنجھلاہٹ میں اپنا ماتھا مسلا۔ تیرا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، ظبیہ۔ پھر سیدھی ہوئی اور لاش کو گھورتے، اپنا باسی ہوا دماغ دوڑانے کی جدوجہد کی۔ اسے کیا کرنا تھا؟ اسے کچھ کرنا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اسے حیرت تھی اپنے ٹھوس رویے پر اور خوف تھا اپنے اندر بنتے اس ٹھہراؤ پر۔ وہ کیا بن گئی تھی؟ اسے کل سے رونا نہیں آیا تھا، نہ ہی کوئی پچھتاوا محسوس ہوا تھا۔ ظبیہ، جس کی آنکھیں ٹی وی پر کسی ہنستے کھیلتے بچے کو دیکھ کر نم ہو جایا کرتی تھیں، اُس کے سارے چشمے خشک ہو چکے تھے۔ بنجر۔ ایک دم ویران۔

سست حرکات کے ساتھ اس نے پیر فرش پر اتارے اور خود کو پلنگ سے نیچے منتقل کیا۔ وہ دھیمی چاپ سے دیوار میں نصب سفید کناروں والے پوری لمبائی کے آئینے تک جا پہنچی۔ مغرب کی روشنی اب اس کی پشت پر تھی۔ دھواں دھواں ہوتی شعاعیں اس کے بالوں سے ٹکرا کر انھیں سونے کے زرد رنگ سا اثر دی رہی تھیں۔

اس نے اپنا عکس اپنے روبرو حاضر ہوتے دیکھا۔ آج ظبیہ یمین کی عدالت میں ایک شیطانی مجرم، ایک قاتلہ کی پیشی تھی۔ پانچ فٹ چار انچ کی فریق ثانی جرم سے سیاہ ہوئی کتھئی آنکھیں لیے اسے تک رہی تھی۔ سیاہ گھنگریالے بال گانٹھوں میں جکڑے ہوئے تھے، کپڑوں میں بھی ایک عجیب سی الجھن عیاں تھی۔ ظبیہ شیشے کر پار سے بھی اس کے پاس سے اٹھتی موت اور خون کی بو اپنے وجود میں رستی محسوس کر سکتی تھی۔ کتنی بہائم سیرت تھی وہ جو اپنے ہاتھ کسی دوسرے کے خون میں رنگ آئی تھی۔ ایسی لڑکی بن سکتی تھی کیا کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی؟ کیا اسے ماں بننے کا شرف دے گا اس کا رب؟ بالکل نہیں۔ قاتلہ تھی وہ! جان لینے والی۔ وہ جو بغیر ڈکار کے اپنا سارا گھر ہضم کر گئی۔ وہ جس کی تعبیر اور تدبیر دونوں ہی عذاب تھا، ایسا عذاب جس میں دنیا نہیں اس کا اپنا آپ اس سے کوسوں دور بھاگے۔

اس نے گردن ترچھی کی تو آمنے کھڑی راکشس نے بھی اس کی نقل اتاری۔ اسی پل ظبیہ کو اپنے آپ پر نفرت کا پلندہ ٹوٹتا محسوس ہوا اور اس کی انگلیاں بے رحمی سے اپنی ہتھیلی میں قید ہو گئیں۔

تو وہ نقل چور بھی تھی!

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کی معافی، اس کی توبہ کیسے قبول ہو سکتی تھی؟ ظبیہ نے اس جیسے سو دیکھے تھے اپنے باون انچ کے ایل ای ڈی پر، جہاں مجرم اور اس کے جرم کی تفصیلات مصالحہ دار خبروں میں پڑھی جاتی تھیں۔ قتل، خون، دشمنی۔ سب ایک جیسے ہوتے تھے، خون کے پیاسے، جنم سے ہی نمک حرام! کتنا آسان تھا ان کے لیے چاقو اٹھانا، بغیر آواز کی پستول پکڑے کسی کی کھوپڑی اڑا دینا۔ غیر انسانی مخلوقات جو معافی اور توبہ کی آسائش پر بھی حق نہیں رکھتے۔

یہی تھی ظبیہ اور یہی تھا اس کا فیصلہ، ہر اس شخص کے لیے جس نے جان لی تھی، دل توڑا تھا اور گھر برباد کیے تھے۔ لیکن آج وہ بک گئی تھی۔ کسی نے اسے بغیر بتائے خون کا پیالہ پکڑا دیا تھا اور اس بدھو نے سارا کا سارا اندر اتار لیا تھا۔ وہ بدل گئی تھی، خود کی ہی نظروں میں دھوکہ کھا گئی تھی۔ اس کی توبہ چھن گئی تھی، اس کا صبر ضائع ہو چکا تھا۔ صرف ایک پل کی غلطی، ایک لمحے کی خطا اس کی زندگی بھر کا بوجھ بن گئی تھی۔

قاتلہ کی پلکیں بھیگ رہی تھیں۔ منصفہ نے چہرہ موڑ لیا۔ وہ بک چکی تھی، خیانت کار تھی، امن و قانون کی پاسدار نہیں بن پائی تھی۔ وہ اس فاسق مجرمہ کو وہ سزا نہیں دے سکتی تھی جو اس کا حق تھا، کیونکہ وہ حق پر رہنا بھول چکی تھی۔

گھر کے عقبی دروازے کی کھٹ پٹ سنائی دی تو وہ جھٹکے کے ساتھ سیدھی ہوئی۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اکائر آ گیا تھا۔

وہ کل رات گھر نہیں آیا تھا تو ظبیہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کسی دوست کے گھر رک گیا ہو گا کیونکہ وہ اکثر ایسا کرتا تھا۔ اس سب کے بعد وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ اگر وہ اس پل آ جاتا تو وہ اسے کیا جواب دیتی۔ کس طرح لکڑی کے تختوں کے درمیان رستا خون اس نے بلیچ اور سرف سے گھس گھس کر دھویا تھا اس کا علم صرف ظبیہ اور اس کے سرخ ہوئی انگلیوں کو تھا۔ کس دشواری سے وہ اپنے سے وزن میں دگنے مرد کو کندھوں پر ڈال کر کمرے تک

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

لائی تھی اور پھر ان کا تعاقب کرتی خون آلود لکیروں کو سفاہستی سے مٹایا تھا۔ کس طرح اس نے ریزہ ریزہ ہوئی الماری کے ٹکڑے سمیٹے تھے، اور سمیٹنے کے دوران ہی پانچ مختلف جگہ سے اپنے پیر کانچ سے کٹوائے تھے۔ اب بھی وہ لنگڑا کر ہی چل رہی تھی۔ ان سب کے درمیان سب سے مشکل الماری کی لکڑی کو گھر کے باہر منتقل کرنا تھا، تاکہ اگلے روز کوڑا کرکٹ والا اسے اٹھا کر لے جائے۔

اس نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہانپتی سانس کے ساتھ غزار کے ساکت جسم کو دیکھا جو بیڈ روم کے کونے میں نشست تھا۔ گردن جھکی ہوئی تھی اور چہرہ ظبیہ کو ہر کچھ گھنٹے بعد پہلے سے زیادہ خوفناک نمایاں ہوتا تھا۔ وہ تو رات بھر سو بھی نہیں پائی تھی، بس لاؤنج روم کے چکر کاٹ رہی تھی۔ دائیں سے بائیں پھر بائیں سے دائیں۔

پلنگ پر سے اپنا دوپٹہ اٹھاتے اس نے ہلیہ سدھارنا چاہا۔ منہ پر ملنے کے لیے لوشن کی شیشی پکڑی لیکن گرمی کا اندازہ کرتے گڑبڑا کر واپس الماری پر سجا دی۔ دوپٹے کی تہہ کھولی اور شیفان کی چادر ہوا میں ہلائی، پھر پیچھے سے لا کر سر پر ڈال لی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کی ریکارڈ توڑ کوشش کی اور ریکارڈ توڑ بھی دیا، پھر ایک گہری سانس بھرتے کمرے کی چابی پکڑی اور باہر کی جانب قدم اٹھائے۔

کمرے کے باہر آکر اس نے پھرتی کے ساتھ دروازہ چوکھٹ سے لگایا اور کپکپاتی انگلیوں سے چابی سوراخ میں گھمانے لگی۔ تھوڑی اور کھٹر پٹر کے بعد اس نے ہلکا سا دھکا دے کر چیک کیا تو دروازہ بند رہا۔

وہ اپنے ایڑیوں پر پلٹی تو لاؤنج روم میں ڈلے سفید اور سبز صوفہ سیٹ پر اکائر بیٹھا تھا۔ ظبیہ کی مٹھیاں بے اختیار بھینچ گئیں۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں اٹھارہ گھنٹے پہلے اس کا زندہ سلامت شوہر اس سے جوتے اتروا رہا تھا۔

وہ اپنے سامنے کئی کاغذات پھیلائے ہوئے تھا اور لمبی، چمکدار انگلیاں ٹھوڑی کے نیچے جمی تھیں۔ سیاہ بال نفاست سے پچھلی طرف سیٹ تھے اور سپید رنگت مغرب کی نرم گلابی روشنی میں واضح تھی۔ وہ ایک ہاتھ کی انگلیوں میں

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

قلم تھامے پرچے پر کچھ کاٹ رہا تھا، ساتھ رکھے کیلکولیٹر میں بے ترتیب ہندسے چمک رہے تھے۔ آنکھوں پر چاندی کے پتلی فریمز والی عینک چڑھی تھی۔

ظبیہ ٹھٹک کر رکی اور نظریں آس پاس دوڑائیں۔ صوفے، ڈائننگ ٹیبل،، باورچی خانہ، قالین۔

جوتے، سرجری، پولیس، خون۔

اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو اکائر نے گردن موڑ کر سفید بٹن شرٹ میں ڈھکے کندھے کے اوپر سے پیچھے جھانکا۔ وہ جہاں تھی وہیں تھم گئی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تاری کرنے کی کوشش کی۔

"تم آ گئے۔" اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ ظبیہ نے اندرونی طور پر خود کو ایک مکا جھڑکا۔

عینک والے مرد نے سر موڑا اور طنزیہ مسکرا دیا۔ "کرائے داروں کو زیادہ مزے نہیں کرنے دے سکتا ورنہ وہ بھول جائیں گے کہ اصلی باس کون ہے۔"

اس بار ظبیہ کی مسکان کچھ حد تک اصلی تھی۔ اس کی پشت کو دیکھتے اسے لگا تھا وہ رو دے گی، وہ ایک بار پھر اس کے سامنے ٹوٹ جائے گی اور وہ کچھ کہے سنے بغیر اس کی ڈھال بن جائے گا۔ یہی تو تھا ان کا رشتہ۔ ظبیہ کو اس روز سے پہلے کبھی سب اتنا شفاف نظر نہیں آیا تھا۔ شاید، اس کے آس پاس بچھے دھند کے مرغولے اٹھ رہے تھے۔

"کہاں تھے تم؟" لڑکی کی آواز خشک تھی جیسے عرصے بعد کسی سے ہمکلام ہو۔ اکائر نے ایک پیپر سے کچھ پڑھ کر دوسرے میں اتارا۔ "بے فکر رہو۔ جیل میں نہیں تھا۔"

"جیل؟" اس کے منہ سے بے لگام چھوٹا۔ "تم جیل میں کیوں ہو گے؟ کون۔۔۔ کیسی جیل؟" وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بول رہی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "کوئی ڈیلی اسکور پورا کرنا ہے کیا ۳۰۰ دفعہ 'جیل' بول کر؟"

ظبیہ نے گڑبڑا کے پلکیں جھپکیں۔ "نہیں۔۔۔ عجیب۔ سر مت کھاؤ میرا۔ واپس جاؤ جہاں سے آئے ہو!" آخر میں وہ کچن کی طرف چل دی۔ اُس شخص کی باریکی اسے عجیب کر دیتی تھی۔ ہمیشہ سے۔

"مشکل ہے۔ اب میں بڑا ہو گیا ہوں، وہاں آؤں گا نہیں۔" بے نیازی سے پرچے پر قلم چلایا۔

ظبیہ کولر کے سامنے کھڑی پانی نکالنے لگی، پیر لاشعوری طور پر زمین تھپتھپا رہے تھے۔ گلاس منہ تک بھر کر اس نے کنارہ لبوں سے لگایا ہی تھا کہ۔۔۔

"او، ایک فیور دے دو۔ غزار کو بلا دو۔ کچھ اخراجات ڈسکس کرنے ہیں۔"

پانی اس کی ناک میں چڑ گیا تو وہ بے اختیار کھانسی۔ گلاس کپکپاتی انگلیوں سے واپس سلیب پر رکھا اور اوندھے ہوتے سارا پانی تھوک کی صورت باہر نکالا۔

اکائر اس بار پوری طرح گھوما تھا صوفے پر۔ پریشان تاثرات لیے اس نے اس کی خیریت دریافت کرنی چاہی۔

"میں۔۔" کھانسی۔ "ٹھیک۔" کھانسی، کھانسی۔ "میں ٹھیک ہوں۔ غزار، وہ۔۔۔" فریب کے سمندر میں سو ہزار مچھلیاں تھیں کذب کی۔ ظبیہ نے بھی اپنا شکار چن لیا تھا۔ "بزنس ٹرپ پر گئے ہیں!"

سفید بٹن شرٹ والے نے ابرو سکیڑے۔ "بزنس ٹرپ؟ کب؟"

ظبیہ اب پانی چھوڑ چھاڑ کر لاؤنگ روم میں واپس آ رہی تھی۔ اس نے ضرورت سے زیادہ مسکراتے ہوئے بتانا شروع کیا۔ "کل رات۔ جب تم نہیں تھے۔"

"اتنا اچانک؟" ایک تو یہ بی بی سی کتنے سوال کرتا ہے۔ آسمانی نیلے رنگ کی قمیض پہنی لڑکی نے جبراً سر ہلایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"پلین تو پرانا تھا لیکن کل ہی طے پایا۔ ان کی جاب تو۔۔۔ یو نو ہاؤ اٹ از۔"

"ہمم، اوکے۔" وہ زیادہ کچھ کہے بنا آگے مڑ گیا۔ ایک بار پھر اس کی انگلیاں کیلکولیٹر پر بٹن دبانے لگیں تو ظبیہ نے سکھ کا سانس اندر کھینچا۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ یہ محاورہ اسے سچ ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"بائی دی وے، الماری کہاں گئی یہاں والی؟" اس نے پین سے کمرے کی دوسری طرف اشارہ کیا جہاں جگہ خالی تھی۔ ظبیہ کا دل ہل کر رہ گیا۔ اس نے خود کو آگے جھک کر خون کے دھبے چیک کرنے سے روکا۔ اللہ تعالیٰ پلیز، میری صفائی کی لاج رکھ لیں۔

"وہ!" وہ اچانک اتنا پرجوش ہو کر بولی کہ وہ تک سٹپٹا گیا۔ "اتنی گھٹیا، دو نمبر الماری تھی۔ تمھیں شکر کرنا چاہیے میں نے جان چھڑوا دی تمھاری۔ جب دیکھو لنگڑی لولی جھولتی رہتی تھی یہاں سے وہاں۔ اتنی کیا محبت تھی تمھیں اس سے؟ جہیز کی تھی کیا؟"

اکائر اسے ہکا بکا سا دیکھا گیا، عینک کے پیچھے چمکتی سرمئی آنکھیں حیرت میں فراخ تھیں، اور پھر وہ آہستہ سے ہنس دیا۔ نرم، پرخلوص ہنسی۔ ظبیہ نے ایسی شاید اس پر کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"تم ایک الماری کی جسمانی معذوریوں کا مذاق اڑا رہی ہو؟" وہ مسکراتے ہوا بولا۔ ظبیہ بھی رک گئی اور اس کے چہرے پر پھیلتی گلابی کو دیکھتے مسکراہٹ واپس لوٹائی۔

"میں کسی کو نہیں بخشتی۔" وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی اور ڈرامائی انداز میں آنکھیں گھمائیں۔ ڈرامہ ہی تو تھا۔ کیا واقعی۔۔۔ ڈرامہ ہی تھا؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ ایک بار پھر ہنس دیا۔ ظبیہ کو لگا کچھ بدل رہا ہے، اس کے اندر، اس کے باہر۔ اس کا دل دہک اٹھا تھا، کان گلابی پڑ رہے تھے۔

اس سار مکالمے میں اکائر نے پہلی بار اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ "تمھارے منہ پر کیا ہوا؟" اس نے سوال اٹھایا۔

اس نے ٹھٹک کر انگلیاں اپنی ہونٹوں کی لال ہوئی جلد پر لگائیں۔ "اسٹریٹنر سے جل گیا۔"

"اتنا گہرا؟"

لڑکی نے اسے دیکھا۔ "اس سے بھی گہرا جل سکتا ہے۔ تم نے کتنی بار کیے ہیں بال اسٹریٹ؟"

اکائر نے ہنس کر ہاتھ اٹھا دیے تو وہ مسکرا دی۔

"کیا لکھ رہے ہو؟" اس نے بات گھماتے اس کے کاغذات کی طرف اشارہ کیا۔

"نظم، اپنی یک طرفہ محبت کے نام۔" پین پر ڈھکن لگاتے فخریہ اعلان کیا۔

ظبیہ کے ہونٹ پھیل گئے، چہرے پر واضح مسکراہٹ بھی گھل گئی۔ اس کی دھڑکن اس کے کانوں تک بلند ہوئی۔ وہ نہ سن سکی تھی، نہ بول سکی تھی۔ بس گنگ سی سامنے براجمان مرد کو تکتی رہی۔

اکائر نے اس کے تاثرات بھانپے اور سیدھا ہوا۔ "مذاق تھا، لڑکی۔ یہ دیکھو۔۔۔ آفیس کا کام ہے۔" اس نے ایک فائل اٹھا کر اس کے چہرے کے سامنے ہلائی۔ ظبیہ کچھ پڑھ بھی نہیں پائی۔

"تمھیں واقعی میں شاعر ٹائپ بندہ لگتا ہوں؟" اس نے استہزاء سے اسے دیکھا۔

ظبیہ نے مشکل سے سر دائیں بائیں کیا پھر تھوڑا سا مسکرا دی۔ اب کہ مسکراہٹ مصنوعی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"مجھے کیسے پتا ہو گا؟"

اکائر نے اس سے نظریں ملائیں۔ گلابی شام اور سرخ ہوئے دل، بھورے نگینوں کا عکس سرمئی شیشوں پر، سبز رنگ صوفے ان کے رازدار اور زرد چمکتی روشنی، انگنت رنگ تھے ان کے ارد گرد، پھر بھی دنیا بجھ کر سیاہ اور سفید کیوں ہو گئی تھی؟

"سہی کہہ رہی ہو۔ تمھیں کیسے پتا ہو گا؟" وہ مسکرا کر واپس اپنے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا تو ظبیہ کو اپنا آپ وہاں بیٹھا بے قصد معلوم ہوا۔ وہ بھی خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔

کمرے کی طرف بڑھتے اس نے ایک آخری بار اس کی پشت کو دیکھا تھا۔ بہائم سیرت قاتلہ کی آنکھیں اب خالی نہیں تھیں۔ وحشت، جرم اور گناہ کے علاوہ بھی آج کچھ تھا ان میں۔ لیکن اس کا اعتراف اس کی سزاؤں میں سے ایک تھا۔

★★★

غزار کی موت کو چوبیس گھنٹے بیت چکے تھے اور ظبیہ کو ڈر تھا کچھ وقت میں سارا گھر اس سے باخبر ہو جائے گا۔

اس نے گوگل کھول رکھا تھا اور یہ بھی پڑھ لیا تھا کہ لاش کو بوسیدگی کی انتہا تک پہنچنے میں تقریباً چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے لگتے ہیں۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کے اگلے چوبیس گھنٹے تشویشناک تھے اور اسے جلد از جلد کچھ کرنا تھا۔ لیکن کیا؟

غزار کا فون وہ سوئچ آف کر کے دراز میں جھونک چکی تھی۔ اس کی خون میں لت پت ٹی شرٹ بھی دھو دھا کر صاف کر دی تھی اور اسے ایک سادہ کالے رنگ کا کرتا پہنا دیا تھا۔ وہ الگ بات تھی کے کپڑے اس کی گردن سے نیچے اتارتے ہوئے اسے انتہا کا خوف تھا کہ وہ ابھی اٹھ بیٹھے گا اور بن آواز اس کی جان لے لے گا۔ خون اس کے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جسم سے ضائع ہو چکا تھا، اس کا سر پھٹا تھا اور حملہ سیدھا پچھلی طرف ہوا تھا۔ ظبیہ نے زیادہ غور نہیں کیا تھا، لیکن اسے اٹھاتے وقت اس نے چند کانچ کے ٹکڑے اس کی گردن میں چبھے نظر آئے تھے۔

مرحوم کے خاندان کی فکر کرنے کی اسے کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ ظبیہ کو جہاں تک علم تھا غزار کی پہلی شادی سے اس کا ایک بیٹا تھا جو اب اپنی بیوی کے ساتھ پرتگال میں ہوا کرتا تھا۔ اپنے باپ سے اس کے سارے رابطے منقطع تھے کیونکہ طلاق کے وقت غزار نے اس کی ماں کو بہت ستایا تھا۔ ظبیہ نے شکر کیا کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ پرتگال کہاں تھا۔ اس کا مطلب دور ہی تھا۔

اسے ایک پلین بنانا تھا، اپنا escape plan! (فرار کا منصوبہ۔)

ہاتھ میں کاپی پین پکڑے اس نے بیڈ پر چوکڑی ماری اور سائڈ لیمپ کھولا۔ ادھ کھلے سیاہ گھنگریالی لٹیں اس کے آس پاس جھول رہی تھیں، سنہری روشنی میں موم بتی کی لو جیسی چمکدار۔ کھڑکی کے باہر سر نکالو تو بانگسار چاندنی رات کے حوالے تھا۔ فروری کے دن اپنے اختتام کو پہنچ رہے تھے، آئندہ سال لوٹنے کے لیے تیار۔ لیکن اگلا سال کس نے دیکھا تھا؟ اگلا ماہ کس نے دیکھا تھا؟

قلم تھامی اس کی انگلیاں تھرتھرا رہی تھیں۔ وہ کیا لکھے؟ کہ وہ قاتلہ تھی، کہ وہ اپنا قتل چھپا رہی تھی، کہ اس نے خود کو خود ہی کہ ہاتھوں بیوا کر دیا تھا، کہ اس نے اپنے تڑپتے میاں پر ترس نہیں کھایا تھا؟

ظبیہ نے آنکھیں سختی سے بند کیں۔ نہیں۔ وہ اس وقت خود کو جذباتی نہیں ہونے دے گی۔ پھر واپس سفید پرچے کو دیکھا اور قلم کی نوک کاغذ پر جمائی۔ نیلی سیاہی میں ڈوبا دائرہ بڑھتا چلا گیا۔ زبان سے ہونٹ گیلے کیے اور آخر کار نوک گھمائی۔ اب کہ وہ مالائی میں کچھ لکھ رہی تھی۔

پہلا قدم: گاڑی حاصل کرنا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

یہ جمعرات کی دوپہر تھی اور ظبیہ بنگلے کے کچن اسٹول پر بیٹھی ہاتھ میں قید جامنی بلیک بیری فلپ فون کو تک رہی تھی۔ یہ اس کا اپنا فون تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک سنسان سی گہرائی تھی اور سیاہ بال اونچی پونی ٹیل میں بندھے تھے۔

اسے ایک گاڑی چاہیے تھی، لیکن وہ غزار کی نہیں لے سکتی کیونکہ وہ اسے اس کی کمپنی نے دی تھی۔ گاڑی کو کچھ بھی ہوا تو کمپنی والوں کو معلوم ہو جاتا تھا، اور ظبیہ کسی کو بھی کچھ بھی نہیں بتانا چاہتی تھی۔

اس نے بے دھیانی میں لب کاٹے تو جلن اس کے اندر تک اتر گئی۔ وہ کراہ کر رہ گئی اور انگلیوں کی پوروں سے زخم کو چھوا۔ وہ پرسوں سے سات بار اپنے ہونٹوں پر ٹوتھ پیسٹ مل چکی تھی لیکن جلے ہوئے کا اثر زائل نہیں ہو رہا تھا۔ اسے وقت چاہیے تھا، لیکن اس کے پاس وقت ہی تو نہیں تھا۔

پچھلی رات سے لاش کے پاس سے بساند اٹھنا شروع ہو گئی تھی، معنی کہ غزار کا مردہ جسم اب گلنے سڑنے کے مقام تک پہنچ رہا تھا۔ اس کے پاس وقت نہیں تھا، لیکن گھر میں ایک بڑی ناک والا مالک مکان ضرور تھا۔ خدا کا شکر تھا وہ نچلی منزل پر کم ہی ہوتا تھا۔ لیکن ظبیہ کو اپنی خوش قسمتی پر بالکل یقین نہیں تھا۔

اس نے آخر کار فلپ فون کی اسکرین کھولی اور بٹنوں والا کی پیڈ اپنے سامنے کیا۔ اب وہ سست رفتاری سے کوئی نمبر ملا رہی تھی، تاثرات سے وہ اب بھی پوری طرح آرام دہ نہیں لگتی تھی۔

فون کان پر لگایا تو دوسری طرف رنگ جانے لگی۔ فراخ کھڑکیوں سے چھن کر آتی دھوپ لوہے کی اسٹول کے پائے سے ٹکرائی اور ظبیہ نے دعا کی کہ اس کے پرانے محلے کی دوست اسے بھولی نہ ہو۔

اچانک گھنٹی بند ہوئی اور ایک نرم، نسوانی آواز لائن پر کھنکاری۔ "ہیلو؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ظبیہ فوراً سیدھی ہوئی۔ "ریٹا؟" اس کی آواز میں کیا نہیں تھا۔ خوف، پریشانی، خوشی اور امنگ بھی۔

ریٹا ایک پل کے لیے رکی پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "کون بات کر رہا ہے؟" ظبیہ نے اس کی آواز پر آنکھیں بند کیں۔ آنسو اس کے گال بھگا رہے تھے۔ کتنا کچھ تھا اس کی دوست کی آواز میں، یادیں، گزرے زمانے، اچھے وقت اور بیتے حالات۔

"میں۔۔۔" وہ سانس لینے کے لیے رکی۔ آنسو اس کی ٹھوڑی سے نیچے گرا تو اس نے اپنی جلد پر ہتھیلی رگڑی۔

"ظبیہ۔ ظبیہ یمین۔"

اس بار ریٹا کا اشتباہ قابلِ لمس تھا لیکن اس سے پہلے کہ ظبیہ کچھ اور کہہ پاتی وہ اچانک پرجوش سی ہو کر چیخی۔

"ظبیہ! تم!"

اسٹول پر بیٹھی لڑکی کو دو دنوں میں پہلی بار زندگی محسوس ہوئی تھی۔ شاید، پانچ سال میں۔

"ہاں، میں۔ یاد آئی؟"

ریٹا کی طرف کھڑ پڑ ہو رہی تھی، اس کے پیچھے لوگوں کے بولنے کی آوازیں بھی سنائی دے سکتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا وہ کسی آفیس میں ہو۔

"تم۔۔۔ کہاں غائب ہو گئی ہو؟ او مائی گاڈ۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ تم نے ٹی ٹی ڈی آئی کیا چھوڑا، سب کو چھوڑ دیا۔ اتنا اچھا ہے کیا تمھارا شوہر کہ میری یاد ہی نہیں آئی؟"

ظبیہ مسکرائی۔ بیچاری ریٹا کو پتا بھی نہیں تھا لیکن وہ دنیا کا اول ترین طنز کر چکی تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"میں نے ٹی ٹی ڈی آئی کو نہیں چھوڑا تھا، ریٹا۔ اس نے مجھے چھوڑا تھا۔" آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ آیا تو وہ ضبط کر گئی۔ کمبخت پائلٹ۔

"اورائٹ۔" وہ تھوڑی دھیمی پڑ گئی۔ ظبیہ یمین اور اس کی ناکام محبت کی کہانی سے اس کی سہیلی بھی بخوبی آگاہ تھی۔ "تمھارا کوئی کانٹیکٹ نہیں ہوا اس سے؟"

ظبیہ نے ایک بھاری سانس اندر کھینچی۔ "میں کیوں کروں گی اس سے کانٹیکٹ؟ میں شادی شدہ ہوں۔ اور ویسے بھی۔۔۔" اس بار اس کا انداز کڑوا تھا۔ "جو اس نے کیا تھا اس کے بعد میں اس سے کیا بات کروں؟ انتیس اگست کو فون اٹھا کر اسے **'ہیپی برتھ ڈے، میٹ!'** کہوں؟"

"تمھیں اس کی برتھ ڈے یاد ہے۔" ریٹا کے الفاظ کی مسکراہٹ عیاں تھی۔

ظبیہ کے کان اچانک گرم ہوئے۔ "ہاں، کیونکہ میں ہر سال اس دن سو قیدی رہا کرتی ہوں۔" وہ طنزیہ بڑبڑاتی چلی گئی۔

ریٹا ہنس دی۔ "او گاڈ، ظبیہ۔ تم تو ویسی ہی ہو۔" اس کی آواز تھوڑی سنجیدہ ہوئی۔ "لیکن رانج ویسا نہیں رہا۔"

وہ سننا نہیں چاہتی تھی لیکن کچھ تھا اس کی دوست کی آواز جو وہ چپ ہو گئی۔ اپنے ناخنوں کو ماربل کے کاؤنٹر پر گھسیٹتے اس نے خود پر جبر کیا۔

"وہ آیا تھا میرے پاس پانچ سال پہلے۔"

ظبیہ کا دل بیچ سے آدھا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار ہانپی، جیسے اسے سانس نہیں آ رہی ہو۔

"اس سب کے بعد؟" اس نے خود کو پوچھتے سنا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ریٹا نے ہامی بھری۔ "ہاں، اس سب کے بعد۔ آئی تھنک دو مہینے گزرے تھے تمھاری شادی کو۔ اصل میں تمھارے ٹی ٹی ڈی آئی سے جانے کے بعد مجھے بھی دوسرے علاقے میں جاب مل گئی تھی۔ امی کی ذیابطیس کا تو تمھیں پتا ہی تھا۔ ان کے لیے بھی چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اسی لیے ہم ان دنوں پیکنگ وغیرہ میں مصروف تھے۔"

اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ وہ دیوانہ وار دھڑک رہا تھا۔

"وہ آیا تھا لیکن زیادہ وقت نہیں رکا۔ میں نے اندر بلایا تو وہ بس راہداری تک ہی آیا تھا۔" ریٹا نے ایک گہری سانس لی۔ "وہ تمھارا پوچھ رہا تھا، ظبیہ۔"

لڑکی نے چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ کاش، ریٹا اسے یہ نہ بتاتی۔ کاش، وہ اسے کچھ نہ بتاتی۔

"کیا پوچھ رہا تھا؟" اس کا لہجہ سرد تھا، غیر طعنہ کن۔

"یہی کہ تم کہاں رہتی ہو شادی کے بعد۔ وہ تم سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پھول بھی تھے۔"

ظبیہ نے آنکھیں بند کیں۔ کونسے پھول ہوں گے اس کے ہاتھوں میں؟ گلاب؟ گُل بہار؟ گُل نرگس؟ وہ اچانک مسکرائی اور تھک کر آنکھیں کھولیں۔

"تو تم نے اسے میرا پتہ دے دیا تھا؟"

ریٹا نے فون کی دوسری طرف کسی چیز کا گھونٹ بھرا اور پھر چمڑے کی سرسراہٹ کی آواز آئی، جیسے وہ سیٹ میں پیچھے ہوئی ہو۔

"میں کیسے دے سکتی تھی، ظبیہ؟ تم دونوں کی آخری لڑائی میرے سامنے ہوئی تھی۔ اس کے بعد تم نے ہی تو کہا تھا اس سے کوئی رابطہ نہ رکھوں۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"بہت اچھا کیا۔" وہ اچانک سنگ دلی سے بول اٹھی۔ "اس کی باتیں رہنے دیتے ہیں۔"

لائن کی دوسری طرف لڑکی نے اثبات میں جواب دیا۔ "تم بتاؤ، ملنے کا پلان کریں؟"

ظبیہ نے کان کی لو کھجائی۔ اب مشکل گفتگو کی شروعات تھی۔ "وہ اصل میں آج کل میں تھوڑی مصروف ہوں۔ تمھیں پتا ہے نا غزار کا کام۔ جیولوجسٹ ہیں۔ اسی لیے ہر وقت ٹائٹ شیڈیول رہتا ہے۔"

"ہمم، میں سمجھ سکتی ہوں۔"

اس نے وہیں سے رابطہ جوڑا۔ "لیکن ہم ملیں گے۔" بالکل نہیں۔ "میں پوری کوشش کروں گی۔" میں ملائیشیا سے دور دراز بھاگ جاؤں گی۔ "تم میری دوست ہو، ریٹا۔" تم صرف خطرہ ہو۔

ریٹا خوش سی سنائی دی۔ "ضرور!"

"لیکن تمھاری مدد چاہیے تھی، یار۔" اس نے گھبراہٹ میں دانت پیستے بات چھیڑی۔

"حکم کرو، جانِ من۔"

"وہ اصل میں، غزار کی گاڑی مین ٹیننس کے لیے گئی ہوئی ہے اور ان کا ان کے آفیس کولیگ کے ساتھ پکنک کا پروگرام بن گیا ہے۔ ایک دن کے لیے تمھاری گاڑی چاہیے ہو گی۔۔۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا، "مل سکتی ہے کیا؟"

"آف کورس، ظبیہ۔ پانچ سال بعد میری سب سے اچھی دوست مجھ سے کوئی فیور مانگے گی تو میں انکار تھوڑی کروں گی۔ تم مجھے اپنا پتہ ٹیکسٹ کر دو۔ میرا ڈرائیور چھوڑ جائے گا۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ڈرائیور؟" ظبیہ کو حیرت ہوئی تو وہ ہنس دی۔ "ہاں، کُک (خانساماں) بھی ہوتا ہے۔I am expecting. تو شوہر صاحب کو امڈ امڈ کر پیار آرہا ہے۔"

اسٹول پر نشست لڑکی کا دل اچانک خالی ہو گیا۔ دماغ کے کونے کونے سے آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ شور، ہنگامہ، رش۔ اس کی بصارت دھندلا رہی تھی۔ لاؤنج روم کی کھڑکیوں سے چھن کر آتی دھوپ ہوا میں گھل رہی تھی۔ سبز وسفید صوفے مٹ کر ایک نیلی راہداری کا سماں پیش کر رہے تھے۔ ظبیہ نے ابرو مسل کر تفکر جھٹکنا چاہا تو اس نے اور تیزی کے ساتھ اس کے دماغ میں چھپی تصویر سے حقیقت کا روپ دھار لیا۔

نرم پیلے رنگ کی دیواروں میں رنگے کلینک روم میں اس وقت تین نفوس موجود تھے۔ کمرے میں چلتا اے سی گنگنا رہا تھا اور اس کی جالیوں سے چھوٹتی خنک ہوا ہڈیوں تک کو قابض کر لیتی تھی۔

کمرے کے ایک کنارے پر رکھی مشاہداتی میز کے نیلے میٹرس پر اس وقت ظبیہ بیٹھی تھی۔ اس نے اسٹرائپ پرنٹڈ لال رنگ کا ٹو پیس سوٹ پہنا تھا اور سر پر کالے رنگ کا شیفان دوپٹہ گرا تھا۔ چہرے پر ہلکا میک اپ تھا اور ناک میں سونے کی بالی چمچما رہی تھی۔ وہ کم عمر لگتی تھی، لگ بھگ بائیس کے عنقریب۔ اس کی انگلیاں تنگ تھیں اور آنکھوں میں ڈھیروں امید اور توقع تھی۔ وہ گاہے گاہے دروازے کی طرف دیکھتی جہاں تھوڑی دیر قبل ہی ڈاکٹر اس کی رپورٹس لینے گئی تھی۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر غزار بیٹھا تھا جو اس کے بے چین تاثرات دیکھتے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے برابر کھڑے ہوتے اس نے مسکرا کر ظبیہ کو دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھتے تھوڑا سا مسکرا دی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ڈاکٹر کمرے میں واپس آئی تو ان دونوں نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ سنہرے چمکتے بالوں والی ڈاکٹر تیس کی قطار میں معلوم ہوتی تھی۔ کالے ہیر ٹائی سے اس نے نیچی سی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی اور کندھوں سے سفید گاؤن جھول رہا تھا۔ اپنی ہیل پر ٹک ٹک کرتی وہ ان تک آئی اور ہاتھ میں پکڑے نیلے فولڈر کا بٹن کھولا۔

ظبیہ نے غزار کو دیکھا۔ غزار نے آگے جھک کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"تمھاری ٹیسٹ رپورٹس تیار ہیں، ظبیہ۔" اس نے پیپرز باہر نکالتے اسے دیکھا اور مسکرائی۔ لیکن کچھ تھا اس کی مسکراہٹ میں جو ظبیہ کو کھٹک گیا تھا۔ کچھ غلط۔ اس کا دل اچانک ڈوبنے لگا۔

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ تمھاری پوری زندگی تمھارے آگے ہے۔" اس نے کاغذات دیکھتے ایک ٹھنڈی آہ بھری تو ظبیہ کو لگا وہ اس کا کلیجہ چھیل رہی ہے۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ سہمی ہوئی سی اپنے شوہر کی طرف مڑی۔ غزار نے بھی تشویش میں قدم آگے پیچھے کیے۔

"ظبیہ، تمھیں پتا ہے تمھیں Polycystic Ovary Syndrome ہے۔ PCOS بھی کہتے ہیں اسے۔"

"مجھے، مجھے پتا ہے۔" وہ چپ نہیں رہ سکی۔ "ہم یہاں اعلاج کے لیے ہی آئے ہیں۔ غزار، بتائیں نا انھیں۔" اس نے ساتھ کھڑے مرد کا بازو تھپتھپایا۔ سوٹ میں ملبوس آدمی نے نرمی سے سر اوپر نیچے کیا۔

"ایک منٹ، بیہ۔" وہ ڈاکٹر کی جانب مڑا۔ "آپ بتائیں، میم۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اوکے۔ میری بات تحمل سے سنو، ظبیہ۔" سفید گاؤن والی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "PCOS ہمیشہ ایک پیچیدہ حالت ہوتی ہے۔ اسے کسی ایک طریقے سے سلجھایا یا سمجھایا نہیں جا سکتا۔ میڈیکل تاریخ میں کئی کیسز ایسے ہیں جس میں PCOS کے باجود بھی کئی عورتیں پریگننٹ ہو پائی ہیں۔"

بھوری آنکھیں امید سے جاگ اٹھیں۔ اس کی انگلیاں لوہے کی میز کے ٹھنڈے کناروں پر تنگ ہوئیں۔

"لیکن۔۔۔" اس کا چہرہ اچانک بجھ گیا۔ گائنی کالوجسٹ کے سنہرے بال سوکھ کر سیاہ ہو گئے، نرم سپید رنگت پر ایک اندھیر سایہ چھا گیا اور اس کی انگلیوں میں پکڑی ظبیہ کی رپورٹس اس کا اعمال نامہ بن گئیں۔ اس وقت وہ جان کی رکھوالی نہیں، موت کی نشر کار لگ رہی تھی۔

"لیکن؟" ظبیہ آگے جھکی، بھنویں تنی ہوئی تھیں۔ غزار نے اس کا چہرہ دیکھا۔

معلن نے نظریں اٹھائیں اور پھر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ "لیکن تمھارے لیے یہ حالات نہیں ہیں۔ تمھاری کنڈیشن لا اعلاج ہے۔"

کچھ دم توڑ گیا تھا اس کے اندر۔ شاید وہ امید تھی یا شاید اس کا اپنا دل۔ میز کے بے آرام لوہے پر نشست بائیس سالہ ظبیہ یمین کی زندگی کو قفل لگ گئے تھے۔ ائیر کنڈیشنر سے نکلتی سخت برفانی ہوائیں اس کے نتھنوں سے ٹکرا رہی تھیں، اس کا سانس لینا دشوار سے دشوار تر کر رہی تھیں۔ دیوار پر نصب گھڑی اپنی سوئیاں چلا کر ہر بیتے لمحے کا اعلان کر رہی تھی۔ اس کی ٹک ٹک، دور میز پر رکھے کاغذات کی کھڑ کھڑاہٹ سب ایک اور جہاں کا حصہ لگتی تھیں۔ وہ جہاں جس سے ظبیہ پوری طرح سے منقطع تھی۔

آس پاس لگے سرٹیفکیٹس اور ننھے بچوں کی تصویریں اس کے منظر سے دور ہو رہی تھیں، سب اپنا اصل کھو رہی تھیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار اب ترچھا ہوا سنجیدہ آواز میں ڈاکٹر سے تفصیلات پوچھ رہا تھا۔ چہرے سے تو وہ بھی پریشان لگتا تھا لیکن اس کا مکمل قابو تھا اپنے الفاظ اور رویے پر۔

ان دونوں کا مکالمہ اسے کسی خراب ریڈیو سے آتی آدھی ادھوری کمنٹری جیسا لگا تھا۔ کانوں نے ہر سچ، ہر سوال سے منہ موڑ لیا تھا۔

اب صرف وہ تھی اور اس کے اندر بنتا پاتال۔

★★★

دوسرا قدم: لاش کو ٹھکانے لگانا۔

"تھینک یو!" ظبیہ نے دروازے سے سر نکالتے کی چین سے لٹکتی چابی تھامی۔ سامنے کھڑا سفید وردی میں ملبوس ڈرائیور مسکرا دیا۔ گلی میں چمکتی اسٹریٹ لائٹس کی روشنی اس کی عینک کے شیشوں پر واضح ہوئی اور جھری زدہ گال گولائی میں ڈھل گئے۔

"بیگم صاحبہ نے کہا تھا آپ کو یہ بھی دے دوں۔" اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا خاکی بیگ اس کے حوالے کیا۔ ظبیہ کی آنکھیں اس کے ہاتھوں تک گئیں اور وہ مروت میں مسکرا دی۔ "کیا ہے اس میں؟" اسے تھامتے اس نے لفافے کو دیکھا جو اس کی ہتھیلی سے تھوڑا ہی بڑا تھا۔

بوڑھے ڈرائیور نے شانے اچکائے۔ "کچھ معلوم نہیں، میڈم۔ لیکن انہوں نے کہا تھا سنبھال کے لے کر جاؤں۔"

"ہیلو، مسٹر۔ ڈرائیور کا یونیفارم پہن لیا آپ نے لیکن نو پارکنگ کا نشان نہیں دیکھا۔" پیچھے کھڑی آواز بولی تو ظبیہ اور بوڑھے مرد نے گردنیں موڑیں۔ پیچھے وہ تھا، وہی جس کی نگاہیں اسے جان جانے کی عادی تھیں، اسے پہچان

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

جانے کے بہت قریب۔ سیاہ آدھی آستینوں کی ٹی شرٹ پر کریم رنگ کے پینٹس پہنے، ساتھ ہی بازو پر اس کی زرشکی رنگ کی بائیکر جیکٹ تھی۔ ہاتھ میں اس کا بیک پیک تھا اور سرمئی آنکھیں تفتیشی طرز میں ظبیہ اور ساتھ کھڑے مرد کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ ابھی آفیس سے آیا تھا۔

"صاحب، میں نے غلط پارکنگ نہیں کی۔" ڈرائیور نے گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑی سفید ہونڈا سٹی کی صفائی پیش کی۔

اکائر نے اسے دو پل ٹھہر کر دیکھا پھر جوتے سے زمین مسلی۔ "تو میں نے غلط گھر بنایا ہے؟"

ظبیہ نے ابرو بھینچے۔ "اکائر، جانے دو، پلیز۔ انکل جا ہی رہے تھے۔" وہ دروازے سے پیچھے ہٹی اور اپنے مالک مکان کے لیے اندر جانے کا راستہ چھوڑا۔ اس نے ایک لمحہ اسے دیکھا پھر بغیر کچھ کہے گھر کے اندر چل دیا۔ ڈرائیور بھی معذرت کر کے اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا تو ظبیہ نے دروازہ بند کیا۔ چابی اور خاکی لفافہ اب اس کے ہاتھوں میں تھے۔

وہ کچن اسٹول پر بیٹھا اب اپنے جوتے ایڑیوں سے کھسکا رہا تھا، جیکٹ کرسی کے ہتھے پر ٹنگی تھی۔ سفید لوفر لکڑی کے فرش پر گرے تو ظبیہ ٹھٹک کر رکی۔ وہ سیدھا اپنے کمرے تک بھاگ کر اپنے منصوبے کے اگلے قدم کا نقشہ کھینچنا چاہتی تھی لیکن کچھ تھا اس کے رویے میں جو غیر معمولی تھا۔ وہ جگ سے آدھا گلاس پانی نکال رہا تھا، چہرے پر دن بھر کی تکان نمودار تھی۔ جہاں تک ظبیہ کو پتا تھا وہ ایک پرائیویٹ بزنس کنسلٹنٹ کے طور پر کام کرتا تھا۔

وہ ہچکچاتے ہوئے لاؤنج پار کر کے کچن کاؤنٹر تک آئی اور لب ساتھ جوڑے۔ ہمیشہ کی طرح اکائر کی پشت اس کے سامنے تھی۔ وہ گلاس لبوں سے لگائے پانی اندر اتار رہا تھا، گلے کی گلٹی ہر گھونٹ کے ساتھ حرکت میں تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"کیسا دن گزرا تمھارا؟" اس نے ہلکا سا مسکراتے بات کا آغاز کیا۔ اس کی آواز پر اس کے ابرو اٹھے اور وہ گلاس دور ہٹاتے اس کی جانب گھوما۔ چہرے پر ایسی سختی تھی جیسے جانتا ہی نہ ہو، نہ اسے نہ ہی اس کے سوال کو۔

سرمئی آنکھیں اس کے چہرے کو دیکھتے تھک گئیں تو اس نے سر دوسری طرف موڑ لیا۔ "گزر گیا۔"

ظبیہ نے ہتھیلی کاؤنٹر کے کنارے پر رکھی، ساتھ ہی لفافہ بھی وہیں ٹکا دیا۔ "یہ کیا جواب ہوا؟ تم تو بڑے اپٹیمسٹ انسان تھے۔"

"تھا۔" گال پھلا کر ایک بھاری سانس باہر نکالی۔ "اب نہ انسان ہوں نہ اپٹیمسٹ۔"

اس کے اعلان پر وہ ہنس پڑی۔ اکائر نے ایک ہاری ہوئی مسکان کے ساتھ اسے دیکھا۔ "اور بڑا بھی نہیں ہوں۔ انتیس کوئی عمر ہوتی ہے؟"

"بالکل نہیں۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ اور نہیں دیکھ سکا۔ نظریں کاؤنٹر پر سجے خاکی لفافے تک کرتے اس نے ابرو اچکائے۔ "غزار تمھیں ٹرپ سے تحفے بھیج رہا ہے؟"

"میری دوست نے بھیجا ہے کچھ۔ آئی ڈونٹ نو کیا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے بتایا۔ اکائر نے سر ہلایا۔ ٹھیک ٹھیک۔

سفید رنگ کی قمیض پہنی لڑکی نے سر ہلکا سا ترچھا کرتے سامنے براجمان مرد کے تاثرات پرکھنے چاہے۔ اتنا مشکل کیوں تھا وہ؟ کاش، وہ بھی اس کی طرح اپنے زخم سینے میں چھپا کر نہیں، چہرے پر سجا کر رکھتا ہوتا۔ کاش، اس کی پریشانیاں بھی ظبیہ کو معلوم ہوتیں جیسے وہ اس کی مشکلات سمجھ جاتا تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ کب کیا کرتا، کیا سوچتا تھا؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ ایسا تو نہیں ہو گا۔ ہمیشہ ہنستا، مسکراتا، تنگ کرتا۔ کچھ تو ہو گا اس کے اندر جو وہ دور رکھتا تھا، اس کی پہنچ سے کوسوں دور، اور یہ جان کر ظبیہ کو اچھا محسوس نہیں ہوا تھا۔

"کچھ پریشانی ہے تو تم شئیر کر سکتے ہو۔"

اس نے ایک اور گھونٹ بھرا۔ "آئی ایم فائن۔"

"اکائر، تم مجھ پر۔۔۔"

"میں ٹھیک ہوں، ظبیہ۔ کچھ غلط ہوا تو سنبھال لوں گا۔ میری زندگی میں لوگ ہیں جو میری قدر کرتے ہیں، مجھے یاد رکھتے ہیں۔ اسی لیے مجھے ہمدردی لینے کسی کے پاس جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

وہ دنگ کھڑی رہ گئی۔ تحمل اور خبر گیری کی ساری رمق اس کے اندر سے پانی کی مانند نچوڑ گئی۔ وار اتنا گہرا تھا کہ وہ اپنے دو پاؤں پر سیدھی بھی نہیں کھڑی رہ سکی، دوسری کرسی کا تکیہ پکڑتے وہ آگے پیچھے جھولی۔

"او، سوری۔" اس کی آواز اتنی کمزور تھی کہ اسے خود بھی مشکل سے سنائی دے رہی تھی۔ "مجھے لگا۔۔۔" دل دکھ رہا تھا۔ "بس۔" دل چیخ رہا تھا۔ "سوری، مجھے نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔"

"نہیں، رکو۔" وہ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا۔ سرمئی آنکھوں میں واضح اذیت تھی۔ الفاظ اپنے کہے کہ بوجھ سے بھاری تھے۔ "میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"نہیں، اکائر۔ تمھارا کچھ مطلب تھا۔ شاید تم یہ کہہ سکتے ہو بغیر مطلب کے کیونکہ تمھارے پاس لوگ ہیں جو تمھاری قدر کرتے ہیں، تمھیں یاد رکھتے ہیں۔ یہی مطلب تھا نا؟ جتانا کہ تم کتنے امیر ہو رشتوں کے معاملے میں؟"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"فار گاڈ سیک، ظبیہ۔" اس نے الجھن میں اپنے بال بگاڑے۔ "میں ایسا کیوں کروں گا؟ وہ میں نے غلطی سے کہا تھا۔"

"اچھا؟" ظبیہ کا حلق بند ہونے کو تھا، لیکن حیرت تھی کہ ایک بھی آنسو اس کے گال پر نہیں ٹوٹا تھا۔ "غلطی کر کے معافی مانگتے ہیں۔ تم وضاحتیں دے رہے ہو۔" وہ تکلیف سے مسکرائی۔ "اور مزے کی بات، تم یہ کرنے والے پہلے بھی نہیں ہو۔"

"آئی ایم سوری۔" وہ بغیر سانس لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اس پر محفوظ تھیں، درد، گھبراہٹ، سب سے پر نور۔ "میں دل سے معافی مانگتا ہوں۔"

وہ پہلا نہیں تھا، جس نے اسے سہارا دیا تھا، سنا تھا یا اپنی موجودگی سے اس کے عزیز ہونے کا احساس دلایا تھا۔ اکائر سے پہلے یہ کوئی اور کر چکا تھا۔ لیکن وہ پہلا تھا جس نے اس کے دل کا پاس رکھا تھا، اپنی غلطی مجبوریوں اور تکلیفوں کی آڑ میں نہیں رکھی تھی، اس کی نظروں میں دیکھ کر اپنے احساسات اس کے سامنے کھرے رکھ دیے تھے۔

اکائر زمور اپہلا تھا جس نے اسے اپنے کچھ ہونے کا احساس دلایا تھا۔

"اٹس اوکے۔" وہ لفافہ لے کر پیچھے ہو گئی۔ وہ وہیں ساکن کھڑا رہا۔ کمرے میں مڑنے سے پہلے اس نے رک کر اسے دیکھا۔

"اور فکر مت کرو۔ آئندہ ہمدردی لینے کسی کے پاس نہیں جاؤں گی۔" کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر چل دی۔

★★★

رات کے ایک بج چکے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

غزار کی موت کی گھڑی اب اس سے بہتر گھنٹے پیچھے تھی۔ اس کا بیڈ روم لاش کی اندرونی تباہی اور گلتی سڑتی بوؤں میں سبکدوش تھا۔ اب اس کمرے میں اس کا سانس لینا بھی میں مشکل ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑے ہی وقت اندر رہ پاتی تھی، پھر دروازہ کھول کر مین ہال میں آ کر بیٹھ جاتی۔ بارہ بجنے کا انتظار اس نے اپنی حتمی تیاریوں کو انجام پاتے کیا تھا۔ غسل خانے کا دروازہ کھولتے اس نے باہر قدم جمائے تو اس کا سراپہ سیاہی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے بڑے طرز کی ہوڈی تان رکھی تھی جو بلاشبہ غزار کی ہی تھی، ساتھ ہی اپنی کالی جینز کو عمل میں لایا تھا۔

دوپٹہ پلنگ پر ڈالتے وہ پھرتی سے بال اونچے جوڑے میں لپیٹ رہی تھی، چال ڈریسنگ ٹیبل کی جانب تھی۔ بال باندھ کر اس نے کالا شیفان کا دوپٹہ اٹھایا اور سر کے گرد گولائی میں ڈھالا۔ ریٹا کی گاڑی کی چابیاں سامنے میز پر چمک رہی تھیں، ساتھ ہی وہ لفافہ رکھا تھا جسے وہ اپنے منصوبہ بندی کے درمیان سرے سے بھول چکی تھی۔

اس نے ایک سانس بھرتے ہاتھ اندر ڈالا تو کاغذ چرچرایا۔ انگلیوں کی پوریں ایک مخملی ڈبی سے ٹکرائیں تو وہ ٹھٹک کر رکی اور چہرہ اندر گرایا۔ سامنے گہرے نیلی رنگ کی چھوٹی سی ڈبیا پڑی تھی، ساتھ ہی ایک صفحہ نفاست سے لپٹا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے دونوں چیزیں باہر نکالیں۔

ڈبی کو میز پر رکھا اور چاند کی روشنی میں ترچھے ہو کر اس نے صفحے کی تہہ کھولی۔

پیاری ظبیہ،

معذرت کہ میں تمھیں کال پر بتا نہیں سکی کیونکہ آفیس کے کاموں میں لگ گئی تھی، لیکن آج گھر پہنچ کر ہی مجھے یاد آیا کہ تمھاری ایک امانت ہے میرے پاس۔ میں نے اسے پانچ سال سے سنبھال کر رکھا ہے۔ جب رانج تمھارا پتا پوچھنے آیا تھا تو تمھاری دوست ہونے کے ناطے میں نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس نے

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مجھے فورس بھی نہیں کیا تھا، بس اتنا فیور مانگا تھا کہ یہ تم تک پہنچا دوں۔ اس کے بعد سے نہ تم سے رابطہ رہا نہ اس سے۔ آج تم ملی ہو تو تمھاری امانت تمھیں سونپ رہی ہوں۔

پی ایس: میں نے اسے نہیں کھولا ہے۔ فکر ناٹ۔

تمھاری اپنی،

ریٹا کور۔

ظبیہ نے لرزتی انگلیوں سے پرچہ دور کیا۔ چاند کی روشنی میں اس کے ماتھے پر چمکتا پسینہ صاف ظاہر تھا۔ اس نے تھوک نگلتے اپنی توجہ اس چھوٹی ڈبیا کی طرف کی اور بہت احتیاط سے اسے تھاما۔ اس کا وزن کتنا ہو گا؟ چند معمولی گرام، لیکن اس وقت وہ اس کے وجود پر ایسے حاوی تھا جیسے ڈھیر ہوئی کوئی بستی۔ اس نے سانس تھامے انگوٹھا اس کے کنارے پر لگایا اور پھر ذرا سی قوت کے ساتھ ڈھکن اوپر کی طرف اٹھایا۔ نیلی مخملی ڈبی کی جھلی سیکنڈ کے ہزارویں حصّے میں بے پردہ ہوئی تو بھوری آنکھوں نے اندر چمکتے تحفے کا منظر جانچا۔

تاریکی میں زیر بار اس کمرے میں ایک پل کے لیے سپید روشنی نے جنم لیا تھا، لیکن اس سے پہلے کے پورا نقشہ سامنے آپاتا، ظبیہ نے 'ٹھا' کی آواز کے ساتھ ڈھکن واپس نیچے گرا دیا تھا۔ وہ میز سے ٹک گئی۔ اس کا سانس بری طرح چڑھ رہا تھا، اس کی امانت کے گرد قبضہ آور انگلیاں سفید پڑ رہی تھیں۔ اس نے اپنے آس پاس دیکھا۔ چاند کی نقرئی روشنی کے بیچ و بیچ کھڑی وہ اس نور کی عدو لگتی تھی۔ اس کا آپ سیاہ تھا، ہر امید، ہر چمک سے خالی۔

نگاہیں واپس اس ڈبی تک موڑتے اس نے ایک اور ناہموار سانس ہوا میں خارج کی اور پھر متزلزل دھڑکنیں لیے اس نے ڈھکن کھول دیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کا صبر، اس کے پانچ سال، اس کی تاریخ اور الہام سب اس کے سامنے تھا۔ ڈبے کے وسط میں پلاٹینم کی بے داغ انگوٹھی سجی تھی۔ اس کا نچلا حصہ آدھا مخمل میں دھنسا ہوا تھا اور تابدار بینڈ کی اوپری طرف ایک خوبصورت تتلی تراشی گئی تھی۔ تتلی کے نازک پروں پر ننھے موتی جڑے تھے۔

ظبیہ نے کپکپاتی انگلیوں سے اس کے ٹھنڈے کنارے محسوس کیے۔ کھڑکی کے پار سے آتی گرم ہوا نے پردے ہلائے تو اوٹ میں چھپی چاندنی کھل کر واضح ہوئی۔ انگوٹھی کے پٹے میں ایک پتلا کاغذ بھی پرویا ہوا تھا، جیسے قیمت کا لیبل ہو۔ اس نے اسے اپنی طرف پلٹا تو سفید پرچی پر غایت بدرجہ چھوٹے الفاظ مالائی میں درج تھے۔

".Yang sebenar"

(اصلی والی۔)

اور نیچے ایک تاریخ تھی۔ وہ تاریخ جس پر ان کی تاریخ لکھی گئی تھی۔

25/Nov/2009.

ظبیہ کو ایسا لگا تھا جیسے کسی نے اس سے سانس لینے کا حق بھی چھین لیا ہو۔ اس کی دماغ کی شریانیں سکڑ رہی تھیں، کانوں کے پردے کانپ رہے تھے۔ اس نے اپنے دل پر قابو پانا چاہا، ہتھیلی سینے پر مسلتے کچھ اور سوچنا چاہا لیکن آج سب اس کی پکار سے غافل رہے۔ ہمیشہ اس نے اپنے فہم و ادراک کو رد کیا تھا، آج اس کی ہر تفکیر اس کے برعکس تھی۔ آس پاس سب دھندلا پڑ رہا تھا، ہر چیز اپنی آواز کھو رہی تھی۔ جب سب تھک کر دھیما پڑ گیا تو اس کے ضمیر نے ماضی کی گھڑی اس کے سامنے لا رکھی، کانوں میں کسی بہت قریبی کی آواز گونجی اور اسے وہ نظر آیا جو بہت پہلے تھا۔

"ابھی اس پر گزارا کر لو، پچیس کو اصلی والی پہنا دوں گا۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر ایک آنسو اس کی کلائی پر گرا تو اسے اندازہ ہوا ماضی بیت چکا تھا۔ ظبیہ نے گردن جھکالی، ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی اسی طرح ڈبے میں جمی رہی۔ وہ کوئی حق نہیں رکھتی تھی، نہ انگوٹھی پر نہ انگوٹھی کے دینے والے پر۔ اس نے ہی تو اس کی زندگی اس مقام تک پہنچائی تھی، ظبیہ یمین کو وہ بنایا تھا جو وہ تھی۔ ایک وحشی درندہ۔ رانج آدم کون تھا؟ جھوٹا، فریبی، خود غرض انسان۔

دماغ نے اس کی دلیلیں رد کر دیں۔ امیدوار، گھائل، مجبور مرد۔ اسے وقت چاہیے تھا۔

ظبیہ نے جبڑا بھینچ لیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟ اس نے امید دلائی تھی، وعدہ خلافی کی تھی۔ کمزور مرد کو محبت پر اختیار نہیں ہونا چاہیے۔

دماغ نے سیٹی بجائی۔ وعدہ خلافی، رئیلی؟ تمھارے ہاتھ میں اس کے بجلی کے بل ہیں کیا؟ اس نے وعدہ پورا کیا ہے۔ تم ظالم ہو گئی تھی، ظبیہ۔

لڑکی نے ڈبیا میز پر اچھالی، اس کا سر پھٹ رہا تھا۔ چپ! اس نے اپنی سوچوں کو لگام ڈالنا چاہا۔

"کیوں چپ؟ برا لگ رہا ہے اصل؟ تم بھی اپنے غم میں اتنی ہی گم تھی جتنا وہ۔"

اس بار اس نے بغیر لحاظ کیے برابر رکھا گلدان اٹھایا۔ موتیے کے پھول مہک رہے تھے۔ وہ ٹھٹک کر رکی اور اپنی سانس دبائی۔ ایک اور آنسو اس کے گال سے نیچے پھسلا۔

"تم بھی گناہگار تھی۔" دماغ نے اسے پھر جکڑا۔ وہ ٹوٹ گئی، گلدان سستی سے میز پر واپس رکھا۔

"تم بھی مکار تھی۔" اس کی سسکیاں ہلکی تھیں لیکن وہ تھیں۔

"تم مطلب پرست ہو۔" ظبیہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"بس، اللہ کا واسطہ، بس!"

"اور سب سے بڑھ کر۔۔۔"

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ چاند کی روشنی اس کی نم پلکوں پر گردش کی۔

"تم ایک منافق ہو!"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ ہانپ رہی تھی، آنکھ سے نکلتا ایک ایک آنسو اس کے گال پر تپتے لاوے کی طرح پھسل رہا تھا۔ اس نے آستین سے اپنی ناک رگڑی۔ "وہ، وہ غلط تھا۔۔۔"

اس کے اندر کسی آواز نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "اور تم؟ کیا تم نے مڑ کر سوچا اس کی زندگی ان پانچ سالوں میں کیسی ہو گی؟"

اس نے انگلیوں کی پوریں آنکھوں پر رکھیں اور جان لگا کر دبایا۔ کاش، سب خاموش ہو جائے۔ کاش! لیکن اب سکوت ٹل چکا تھا۔ اب تباہی تھی۔ فناکن تباہی۔ آنکھوں کے پیچھے رنگ برنگے دائرے گردش کر رہے تھے۔ پیلا، نیلا، ہرا۔

"تم، ظبیہ یمین، تم۔۔۔" کسی نے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔ اس کی سانس اٹک سی گئی، ہاتھ چہرے سے دور ہوئے اور آنسوؤں سے نم گال سڑک کی بتیوں میں جگمگائے۔

فاسق مجرم اور کند ذہن مقتول میں وہ وہ نہ تھی جس کا اسے گمان تھے۔ چاقو تھامنے سے بہت قبل ہی وہ اپنے ہاتھ خون میں دھو چکی تھی۔

رائج آدم وہ نہ تھا جس نے اسے ظبیہ یمین بنایا تھا۔ وہ ظبیہ یمین تھی، جس نے رائج آدم کو بگاڑا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

★★★

آدھی رات کو کوالالمپور کی تاریک سڑکوں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ماہِ محدب سیاہ آسمان پر اپنی نیلی روشنی برسا رہا تھا۔یہ چاند کی حالات میں سے آٹھویں اور آخری صورت ہوتی ہے، جس کے بعد چاند مکمل طرح سے مٹ کر اگلے مہینے آنے کے لیے تیاری شروع کرتا ہے۔

اگلے ماہ کا چاند اس کے لیے کیسا ہو گا؟ظبیہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

غزار کی لاش کو اس نے بڑی پلاسٹک کی تھیلیوں میں قید کر کے ڈکٹ ٹیپ سے باندھ دیا تھا۔ظبیہ کو حیرت تھی وہ یہ سب کیسے کر رہی تھی اور کس ہمت سے، اور کہیں نہ کہیں فخر بھی۔کوئی مجھ سے پوچھے۔میں نے لاش ٹھکانے لگائی ہے۔پھر اس نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔نہیں، بھائی۔کوئی کچھ نہ پوچھو۔

اس لاؤنج روم سے جس خاموشی سے اس بوری کو گھسیٹا تھا، اس پر وہ اپنے ہاتھ خود چوم سکتی تھی۔اوپری منزل پر مقیم اکائر کے کمرے کی بتی بجھی تھی، سوائے ہلکی طلائی روشنی والے نائٹ بلب کے۔اس نے بغیر سانس لیے لاش کو لاؤنج کی وسعت سے کھینچا اور پھر دروازہ کھولنے سے قبل باہر سر نکال کر گلی میں جائزہ لیا۔سڑک پر امبر لائٹس جل رہی تھیں، ہلکی نیم پیلی چمک میں ہر سو ٹیڑھے میڑھے سائے جھول رہے تھے۔

سیاہ ہوڈی اور ہم رنگ بیس بال کیپ پہنی لڑکی نے دروازہ ٹک کی آواز کے ساتھ کھولا اور دو قدم باہر لیے، لیکن کچھ سوچ کر رک گئی۔کندھے کے اوپر سے پیچھے دیکھتے اس نے مدھم روشنی میں قید اس بنگلو کو دیکھا جہاں وہ پانچ سال پہلے دلہن بن کر آئی تھی، لیکن کبھی مالکن نہیں بن سکی تھی۔

وہ گھر نہیں تھا، صرف ٹھکانہ تھا۔ظبیہ کی شادی نہیں ہوئی تھی، بس اس کی رہائش گاہ تبدیل ہو گئی تھی۔پہلے وہ باپ کے گھر میں باتیں سنتی آئی تھی، جب وہ نہیں رہے تو جگہ اس کے شوہر نے لے لی۔ماں کی کمی نے اسے ضرورت

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سے زیادہ پر امید بنا دیا تھا۔ وہ خوش رہا کرتی تھی، اچھے کی امید کرتی تھی اور برے کو بھلا دیا کرتی تھی۔ اس کی زندگی میں ہمیشہ سے لوگ کم تھے، یہی وجہ تھی اس نے اپنے لیے کوئی معیار تعمیر نہیں کیے تھے۔

جو ملا، مل گیا۔ جو گیا، چلا گیا۔

گھر کے ساتھ بنی کیاری کی اوٹ میں چھپا کوئی جھینگر غرایا تو اس کا ٹرانس ٹوٹا۔ وہ سیدھی ہوئی اور فروری کی رخصت ہوتی ہوا میں ایک سانس خارج کی۔

اب وہ قدم آہستہ آہستہ نیچے اتار رہی تھی۔ غزار کی لاش اب بھی دروازے کے کنارے پڑی تھی۔ اس نے لیٹیکس دستانوں میں چھپی لرزتی انگلیوں سے چابی پکڑے گاڑی کا دروازہ ان لاک کیا تو گاڑی کی ویلکم لائٹس جل بجھ ہوئیں۔ ٹرنک کا دروازہ کھول کر وہ واپس مڑی اور گردن جھکائے دروازے تک واپس گئی۔ کالی تھیلیوں میں پیکڈ لاش کو سیڑھیوں سے نیچے کھینچتے اس نے خاموشی کا خاص خیال رکھا تھا۔

دشواری ہوئی تھی تو اس بوری کو ٹرنک میں چڑھانے میں، لیکن وہ کامیاب ہو گئی تھی۔ اندر پڑی بے جان بوری ایک ہی پل میں ڈھے گئی۔ ظبیہ نے اس کے اتنا پاس ہونے پر ناک اپنی انگلیوں سے چھپائی۔ موت کی بو بے آرام تھی۔ سب ٹھیک کر کے اس نے اچک کر دروازہ واپس بند کیا، پھر ڈرائیور سیٹ کی طرف بڑھ گئی اور لیٹیکس میں قید انگلیوں سے ہینڈل کھولا۔

ہونڈا سٹی کے اندر اب دو نفوس تھے، جن میں سے جیتی جاگتی واحد وہ تھی۔ بہت سکون سے کلیدی اگنیشن سوئچ میں لگائی اور 'ON' کی جانب موڑی۔ اس سارے عمل میں اس کی بھوری آنکھیں خالی تھیں، ایک دم ویران، لیکن دل اور دماغ مسلسل ایک جنگ میں تھے۔ اسے اپنی حقیقت پر نہ رونا آتا تھا نہ ہنسنا۔ وہ اس سب سے اتنا جلدی آرام دہ کیسے ہو گئی تھی؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

نم ہوا گاڑی کے کھلے شیشے سے اندر آئی تو اس کی ہوڈی میں ڈھکی زلفیں چہرے پر اڑیں۔ سیٹ بیلٹ اپنے گرد کستے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پرانے لمحات کو یاد کیا تو پیچھے لیٹے اس کے شوہر کا زندہ سلامت چہرہ اس کے سامنے ہنس پڑا۔

"او گاڈ، ظبیہ۔ ریلکس۔ گاڑی ہے، پلین تھوڑی۔ سیکھ جاؤ گی۔"

اس نے بیلٹ باندھ کر کمر لیدر سے ٹکرائی اور آنکھیں ایک پل کے لیے بند کیں۔

"چلو، اب چابی ڈالو۔ اسٹارٹ پر لے کر آؤ۔"

اس کی انگلیوں نے چابی 'START' کی طرف گھمائی تو انجن نے جان پکڑی۔

"گڈ۔ اب چھوڑ دو چابی۔ انجن کو وارم اپ ہونے دو۔"

"غزار، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اکیس سالا ظبیہ کی آواز اس کے دماغ میں اب بھی تازہ تھی۔ اس نے سختی سے آنکھیں مینچ لیں۔

"کس سے؟" غزار نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔ وہ واقعی حیران لگا تھا، ایسے کہ جیسے ڈر نام کی چیز کا اسے علم ہی نہ ہو۔

"اس سے۔ میں نے کبھی ڈرائیو نہیں کیا۔۔۔"

وہ مسکرا دیا تھا۔ "کبھی نہیں کیا تو کبھی نہیں کرو گی؟" اس نے اسٹیرنگ ویل پر ہاتھ رکھا تھا۔ "تمھارا ڈر یہاں نہیں۔۔۔" پھر انگلی ظبیہ کی کنپٹی پر رکھی۔ "یہاں ہے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ظبیہ یمین اپنا ڈر کھوج چکی تھی۔ اس نے چابی چھوڑی تو گاڑی کا انجن چلتا گیا۔ اپنے الٹے پاؤں سے کلچ پیڈل کو دبایا اور سیدھے ہاتھ سے گئیر تبدیل کیے، پھر آہستہ سے کلچ چھوڑتے پیر ایکسیلیٹر پر عاجز کیا۔

اس کی زندگی کی گاڑی آگے چل پڑی۔

★★★

بکیت ناناس Bukit Nanas ریزرو جنگلات کی عقبی سڑک پر خاموشی کا پہرہ تھا۔

کوالالمپور کی بلند و ارفع اسکائے اسکریپرز کا منظر یہاں سے دور دراز تھا، ان کی چمچماتی بتیاں ہر سو پھیلی تاریکی کے جال میں قابض نظر آتی تھیں۔ یہ اس شہر کا فطرتی نخلستان تھا، جہاں جنگلات کا حاشیہ شہری دوادش سے جڑتا ہے، جہاں استادہ زمرد پھلیاں آسمان کو چومنے کے عزم سے اپنی جڑیں توڑ کر اگتی ہیں، جہاں کی ہوا میں کھاد کا گاڑھا پن پل پل محسوس کیا جا سکتا تھا۔

سنسان سڑک پر سفید ہونڈا سٹی کے پہیے جار کے۔ اندر بیٹھے نفس نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا انجن بند کیا۔ اب کہ ہوا کو پہلے سے زیادہ گہرے سکوت میں اصطباغ دیا گیا تھا۔ نرم چاندنی اوپر تنی سبز بھلکساری کی اوٹ سے چھن کر اتری تو اندر بیٹھی ڈرائیور کی بھوری آنکھیں چوکس نظر آئیں۔

ظبیہ نے نچلا ہونٹ سفید دانتوں کے درمیان پھنسایا ہوا تھا، بھوری رنگت خشک ہوئے پسینے سے بھبک رہی تھی۔ اس کی لیٹیکس میں ڈھکی انگلیاں اسٹیرنگ ویل پر جمی تھیں اور نظریں شیشے کے باہر ہوتی کاروائیوں کو جانچنے میں مگن۔ سیاہی اس کا چوغہ تھی اور سادھانی اس کا زرہ بکتر۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

باہر کی دنیا میں ٹڈے اپنی ہم آہنگی میں جھوم رہے تھے، کسی الو کی پکار بھی آپ کو جنگل کی جانب للکار رہی تھی۔ آخر کار اندر نشست لڑکی نے دروازہ کھول دیا تو کناروں پر بنے قلابے کر کرائے۔ چوکنی حرکات کے ساتھ اس نے قدم اسفالٹ کی ٹھنڈی سڑک پر اتارے اور آس پاس نظر دوڑائی۔ وہاں سن سناٹا تھا۔ اب وہ اپنے ٹوپے کو اوپر کھینچتے گاڑی کی پچھلی طرف بڑھ رہی تھی۔ چاند کی روشنی تلے بستا وہ ہریالی کا منڈپ شہری تابش اور بھگ دڑ سے ایک وقفہ پیش کرتا تھا۔ یہاں آکر اپنی روزمرہ کی زندگی کو فراموش کر دینا آسان تھا۔ نجانے ظبیہ کیونکر نہیں کر پا رہی تھی؟

اس نے کی فوب key fob پر بٹن دبایا تو ٹرنک کی میکانکی کلک کی آواز پوری بستی کو سنائی دی۔ سیاہی میں ڈوبے وجود نے سہم کر آس پاس سر موڑا۔ گھنا جنگل اس کا استقبال کر رہا تھا۔ آہستگی سے ٹرنک کی چھت اٹھتی گئی اور اندر موجود اشیاء سے دنیا کا تعارف ہوا۔

کالی پلاسٹک تھیلیوں میں لپٹا وجود اور اس کے ہتھے پر پڑا ایک بیلچہ۔ ساودھان شہری نے آگے جھک کر اس کا ڈنڈا تھام لیا اور سر اٹھا کر اوپر اٹھتی پہاڑیوں کو دیکھا۔ زبرجد گہرائیوں میں اخفاء ایک زندان، اور ظبیہ اسے موت سونپ رہی تھی۔ وہ جنت کے پھولوں میں نہائی ہوئی وادی اور وہ اسے اپنی جہنم کا ٹکڑا بخش رہی تھی۔

اس سے بعید الو نے ایک اور غل نکالی تو وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اسے کام شروع کرنا تھا۔ بلکہ نہیں۔

اسے ختم کرنا تھا۔ سب کچھ۔

★★★

اگلی صبح

(فلائٹ ایم ایچ تھری سیون زیرو سے سات دن قبل)

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

۱ مارچ، ۲۰۱۴

بانگسار میں بنے اس بنگلے کا صحن صبح سویر کی روشنیوں میں کھل رہا تھا۔ آج ہفتہ تھا، معنیٰ کہ ہر کام کاج کرتے مزدور کی ہفتہ وار عید کا پہلا دن۔ لاؤنگ روم خالی تھا، کچن میں چولھے بجھے ہوئے تھے اور ٹی وی پر تاریکی نشر ہو رہی تھی۔

اکائر نے گھر کا عقبی دروازہ ہاتھ میں پکڑی چابی سے کھولا اور اندر داخل ہوا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کی ڈرائے فٹ شرٹ پہنی تھی، ساتھ ہی کالی سوئٹ پینٹس۔ سیاہ بال بکھرے ہوئے سے سرخ پڑتے ماتھے پر گرے تھے اور ہاتھ میں لوہے کی بوتل تھی جس کا ڈھکن ہٹا تھا۔ ہانپتے ہوئے مرد کی گردن میں کالے ہیڈ فون بھی اٹکے تھے۔

وہ لاؤنگ روم میں آیا اور گلے میں پھنسے ہیڈ فون نکال کر صوفے پر ڈالے۔ اس کا چہرہ پسینہ میں تمتما رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا وہ مارننگ جاگ سے آیا ہو۔ ساتھ پڑا تولیہ اٹھا کر گال پر تھپتھپایا اور پانی کی بوتل سے ایک اور سپ لیا۔ لاؤنج میں لگی گھڑی نے گھنٹہ پورا ہونے کی مخصوص آواز نکالی تو اس نے سر موڑ کر اوپر دیکھا۔ آٹھ بج رہے تھے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی گردن سامنے بنے قرمزی رنگ کے دروازے کو دیکھنے کے لیے گھوم گئی۔

ناراضگیاں۔

وہ ایک اور سانس بھر کر رہ گیا۔ ہاتھ میں پکڑی بوتل ہونٹوں پر الٹالی اور سارا پانی چٹ کیا۔ اگلے لمحے خالی بوتل کاؤنٹر پر رکھ کر اس نے تولیہ اپنے گیلے بالوں میں رگڑنا شروع کیا۔

ابھی وہ سر دھڑ سے جدا کرنے ہی والا تھا کہ ساتھ رکھا لینڈ لائن فون گونج اٹھا۔ وہ ٹھہر گیا اور سفید پی ٹی سی ایل کے فون کو دیکھا پھر واپس بند دروازے کو۔ وہ فون تھا عام لیکن وہ کبھی اسے اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لایا تھا۔ زیادہ تر کالز غزار یا ظبیہ کی ہی ہوتی تھیں، اسی لیے وہ اٹھانے سے بھی گریز کرتا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

فون بج بج کر تھک گیا تو لاؤنج میں ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔ اب نیلی شرٹ پہنا مرد تولیہ گلے میں ڈالے اپنے کمرے تک جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اسے نہانا تھا اور اس کے بعد سونا تھا۔ لمبا والا۔

اس نے ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ فون نے دوبارہ صدائیں بلند کیں۔ وہ جھنجھلا کر رکا اور ظبیہ کے کمرے کو دیکھا۔ اٹھ جا، بی بی!

جب اگلے پانچ سیکنڈ دروازہ نہیں کھلا اور گھنٹیاں بند نہیں ہوئیں تو مالک مکان جبراً قریب آیا اور ریسیور کان پر لگایا۔ اب تک اس کا منہ بگڑ چکا تھا۔ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا غزار کا کوئی کیوٹی سوئیٹی پیغام اس کی بیگم تک پہنچانے کا۔ حد ہوتی ہے۔

"کیا یہ غزار احمد کی رہائش گاہ ہے؟" ریسیور کے پار کسی مرد نے سوال اٹھایا۔ اس کے پیچھے ہوتی ہلچل سنی جا سکتی۔ اکائر نے دو انگلیوں سے ماتھا مسلا۔

"Alisder Zamora, but yeah."

وہ اصلاح کرنے سے خود کو روک نہیں پایا۔

"صبح بخیر۔ میں پیٹروناس کا ایچ آر منیجر، حطار عزیز، بات کر رہا ہوں۔ ہم پچھلے کچھ دنوں سے ہمارے چیف جیولوجسٹ، غزار احمد، سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کا فون بند آ رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں دخل اندازی نہیں کر رہا ہوں، لیکن میں ان کی خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا۔"

اکائر کے دماغ میں دو بلب جلے اور سیاہ بھنویں تن گئیں۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کو کھلے لیکن الفاظ نہ تھے۔ کیا مطلب غزار ان سے رابطے میں نہیں تھا؟ وہ تو بزنس ٹرپ پر نہیں گیا تھا؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس کی خاموشی بھانپ کر حطار نامی مرد نے اپنی بات جاری رکھی۔ "کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ ممکن الحصول کب تک ہوں گے یا ان کی غیر حاضری کی کوئی خاص وجہ؟ ہمارے لیے یہ میک شیور کرنا ضروری ہے کہ ہمارے ملازمین محفوظ ہوں۔ اور ہم ان کی کام کی زمہ داریوں کے بارے میں بھی فکر مند ہیں۔"

فون تھامے مرد نے سر ترچھا کیا، لب ادھ کھلے تھے۔ اس کا دماغ اس وقت ایک سو بیس کی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ کچھ ہوا تھا، لیکن وہ نہیں جو اسے بتایا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔؟"

"غزار بیمار ہے۔" وقفہ لیتے اس نے بند کمرے کی طرف دیکھا، آنکھوں میں تمسخر تھا۔ "بہت بیمار۔"

"اونو۔" حطار عزیز کا تو دل دکھ گیا۔ اکائر کو تعجب ہوا کہ ایسے لوگ بھی تھے دنیا میں جو اس کے کرائے دار کو بھلے الفاظ میں یاد رکھتے تھے۔ "وہ گھر پر ہیں یا کسی ہاسپٹل؟ ہماری ٹیم ان سے ملنے آنا چاہے گی۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنا خرچہ بچائیں۔ ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ درد مشکوک (Tuberculosis) ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کی ٹیم کے کسی فرد کو چمٹ گیا تو پورا سیکٹر بند کرنا پڑے گا۔" آخر میں وہ مسکرایا۔ "ڈونٹ یو اگری؟"

"جی، جی۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں سب کی طرف سے پھول بھجوا دوں گا۔ ہم کمپنی ڈنر پر ان کی صحتیابی کی دعا بھی کریں گے۔ کسی بھی قسم کی مدد چاہیے ہو تو آپ ہمیں بتا سکتے ہیں، مسٹر۔۔۔؟"

"زمورا۔ غزار احمد کا بیسٹ فرینڈ۔" یہ تو اس نے اپنا جنازہ پھونکا تھا۔

"اوکے، مسٹر زمورا۔ ہمیں یاد رکھیئے گا۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔" وہ ابھی سے بھول چکا تھا اس بندے کا نام حطار تھا یا اتھر۔

کال کٹ ہوئی تو اکائر نے ریسیور واپس فون پر سجا دیا۔ اس کی حرکات سست تھیں اور سرمئی آنکھیں کسی نو وارد جذبے سے نہائی ہوئی۔ وہ قدم قدم چلتا لاؤنج روم میں بنی کیسمنٹ کھڑکی تک گیا۔ سورج کے نرم پیلی شعاعیں اس کی گلابی رنگت پر آ کے تمام ہوئیں تو اس نے سر موڑ کر گھر کی پارکنگ کی جانب دیکھا۔ اس کی اپنی سیاہ ٹویوٹا اوانزا کے برابر غزار کی سبز رنگی جیپ کھڑی تھی۔ ساتھ ہی نئی آئی سفید ہونڈا سٹی تھی۔

اس نے ہونٹ پیس کر اسے دیکھا۔ ظبیہ کو ایک اور گاڑی کیوں چاہیے تھی؟ وہ اب تک تو غزار کی ہی استعمال کرتی آئی تھی۔ گلے میں ڈلا تولیہ اوپر اٹھا کر اپنے گال پر رگڑا، نظروں میں اب بھی تفتیش تھی۔

نہ کوئی کالز، نہ کوئی میسجز۔ اسے پہلے ہی کچھ گڑبڑ لگا تھا۔ وہ پہلی بار نہیں تھا جب غزار گھر سے دور کسی ٹرپ پر گیا تھا لیکن اس کی ہر بار کڑی نگرانی رہتی تھی اپنی بیگم پر۔ وہ مسلسل کالز کرتا رہتا تھا، کبھی وڈیو، کبھی آڈیو۔ کبھی بہانے سے اپنے کسی دوست کو گھر پر بھیج دیتا جو اسے بعد میں ساری خبریں دیتا۔ ظبیہ یہ سب نہیں سمجھتی تھی لیکن اکائر پاگل نہیں تھا۔

اس بار مختلف تھا۔ اس نے غزار کو آخری بار منگل کو کام پر جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ اس رات خود بھی گھر نہیں آیا تھا۔ اگلے روز اسے ظبیہ نے کہا تھا وہ ٹرپ پر چلا گیا ہے۔ اور کیا کہا تھا اس لڑکی نے؟

اکائر نے آنکھیں بند کر کے یاد کرنا چاہا، اور جب ہی اسے دھچکا لگا۔

الماری۔ الماری غائب تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ واپس گھوما اور لاؤنگ روم میں آیا، اب کہ اس کی چال پر عزم تھی۔ سفید و سبز صوفہ سیٹ اپنی جگہ پر تھا، قرمزی قالین بھی دھلا دھلا تھا۔ ٹی وی دیوار میں نصب تھا اور چھت سے لٹکتا شیشے کا جھاڑ بجھا ہوا تھا۔ غائب تھی تو الماری۔ وہ اس خالی جگہ تک واپس آیا جہاں چار دن پہلے تک لنگڑی الماری جھولا کرتی تھی۔ بھاری لکڑی اور پکے شیشے والی اس سات فٹ کی الماری کو ظبیہ نے اکیلے اٹھایا کیسے؟

اب وہاں ایک گلدان رکھا تھا جس میں نکلی گلابوں کی سرخی عیاں تھی۔ اکائر نے گلدان با آسانی دور رکھا اور زمین پر جھکا۔ اس کے وزن تلے لکڑی کے تختے چڑچڑائے۔ وہ سر موڑے کچھ دیکھ رہا تھا، کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ یہاں سب صاف تھا۔ وہ اٹھنے ہی لگا تھا جب اس کی آنکھوں کے کنارے میں کوئی چیز چمکی۔ ڈوائڈر کیبنٹ کے نیچے امڈتی وہ چھوٹی سی چمک کافی تھی اکائر زمورا کی توجہ حاصل کرنے کے لیے۔

وہ نیچے جھکا اور لمبی انگلیاں کیبنٹ کے نیچے بنتے اندھیرے کی طرف بڑھائیں۔ جب اس نے ہاتھ باہر نکالا تو اس کی انگلیوں کے درمیان ایک چھوٹی سی لال اور نقرئی چیز قید تھی۔

اس نے سر ترچھا کیا۔ "غزار کا لائٹر؟" وہ اپنے آپ سے بڑبڑایا۔

اچانک ہی دماغ نے ایک فلم چلانے کی پیشکش کی۔ وہ کچھ اور سوچ بھی نہ پایا۔

معذور الماری والے لطیفے کے بعد اکائر نے پہلی بار اس کا چہرہ غور سے دیکھا تھا۔ **"تمھارے منہ پر کیا ہوا؟"** اس نے سوال اٹھایا تھا۔

ظبیہ نے ٹھٹک کر انگلیاں اپنی ہونٹوں کی لال ہوئی جلد پر لگائیں۔ **"اسٹریٹنر سے جل گیا۔"**

اکائر ہنس کر چپ ہو گیا تھا، لیکن اب وہ جان چکا تھا گھاؤ بے دھیانی میں نہیں ملا تھا۔ وہ تو وار تھا، جانا مانا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے لائٹر کو اپنی مٹھی میں قبض کر لیا۔

Lips are sealed.

★★★

یکم مارچ کو بیدار ہوتے ہی ظبیہ نے سب سے پہلے خود کو شاور کے نیچے جھونک دیا تھا۔ پانچ دنوں میں پہلی بار اسے سکون کی نیند آئی تھی، ایسی نیند جس میں ہر پانچ منٹ بعد اسے کروٹ لے کر لاش کو دیکھنا نہیں پڑا تھا یا ہر جلتی بجھتی گاڑی کو گھورنا نہیں پڑتا تھا یہ سوچ کر کہ کہیں پولیس نے اسے کھوج نہ لیا ہو۔ لاش کو ٹھکانے لگا کر اس کی واپسی فجر کے قریب ہوئی تھی۔ اس وقت گھر میں سناٹا تھا اور اکائر، شکر خدا کا، سویا ہوا تھا۔

وہ بے آواز قدموں سے اپنے کمرے میں قید ہو گئی اور چند لمحات صرف کانپتی رہی تھی۔ اس کے کپڑے جنگل کی کھاد اور دھول میں اٹ چکے تھے اور ہاتھ بیلچہ چلا چلا کر لال پڑ چکے تھے۔ وہ صرف دو گھنٹے ہی سو پائی تھی کیونکہ اسے جلدی اٹھ کر ایک بہت اہم کام انجام دینا تھا۔

اسے اپنا پاسپورٹ بنوانا تھا۔ اور یہی تھا اس کے فرار کے منصوبے کا آخری اور سب سے بڑا قدم!

شاور سے نکل کر اس نے بلو ڈرائر ساکٹ میں لگایا اور مشین کو اپنے سر کے اوپر پکڑا۔ آج اس نے ہلکی گلابی پولکا ڈاٹ شرٹ پہنی تھی، ساتھ ہی گھیر والی شلوار۔ زوں زوں کی آواز کے ساتھ گرم ہوا کے بھپکے اس کے گیلے بال سکھا رہے تھے۔ وہ شیشے کے سامنے کھڑی ہوئی اور اپنی کمزور لیکن ستھری صورت کو دیکھتے ایک مطمئن سانس خارج کی۔

بال سوکھ گئے تو سیاہ لٹیں کترا کر اس کے گالوں پر چپک گئیں۔ وہ نرمی سے مسکرا دی اور دراز میں سے اپنی چیزیں اکھٹی کرنے لگی۔ شناختی کارڈ، پرانے پاسپورٹ کی کاپی، پاسپورٹ سائز تصاویر اور دیگر ضروری دستاویزات۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ واقعی ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ کیا وہ مکمل طرح سے انسانیت بھول چکی تھی؟ کیا اب وہ صرف ایک گوشت کا مجسمہ تھی؟ اسے تو یہ سوالات بھی اب تکلیف نہیں دے رہے تھے۔

اچھا یا برا، معلوم نہیں، لیکن ظبیہ یمین بدل گئی تھی۔

تیاری مکمل کر کے اس نے گلابی شیفان کا دوپٹہ اپنے سر پر ڈالا ہی تھا کہ اسے کچھ یاد آیا۔ جامنی فلپ فون کھول کر اس نے ریٹا کا نمبر لگایا تو وہ سیدھا صوتی میل میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے فون ہونٹوں کے قریب پکڑا اور فائل کا بٹن لگاتے بولنا شروع کیا۔

"تمھارا بہت، بہت شکریہ ریٹا۔ پکنک پر بہت مزہ آیا۔ تمھاری کار گھر پر چھوڑ کر چابی گارڈ کو دے دوں گی۔"

بھیج کر اس نے دوپٹہ درست کیا اور سارے کاغذات اپنے سلنگ بیگ میں منتقل کیے۔ اس کے بعد وہ کمرے کی الماری تک آئی اور دیوار پر بنے قلابے سے چابی اتاری۔ ایک سانس بھرتے اس نے الماری کے پٹ کھولے تو لکڑی بول اٹھی۔ سامنے اس کے کپڑے تہہ ہوئے تھے اور غزار کے ہینگر میں لٹکے تھے۔ وہ نظر انداز کرتے آگے جھکی اور اپنے کپڑوں کی گڈی باہر نکالی۔ اب اندر کافی جگہ خالی تھی۔ چھن چھن کرتی چابی کو تھامے وہ آگے بڑھی اور الماری کی دیوار پر اپنی انگلیاں رگڑیں۔ کسی انجان آدمی کو یہی لگنا تھا کہ وہ دیوار تھی، لیکن ظبیہ جانتی تھی وہ دیوار نہیں، دروازہ تھا۔ اس کے خزانے کا دروازہ۔ ننھا سوراخ مل گیا تو وہ اچک کر آگے ہوئی اور چابی اندر لگائی۔ تجوری کھل گئی۔

سامنے غزار کا بٹوا تھا اور چند بہت اہم کاغذات جو وہ اپنے آپ سے بھی چھپا کر رکھتا تھا، جیسے گھر کے پیپرز اور گاڑی کا انشورینس سرٹیفیکیٹ۔ اس نے طنزاً سر ہلایا اور وہ سب پرے ہٹایا۔ اس کے پیچھے چھپا منظر اس کی آنکھوں میں جو چمک لایا تھا وہ کسی چاند، سورج کے مترادف نہیں تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

مالائی رنگٹ کے نوٹوں کے پلندے سجے ہوئے رکھے تھے، کالے ربر بینڈ سے قید۔ سو رنگٹ کے سلاطانی رنگے نوٹ اس کی پہنچ سے بس ایک پھونک کے فاصلے پر تھے۔ ظبیہ نے مسکراہٹ دباتے خود کو قابو کرنا چاہا۔ وہ پیسے کی بھوکی نہیں تھی، لیکن وہ بے جگر ضرور ہو گئی تھی، اور اس جہنم سے نکلنے کے لیے ہر کچھ کرنے کو تیار تھی۔

وہ آگے جھکی اور سو کی گڈی میں سے دس کے قریب نوٹ باہر نکالے۔ باقی گڈیاں پچاس اور دس کی تھیں۔ اس نے ان میں سے بھی تھوڑی تھوڑی رقم نکال کر اپنے پرس میں بھر لی۔ اس کے اپنے پیسے بھی اس نے رکھے تھے لیکن وہ غزار کی مال و دولت کے مقابلے رتی برابر بھی نہ تھے۔ جیولوجسٹ کے باقی فنڈز اس کے بینک میں تھے۔ ظبیہ کو انھیں بھی نکلوانا تھا، لیکن اس کی تدبیریں وہ بعد میں جوڑے گی۔

شاید، اکائر میری مدد کر سکے۔ وہ بزنس کنسلٹنٹ ہے۔ اس نے پلنگ کے نیچے سے اپنی چپلیں نکالتے سوچا۔

بزنس کنسلٹنٹ ہے، مرڈر کنسلٹنٹ نہیں۔ دماغ نے اسے ٹوکا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"Touché."

اس نے پیروں پر پلٹتے خود سے کلام کیا۔

★★★

پترا جایا میں واقع ملائیشیائی محکمہ ہجرت کا آفیس ہفتے کو صبح آٹھ سے دوپہر بارہ تک کھلتا تھا، اور اسے پہلے ہی دس بج چکے تھے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

ریٹا کی گاڑی اس نے ابھی واپس نہیں کی تھی۔ ارادہ یہ تھا کہ سارا کام کروا کے وہ گاڑی کو اچھا سا کار واش دے گی **(ظاہر اُمر حوم غزار کے پیسوں کا)** اور ایک الوداعی تحفے کے ساتھ اسے ریٹا کے گھر چھوڑ آئے گی۔ اس کا اپنی سہیلی سے ملنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اللہ بچائے پرانے دوست احباب سے۔

ظبیہ نے گاڑی کا ہینڈل کھولتے ایک پل سوچا تھا وہ کیا بن گئی تھی۔ عجیب، آدم بیزار اور احسان فراموش۔ ایسا تو کوئی اور نہیں تھا؟

اگ، کمبخت پائلٹ۔

اس نے امیگریشن آفیس کے اندر قدم رکھا تھا وہ نانی جی کا گھر معلوم ہوا۔ ساری میز ساتھ ملا کر وہاں آفیسر زبڑے ایل ای ڈی پر چلتے فٹ بال کے کھیل میں مشغول تھے۔ ظبیہ کو نفرت ہوئی مرد ذات سے۔ کیوں مشقت کرتی تھی حکومت ہفتے کو دفتر کھولنے کی جب اس نے چیخیں اور شور شرابہ ہی سننا تھا؟

اب وہ کہاں سے کوئی پڑھا لکھا مرد ڈھونڈے اس کا معاملہ سمجھنے کے لیے۔ وہ جھجکتے ہوئے ادھر کھڑی ہو گئی اور آس پاس نظریں دوڑائیں۔ لوگ کام بھی کر رہے تھے، گھنٹیاں بھی بج رہی تھیں اور قدموں کی چاپ بھی ہر جگہ تھی لیکن اس فارغ ہجوم کو دیکھ کر اس کی امیدوں کا جھاگ ایک پل میں بیٹھ گیا تھا۔

شاید اسے پیر تک رک جانا چاہیے تھا۔ بلکہ نہیں۔ وقت نہیں تھا اس کے پاس۔ جو ہونا تھا ابھی ہونا تھا۔ اس نے مضبوطی سے اپنے شانے اکڑائے اور قدم قدم چلتی کنارے والی میز تک گئی جہاں اسی کا ہم عمر ایک مرد مسکراتا ہوا اسکرین دیکھ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور نیلی ڈریس شرٹ کا کالر کھلا تھا۔

وہ اس کے عین سامنے کھڑی ہوئی۔ "سلام۔ آپا خبار؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ **(السلام وعلیکم۔ کیسے ہیں آپ؟)**

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گھنی پلکوں والے مرد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر۔ "سیلامت پاگی۔" وہ روکھا سا بولا۔(صبح بخیر۔)

"میں پاسپورٹ کے سلسلے میں یہاں آئی تھی۔" وہ اب بھی مسکراتے ہوئے بولی۔ یا اللہ، اس کا میٹر شاٹ نہ ہو۔

"نمبر لے کر ویٹنگ میں بیٹھ جائیں۔" اس نے ٹی وی کو دیکھتے کہا اور آخر میں برابر بیٹھے مرد سے ہنس کر تالی ماری۔ کسی نے گول کیا تھا۔

ظبیہ نے ناک سے سانس اندر کھینچی۔ یا اللہ، اس کا نہیں، میرا میٹر شاٹ نہ ہو۔

"سر، ارجنٹ ہے۔ تھوڑا تعاون کر لیں، پلیز۔" اس نے اپنی معصوم ترین شکل بنائی۔ پگھل جا، بدبخت۔

"لو جی۔ ایک اور ارجنسی۔" وہ مسکراتا ہوا اپنے ساتھی سے متوجہ ہوا۔ اب دو تین اور آفیسرز اسے دیکھ رہے تھے۔ نیلی ڈریس شرٹ والا اس کی طرف مڑا۔ "ہم آپ تک آتے ہیں۔ تھوڑا سکون رکھیں۔ آفیس مصروف ہے۔"

"کس میں؟ میسی کے گول کاؤنٹ کرنے میں؟" وہ بنا رکے بول گئی تو ڈریس شرٹ والے کے ابرو غصے سے تنے۔ آس پاس کھڑے مرد بھی متوجہ ہوئے۔ کچھ نے تو محظوظ سی مسکراہٹیں دبائیں۔

وہ آگے جھکا اور بہت تحمل سے سانس بھری۔ "دیکھئے۔۔۔"

"گول!!!!" آس پاس سب چلائے، کچھ نے سیٹیاں بھی بجائیں۔ اب کہ مرد نے ہاتھ اٹھا دیے۔

"دیکھئے پلیز۔۔۔" وہ آگے جھکی اور مسکین سی شکل بنائی۔ "مجھے واقعی ارجنٹ یہ کام کروانا ہے۔ میرا پاسپورٹ پھٹ گیا تھا۔ مجھے نیا بنوانا ہے جتنا جلدی ہو سکے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس بار اس آدمی نے اسے بھرپور غور سے دیکھا، پھر ہتھیلیاں ٹھوڑی کے نیچے جماتے وہ کمینی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "اور یہ دُر گھٹنا ہوئی کیسے؟ آپ کی عمر تو نہیں پاسپورٹ سے کھیلنے یا اسے پھاڑنے کی۔"

ظبیہ نے اس کی شکل دیکھی۔ کون تھا یہ مرد؟ اور سارے مرد اسے ایسے ہی کیوں ملتے تھے؟

"حادثہ ہو گیا تھا۔" اس نے سوچ سمجھ کر جواب دیا۔

"آپ نے پاسپورٹ سنبھال کر کیوں نہیں رکھا؟" وہ الٹا اسے کوسنے لگا۔ یہ اس کا گیم خراب کرنے کی سزا تھی۔ واؤ، ظبیہ بالکل بھی شرمندہ نہیں تھی۔

"وہ کیا ہے نا۔۔۔" وہ بہت تحمل سے مسکرائی۔ "مجھے پتا نہیں تھا نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے میرا ایسے۔۔۔" آدمی کو دیکھتے اس نے نگاہ میں بیچارگی جمائی۔ "ایسے لوگوں سے پالا پڑے گا۔ ورنہ میں یہ کبھی نہ ہونے دیتی۔"

آس پاس کچھ لوگ ہنس دیے۔ اب ان کی توجہ ظبیہ اور اپنے لال پڑتے دوست پر تھی۔ میسی گیا تیل لینے۔ آدمی نے اسے گھورا جو فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"آپ کا کیس کوئی اور دیکھ لے گا۔" اس نے سر موڑتے اپنے کولیگس کو دیکھا۔

"نوپ۔" سب یک جہتی کے ساتھ بول اٹھے۔ "ہم تو نہیں دیکھیں گے۔" عجیب بدتمیزی تھی۔

ظبیہ کی بھنویں تن گئیں لیکن وہ چپ رہی۔ پہلے ہی اس نے کافی پٹر پٹر زبان چلالی تھی۔ اور بولتی تو اسے اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا۔

نیلی ڈریس شرٹ والا اس کی طرف راغب ہوا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ظبیہ بیچاری سی شکل بنا کر آگے جھکی۔ "ہم تنہائی میں بات کر سکتے ہیں؟ میں آپ کو اپنا مسئلہ سمجھا دوں گی۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

پہلے وہ تھوڑا مشکوک نظر آیا پھر سر ہلاتے کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا اور مین ہال کے کنارے بنے آفیس کا دروازہ کھولا۔

آفیس چھوٹا تھا اور دیواریں نیلی۔ کاغذات اور رپورٹس کے پلندے ہر جگہ سجے تھے اور ایک فریم کی صورت دیوار پر مالائی محکمہ حجرت کا لوگو نصب تھا۔ کمرے میں دو کرسیاں تھیں، میز کے دونوں طرف۔ ظبیہ نے سوچا کوئی یہاں پر سانس بھی کیسے لیتا ہو گا؟

جیسے کوئی ایک لاش کے ساتھ بہتر گھنٹے سانس لے سکتا ہے۔ دماغ نے جواب دیا۔

"بیٹھیے۔" مرد نے نرمی سے کہا۔ ظبیہ نے شکریہ کہہ کر کرسی سنبھالی اور اس کے دوسری طرف آنے کا انتظار کیا۔

"اب کہیے۔ کیا مسئلہ ہے؟ اور میں بتاتا چلوں کہ میں اپنا گیم چھوڑ کر آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ پلیز، make it worth my while."

باتیں سنو اس کی۔ ظبیہ نے دل میں سوچا۔

"سر، میرے پاسپورٹ کے ساتھ مسئلہ ہو گیا ہے۔ مجھے نیا بنوانا ہے۔ میری فلائٹ ہے اگلے ہفتے بیجنگ کی۔" وہ فلائٹ جس کی بکنگ بھی اس نے گھر لوٹ کر کرنی تھی

اب وہ اپنی ڈیسک پر کچھ کاغذات ٹٹول رہا تھا، پھر اس نے ایک فارم اس کے آگے رکھا۔ "اسے پر کریں۔ آپ کی تصاویر، شناختی کارڈ وغیرہ بھی چاہیئے ہو گا۔"

ظبیہ کو تھوڑا سکون ملا اور وہ سر ہلا کر فارم جانچنے لگی۔ آدمی نے بال پوائنٹ اس کی جانب بڑھایا تو اس نے تھام کر انگوٹھے سے اس کا کلکر دبایا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

فارم میں اس کی ذاتی معلومات اور پچھلے پاسپورٹ کے حوالے سے چند سوالات تھے جو وہ پر کرنے لگی۔ سامنے بیٹھا مرد اسے دیکھ رہا تھا۔ ظبیہ نے فارم بھر دیا تو اس نے اس سے لیتے کاغذات ایک طرف رکھے۔

"نارمل یا ارجنٹ؟ مقررہ وقت دو سے چھ ہفتے ہیں اور ارجنٹ—"

"ارجنٹ۔ مجھے ارجنٹ چاہیے۔ میں زیادہ فیس دینے کے لیے تیار ہوں۔" وہ تیزی سے بولی تو وہ ایک لمحہ رکا پھر سر ہلایا۔

"ایک ہفتے کے اندر—"

"تین دن۔" وہ اٹل انداز میں بولی۔ "تین دن میں چاہیے۔"

"اوکے۔ قریبی بینک میں جا کر آپ یہ رقم جما کروا دیں۔ وہاں سے آپ کو ایک ریفرنس نمبر مل جائے گا۔ Keep it safe. تین دن بعد اپنے ساتھ لے کر آیئے گا۔"

ظبیہ مسکرا دی۔ وہ اتنا خوش تھی، اگر وہ رو جاتی تو اس بندے نے اٹھ کر بھاگ جانا تھا۔ "تھینک یو سو مچ!"

وہ دفتر سے باہر آئی تو دن چڑھا تھا۔ گرم سورج جھلس رہا تھا اور زمین تپ رہی تھی۔ اس نے ایک پر سکون مسکراہٹ کے ساتھ سر پیچھے گرایا تو گلابی شیفان کا دوپٹہ اس کے بالوں سے پھسل گیا۔

ظبیہ یمین نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی اور پھر باہر چھوڑی۔ وہ پہلی بار اپنی زندگی میں حاضر تھی، زندہ تھی۔

چہرہ نیچے کرتے اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھا تاکہ دھوپ آنکھوں پر نہ پڑے۔ قدم آگے بڑھانے کے لیے ہوا میں بلند کیے تو وہ رک گئی۔ دفتر کے کنارے کیاریوں کے ساتھ ایک سیوریج لائن بہہ رہی تھی۔ اسے کالی جالیوں سے بند کیا تھا اور نیچے گدلا پانی لہریں بنا رہا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ خاموشی سے اس تک چلتی آئی۔اس کے آس پاس روڈ پر گاڑیاں بھاگ رہی تھیں، ٹھیلے والے اپنی پھل سبزیاں بیچ رہے تھے۔گھنے درخت گرم ہوا کے سائے جھول رہے تھے۔یہاں سے وہاں اور واپس وہاں سے یہاں۔

سیمنٹ کی پٹڑی پر کھڑے ہوتے اس نے نیچے بہتے پانی کو دیکھا۔اس کی انگلیوں نے حرکت کی اور ایک ہاتھ کی انگلی نے دوسری ہاتھ کی چوہتی انگلی کو چھوا۔وہاں چمکتی سونے کی انگوٹھی پانچ سال سے وہیں تھی۔کچھ سوچ کر اس کی حرکات سست ہوئیں لیکن دماغ نے ایک آخری ٹھوکر لگائی۔

کرو!

اور بس۔اس نے انگلی سے وہ زیور باہر نکالا اور بغیر دیکھے کالی جالیوں کے درمیان اچھال دیا۔

ننھی انگوٹھی پانی کے زور پر آگے بہہ گئی،اس کی پہنچ اور خیالات سے کوسوں دور۔

وہ پیچھے مڑی اور کی فوب پر بٹن دبایا۔

سارے رابطے منقطع ہو گئے۔

وہ دو ٹوک انداز میں چل کر سڑک کے کنارے کھڑی گاڑی تک گئی۔اندر بیٹھتے اس نے بیلٹ کسی اور اپنا بیگ برابر والی نشست پر ڈال دیا۔

دوپہر کا وقت تھا اور وہ چہکتی سڑکوں سے گاڑی گزار رہی تھی۔حرکات مامون تھیں اور بھوری آنکھوں میں ان دیکھی تھکن۔کون کہتا ہے فرار آسان ہے؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

سگنل پر بتی لال ٹمٹمائی تو اس نے پیر سے بریک دبائے۔اسٹیرنگ ویل پر دھری اس کی انگلیوں میں آج آرام تھا۔اب اس نے کسی مال میں رک کر ریٹا کے لیے کوئی گفٹ پسند کرنا تھا۔وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک اپنے برابر والی گاڑی سے ہنسی اور قہقہوں کی آوازیں سنتے سر موڑا۔

اونچی سیاہ رنگ کی جیپ میں بھرپور طریقے سے تیار کئی لوگ بیٹھے تھے۔چمک دمک کے ملبوسات زیب تن کیے ہوئیں عورتیں اور لڑکیاں اور ان کے ساتھ رسمی مالائی پوشاک پہنے مرد۔وہ سب خوش اور پرجوش لگتے تھے۔ظبیہ دو پل میں سمجھ چکی تھی، وہ کسی شادی کی گاڑی تھی۔

مہندی سے سرخ رنگے ہاتھ، قیمتی زیور اور چمکیلے سوٹ دیکھتے اسے ایک زمانہ شدت سے یاد آیا۔دماغ کے پردے لہرائے اور گزرے وقتوں کی تمنا ہوا کے سرد جھونکے کی مانند اسے جھنجوڑ گئی۔

موتیے کی خوشبو اس کا جسم کا ذرہ ذرہ چھو گزری۔

چہرہ موڑتے اس نے انکار کیا۔ماضی پیچھے تھا اور مستقبل آگے۔وہ اور نہیں سوچ سکتی تھی۔لیکن باراتیوں کی خوش باش ہنسی کی آواز اسے بہرا کر رہی تھی۔ونڈ شیلڈ سے باہر دیکھتے کب دماغ حال سے جدا ہو گیا، اسے خبر تک نہ ہوئی۔

(حال سے بارہ سال قبل)

۱۵ مئی، ۲۰۰۲

موسم سہانا اور خوشگوار تھا۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے گھنے بادلوں کے گرد پہرا دے رہے تھے۔تمان تن ڈاکٹر اسماعیل تو مانو جی اٹھا تھا۔اس وقت قطار میں بنے بنگلوں میں سے خاکستری رنگ کے دروازوں والے گھر کے آگے شور اور

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

گہما گہمی تھی۔کئی گاڑیاں مین روڈ پر پارک ہوئی تھیں اور مہمانوں کے بڑے لشکر گیٹ کے ساتھ کھڑے تھے۔یہ شام کا وقت تھا، جب عصر سر نکالنے کو تھی۔

عورتیں، مرد، بالغ لڑکے لڑکیاں اور گھر کے اندر باہر دوڑتے بچے۔پہلے تاثر سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کوئی شادی والا گھر تھا۔

گھر کے لاونج میں مہمان لبا لب بھرے تھے۔دو منزلہ بنگلہ پھولوں اور مٹھائیوں کی خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔گول زینوں کے ارد گرد سنہری دمکتی فیری لائٹس چمک رہی تھیں، ساتھ ہی ریلنگ پر یاسمین کے پھولوں کی لڑیاں بندھی ہوئی تھیں۔

جوتے، چپلوں کی کھڑ پڑ، سیڑھیوں سے اوپر نیچے جاتا سامان، مہمان عورتوں کے گپے اور ڈریسنگ ٹیبل کے آگے لدی کم عمر لڑکیوں کی جوڑیاں جو کبھی سیاہ پاؤڈر آنکھوں پر لگاتیں، تو کبھی حجاب میں ایک اور سیفٹی پن کا اضافہ کرتیں۔

وہ اپنے کمرے سے نکلا ہی تھا کہ ایک مہمان بچہ اس سے ٹکراتے ہوئے بچا۔ رائج نے توازن سنبھالا اور اسے جھڑکنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ برابر سے کٹ کر اوپر بھاگ گیا۔وہ سر جھٹک کر سانس لیتے گھر کے بر آمدے کی طرف بڑھا۔

اکیس سالہ رائج کا چہرہ جوانی کی گلابی رنگت سے پرنور تھا۔اس کے بھورے بال حال کے مقابلے ذرا بڑے تھے، لیکن ان کی ڈھٹائی ایک سی تھی۔یہ وہ وقت تھا جب رائج نے زندگی میں پہلی بار جم شروع کیا تھا، تو اس کا جسم کافی تبدیلیوں سے گزر رہا تھا۔لیکن قامت ہمیشہ کی طرح چوڑی اور مضبوط تھی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے دودھ کے سفید رنگ کا باجو کرتا پہنا تھا، ساتھ ہم رنگ شلوار پنجانگ **(روائیتی مالائی لباس کا نچلہ حصّہ)** اور کمر کے گرد گہرے نیلے رنگ کا سمپین۔ **(روائیتی مالائی کپڑا جو رسمی تقریبات میں مرد اپنی کمر کے گرد پہنتے ہیں۔)**

رباب کے نکاح کے لیے یہی اس کا لباس تھا۔

بر آمدے تک جاتے وہ نئے آئے مہمانوں سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا جا رہا تھا۔ کبھی کسی کو تشریف رکھنے کہتا تو کبھی ملازم کو ٹھنڈا پوچھنے کا حکم جاری کرتا۔ بے بین قدموں سے وہ دروازوں کے آگے چکر کاٹ رہا تھا۔اسے گاڑی والے کا انتظار تھا۔عصر کی نماز کے بعد، مرتضیٰ کے گھر کے پاس والے مدرسے میں اس کا اور رباب کا نکاح پڑھایا جانے والا تھا، اور دونوں گھرانوں کو وہیں پہنچنا تھا۔

بھیڑ سے نکل کر ایک آواز اس تک آئی۔اس نے سر گھما کر دیکھا تو وہ گیارہ بارہ برس کی لڑکی اس کی دور کی پھپھو کی بیٹی تھی۔آنکھوں پر سلور شیڈ اور خوفناک لال لپ اسٹک۔ٹین ایجرز کبھی نہیں سدھرتے۔

"کیا ہوا؟"وہ مردوں سے ہٹ کر اس کی طرف آیا۔

"رباب کاک اور ممانی آپ کو بلا رہی ہیں۔"وہ ہانپتے ہانپتے بولی اور واپس اپنے سہیلیوں کے جم غفیر میں غائب ہو گئی۔

رانج نے ایک نگاہ خالی مین روڈ پر دوڑائی۔یہ کمبخت ڈرائیور اسے بہن کے سسرالیوں کے آگے ناک منہ رگڑوائے گا۔سر جھٹک کر وہ اوپر کی طرف سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رباب کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔اس نے ایک سانس اندر اتاری اور بند انگشت سے لکڑی کھٹکھٹائی۔ دو پل خاموشی رہی اور پھر کسی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

کمرے میں رکھے منٹ رنگے میٹرس سے لے کر وینٹی مرر تک رش ہی رش تھا۔ایک تو پتا نہیں اس کی کون کون سی دوستیں اٹھ کر آ گئی تھیں، رابح کو سخت چڑ ہوئی۔

اس کی خالہ کی بیٹی زرین رباب پر جھکی اس کا حجاب پن اپ کر رہی تھی، جس کا رخ شیشے کی طرف تھا۔ایک دوست اس کے ماتھے پر لگا ٹیکا درست کر رہی تھی اور ایک مہندی لگے ہاتھوں میں چوڑیاں آگے پیچھے کر رہی تھی۔ساتھ ہی اماں کھڑی تھیں جو نرم، شفقت سے چمکتی آنکھوں سے اپنی بیٹی کا دلہن بنا روپ سراہا رہی تھیں۔انھیں تو اپنی ہی نظروں سے خوف آرہا تھا، کہ کہیں آپ ہی بیٹی کو نظر نہ لگا دیں،اسی لیے مسلسل درود شریف کا ورد کیے جا رہی تھیں۔

رابح نے گلا صاف کیا تو لڑکیوں کو تھوڑا لحاظ یاد آیا۔اس کے لیے جگہ دیتے وہ لوگ یہاں وہاں ہوئیں۔اماں نے چہرہ موڑا اور ان کی آنکھیں اسے دیکھتے جی اٹھیں۔وہ نرمی سے مسکرائیں اور اسے اوپر سے نیچے تک جانچا۔

رباب نے سرمے سے رنگی گول اور سبز آنکھیں اوپر اٹھائیں تو آئینے میں ان کی نگاہیں ملیں۔وہ شرمگین سا مسکرا دی، ساتھ ہی اس کے چمکتے دانت واضح ہوئے۔بلا شبہ، وہ اس کہانی کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی۔ڈسٹی پنک گاؤن میں اس کا وجود سر تا پا کسی خواب کا تاسف دیتا تھا۔پلم رنگا حجاب اس کے چہرے کے گرد نفاست اور وقار سے لپیٹا گیا تھا۔گھنی پلکیں، نیوڈ لپ اسٹک والے پھولے ہوئے ہونٹ اور گالوں پر پھیلی نیچرل سرخی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رانج اسے بہت مان سے دیکھتا رہا۔اس کی بڑی بہن زندگی کے ہر درجے پر اس سے آگے، بلند اور صحیح رہی تھی۔ہر گھڑی اور پہلو میں، وہ دونوں ایک دوسرے کا واحد سپورٹ تھے۔ ان کے درمیان عمر میں کافی انحراف تھا، لیکن وہ ہمیشہ ایسے ایک دوسرے کو سمجھ لیتے تھے کہ معلوم ہی نہ چلتا۔ لڑائیاں بھی ہمیشہ بلا جھجھک ہوتی تھیں اور بن کر سلجھ بھی جایا کرتی تھیں۔رانج اماں کو پٹانے میں شیر تھا تو رباب باپ کی لاڈلی۔

رانج اسے خود سے زیادہ ذہین تصور کرتا تھا۔رباب کی جنرل نالج، انسائڈر انفورمیشن اور خود اعتمادی اس نے ہمیشہ اپنے لیے چاہی تھی، لیکن کبھی اس کے لیے اس سے حسد نہیں کی تھی۔وہ تو چاہ کر بھی اس کے بارے میں کچھ منفی نہیں سوچ سکتا تھا۔ رباب اس کی ماں کی جگہ تھی۔اور اس ایک ہستی کے لیے اس کے دل میں اگر کچھ تھا، تو وہ تھا بے پناہ احترام اور لازوال محبت۔

"اچھا، پانچ منٹ دو۔"اس نے اپنی آس پاس کھڑی لڑکیوں کو مخاطب کیا۔"آ کے لگا لینا، مجھے ابی سے بات کرنی ہے۔"

رانج دیکھتا رہا اور چند ثانیوں میں کمرے میں صرف تین وجود تھے۔رباب نے گول گھومنے والی چیئر اس کی جانب کرنا چاہی، لیکن بال گاؤن اتنا وزنی تھا کہ ہل نہ سکی۔رانج نے مسکرا کر ایک ہاتھ سے اس کی کرسی اپنی طرف موڑی۔

وہ ہنس دی۔"ہیلو!"

"ہیلو دیئر۔"وہ گال پر آدھا چاند لیے مسکرایا، پھر چہرہ برابر کھڑی اماں کی جانب موڑا۔"اماں، نظر اتاری؟

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"دو بار۔"انھوں نے نم آنکھیں پلو سے صاف کیں۔"ایسا رنگ کھلا ہے اس کا۔"انھوں نے اس کی ٹھوڑی چھو کر بوسہ لیا۔رباب مسکراتی رہی۔

"یار، اماں اتنی VIP ٹریٹمنٹ دے رہی ہیں، ابی، قسم سے۔تم بھی نمبر لگا لو اپنا۔بڑا مزہ آ رہا ہے۔"وہ چھیڑ کر بولی۔وہ ہنس دیا۔

"اب یہی سوچ رہا ہوں میں۔"وہ مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر لگا ٹیکا سدھارنے لگا۔"دکھی کوئی میرے لائق؟

اماں نے اس کا بازو ٹھوکا تو وہ کراہ کر رہ گیا۔رباب کھکھلاتی چلی گئی، اور چند لمحات بعد تھوڑا سنبھل کر اسے دیکھنے لگی۔آنکھیں نرم اور پر امید تھیں۔اماں کو کوئی مہمان آنٹی رشتے دار سے ملانے لے جا چکی تھیں۔

"پیارے لگ رہے ہو۔"رباب نے اس کے سمپین سے سلوٹیں مٹاتے کہا۔"دیکھا، کتنی اچھی پسند ہے میری۔ٹھیک—"

"آپا، آپ مجھ سے بات کر سکتی ہیں۔"اس نے نرمی سے پیشکش کی۔رباب ٹھٹک کر رکی، سبز آنکھیں حیرت اور تعجب سے وا ہوئیں۔

"کر تو رہی ہوں بات!"اس نے فوراً تاثرات چھپانے چاہے۔

رانج نے سر ترچھا کیا۔رباب نے ہار مان کر شرمندگی سے اداکاری ترک کی۔

"دبئی بہت دور ہے، ابی۔۔۔"اس کی آنکھیں موٹے آنسوؤں سے بھر آئیں۔نچلی پٹی سرخ ہوئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

رائج خاموش ہمدردی سے اسے سنتا گیا۔رباب کا بولنا کسی بھی تسلی سے زیادہ اہم تھا۔

اس نے مہندی سے گاڑھے سرخ رنگی انگلیوں سے آنکھ کر کنارہ صاف کیا، مگر وہ پھر بھر گیا۔"مجھے پتا ہوتا مرتضیٰ کا ٹرانسفر ہو جائے گا تو۔۔۔" اس کی آواز کانپ اٹھی۔

رائج آگے جھکا، ہیزل آنکھیں پرسکون تھیں۔"تو کیا؟"

رباب نے شکست سے سر نیچے کر لیا۔سیاہ سرما پانی بن رہا تھا۔رائج نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔

"تو کیا، آپا؟ کیا آپ انھیں چھوڑ دیتیں؟ کیا آپ ان سے شادی نہ کرتیں؟" وہ اعتماد سے پوچھ رہا تھا۔ سوال کسی بھی وار یا تنقید سے خالی تھا۔

رباب کا چہرہ گرم ہوا۔اس نے ندامت سے زبان ہونٹوں پر پھیری۔

"آپا، جواب دیں۔آپ نے تو کہا تھا آپ کو محبت ہوئی ہے۔کیا آپ کو محبت اس شخص سے نہیں، بلکہ اس کی موجودگی سے ہوئی تھی؟" وہ خاموش آواز میں پوچھ رہا تھا۔"کیا مرتضیٰ عباس صرف تب تک آپ کی چاہت اور خیال کا حقدار ہے جب تک وہ پاس ہے؟ کیا آپ اس کی محبت کے لیے فاصلہ قبول نہیں کر سکتیں؟"

گرم آنسو اس کے گال سے نیچے پھسلے۔اس نے ہتھیلی سے انھیں رگڑنا چاہا، مگر میک اپ خراب ہونے کے ڈر سے ہلی نہیں۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اگر آپ کا جواب ہاں ہے، اگر آپ نے واقعی مرتضیٰ عباس سے نہیں، بلکہ اپنے تصور سے محبت کی تھی، اس تصور سے کہ وہ آپ کی موجودہ زندگی کا اسی طرح حصّہ بنے گا جس کا آپ نے گمان کیا تھا۔تو مجھے بتائیں آپا، میں یہ نکاح یہیں روک دوں گا۔"

وہ لرز اٹھی۔"نہیں۔"

"کیا نہیں؟"

"میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔"رباب نے اس بے بسی اور شکست سے الفاظ منمنائے، کہ دو پل وہ بھی ساکت رہ گیا۔وہ ہتھیلیوں کا پیالہ بنائے، بن آواز سسکیوں سے رو رہی تھی۔

"کیا مطلب؟ وہ آپ کو مجبور کر رہا ہے؟" رائج کو لگا اس کا جسم شعلہ شعلہ ہو گیا ہے۔اس کے ہاتھ مرتضیٰ عباس کا ایک ایک دانت پلاس سے نکالنے کو پھڑپھڑائے۔خبیث مرد۔

"ہاں۔"رباب نے سر اوپر اٹھایا۔گیلا چہرہ۔"مجھے مجبور کر رہا ہے میرا دل، رائج۔"

وہ دنگ کھڑا رہ گیا۔اب یہ کیا ہوتا ہے؟

"مجھے مرتضیٰ کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگتا۔مجھے اس سے دوری قبول ہے، اس کا جانا نہیں۔میں نے نہیں سوچا تھا وہ مجھے اتنا پسند آجائے گا، مگر رائج۔۔۔"وہ سادگی سے مسکرائی۔"اس نے مجھے اتنا دے دیا ہے کہ میرے پاس میرا کم، اس کا زیادہ ہے۔میں ہر چھوٹی چیز پر اس کا سوچتی ہوں۔کیا اسے میرا یہ کرنا پسند آئے گا، وہ کیا کہے گا جب میں اسے یہ بتاؤں گی، اسے کیا چیز ہنسائے گی، کون سی چیز وہ سینے میں چھپا کر رکھتا ہے۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اس نے ٹشو سے اپنی ناک گھسی۔"وہ میرے لیے ضرورت سے زیادہ اہم ہو گیا ہے۔عجیب، آئی ہیٹ ہم۔"

رائج کھلا منہ لیے اسے دیکھتا رہا۔"تو وہ آپ کو مجبور نہیں کر رہا؟"

رباب نم آنکھوں سے ہنس دی۔"وہ مر جائے گا کسی کو مجبور کرنے سے پہلے۔اتنا سا تو دل ہے اس کا۔"

رائج بھی تھوڑا سا مسکرایا۔"تو آپ کیا چاہتی ہیں، مسز عباس؟"

رباب کے گال سرخ ہوئے چلے۔"یہ فاصلہ بہت زیادہ ہے۔دبئی میرے لیے انجان ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے کھیلتے ہوئے افسردگی سے بولی۔

"مرتضیٰ کے لیے بھی تو ہے۔"اس نے انگوٹھے کی پشت سے اس کا ہاتھ سہلایا۔"اور آپ نے کہا کہ آپ کو اس مرد سے محبت ہے، جائے، وقوع، اوقات سے نہیں۔کیا آپ اس پر بھروسہ کرتی ہیں؟"

رباب نے بڑی آنکھیں جھپکیں۔"بھروسہ کہ وہ ایک اچھا پارٹنر ثابت ہو گا، یس۔بھروسہ کہ وہ فرج میں رکھی میری ٹوئیکس نہیں کھائے گا، نو۔"

رائج ہنس دیا اور جھک کر اس کے سر پر بوسہ دیا۔"آپ پوری طرح گر چکی ہیں، آپا۔ایو(ew)۔"

"جج مت کرو۔"رباب نے حجاب سنبھالا۔"تمھیں بھی ہو گی ایک دن محبت، پھر میں پکڑوں گی بچو۔تم بھی ساری ایو اور یک والی حرکتیں کرو گے۔"

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

وہ شان سے مسکرایا۔"میں ایک نہایت باوقار مرد ہوں۔ایسی چھچھوری حرکتیں زیب نہیں دیتیں مجھے۔"

رباب نے آنکھیں گھمائیں اور باہیں کھول کر اسے دعوت دی۔وہ مسکرا کر اس سے لپٹ گیا۔رباب نے اس کے بال سہلائے۔

"Kau macam lampu malam."

("تم اندھیری رات میں روشنی ہو۔")

رابح نے آنکھیں موندے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔"اور آپ سہری میں بجتا ڈھول۔"

رباب نے جھپٹ کر اس کا کان کھینچا، ساتھ ہی تمام مہلاؤں کو اندر آنے کے لیے اجازت دے دی۔وہ بگڑے توازن سے جھکا کان آزاد کرنے کی جست میں کراہ رہا تھا۔

ساری عورتیں دبی مسکراہٹوں اور سرگوشیوں میں اسے دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہو رہی تھیں۔رابح کا چہرہ لال دہک اٹھا۔

"لااللہ آپا۔"وہ سرگوشی میں غرایا۔"میں اکیس کا ہوں۔"رباب نے ابھی تک کان جکڑ رکھا تھا۔اس کے دوست اس کی ناک پر لمبے برش سے سرخی لگا رہی تھی۔رابح کو دیکھ کر وہ شگفتگی سے مسکرائی۔

"سوری بولو۔"وہ آنکھیں بند کیے بولی۔

"آپا، سب دیکھ رہے ہیں۔"وہ تمتماہٹ سے گلابی رنگ گیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"ہمم، جلدی سوری بولو ورنہ سب سنیں گے بھی۔سارے راز کھول کر جاؤں تمھارے دبئ؟ یہ نہیں، وہ ڈارک پنک والی۔" اس نے لڑکی کو اپنی سینڈل کی طرف اشارہ کیا۔

"اوکے۔معذرت، معافی، سوری، متأسف، پارڈون۔"

رباب نے مطمئن ہو کر اسے آزاد کیا پھر ہاتھ جھاڑے۔اور وہ لمحہ اوپر لگائے بغیر وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔سرخ ہوا کان سہلاتے اس نے زینے اترے اور تب ہی دیکھا گاڑی والا کھڑا اس کے چچا سے گلے مل رہا تھا۔

رانج کو لگا اس کا میٹر پھٹ پڑے گا۔

"ارے، رانج بھائی!"وہ اچانک ہی اس کی جانب مڑا اور ondeh-ondeh کی دو چھوٹی گیندیں اس کے منہ میں ٹھونس دیں۔

Ondeh-Ondeh ایک مالائی مٹھائی ہے جسے اکثر شادی کی تقریبات میں شامل کیا جاتا ہے۔یہ چھوٹی چھوٹی گیندوں کی صورت ہوتی ہے، جنھیں چاول کے آٹے اور کھجور کے سیرپ سے بنایا جاتا ہے۔آخر میں، انھیں تازہ کٹے ہوئے ناریل میں رول کیا جاتا ہے۔

"Tahniah, abang!"

وہ پُرجوش سا اسے مبارکباد دے رہا تھا۔رانج سب سمجھتا تھا۔یہ اس کے عتاب کو ٹالنے کے ٹوٹکے تھے۔وہ پھولے گال لیے مٹھائی چباتا رہا، آنکھیں ڈرائیور کو گھور رہی تھیں جو پورے پندرہ منٹ اوپر آیا تھا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"چلو، اب اپنے باپ کی طرح نہ شروع ہو۔" چچا نے اس کا بازو تھپکا۔

رائج موڈ سہی کرتا اس کے ساتھ باہر آیا اور کزنوں اور ملازمین کو تحائف اور پھول گاڑی میں رکھنے کا کہا۔عصر کی ہوا ٹھنڈی تھی۔کیاریاں بھی فیری لائٹس سے چمک رہی تھیں۔ صرف شام ڈھلنے کی دیر تھی اور پھر ہر سو سنہرا نور ہو گا۔

وہ اب ڈرائیور کو بہت مگن سا ہو کر مدرسے کا راستہ سمجھا رہا تھا، جو چہرے پر تفتیش لیے سب سن رہا تھا۔عادتاً رائج کے ہاتھ ہوا میں چل رہے تھے، کبھی دائیں، کبھی بائیں۔وہ گفتگو کی گور میں اتنا غرقاب ہوا تھا کہ تارکول کی سڑک پر قدم قدم چل کر آتا وجود اسے دکھائی ہی نہیں دیا۔

"ام۔۔۔"

ہچکچاہٹ سے لیس پکار پر اس نے چہرہ موڑا۔سامنے چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی تھی، سر پر زیتونی سبز رنگ کا ریشمی حجاب تھا جسے پن سے ٹھہرایا گیا تھا اور ہم رنگ باجو کرونگ جس پر سونے کی تاروں کا کام ہوا تھا۔اس کی نازک کلائیوں میں سونے کی چار چار چوڑیاں تھیں اور ہاتھ پھولوں کی بڑی سی ٹوکری اٹھائے ہوئے تھے۔

"وہ،رباب کاک۔"اس نے بمشکل کہا۔رائج اسے جانتا تھا کیونکہ وہ اس سے چند گھر چھوڑ کر ہی رہتی تھی۔اس کی رباب سے خوب بنتی تھی، حالاں کہ ان کی عمروں میں کافی فرق تھا۔البتہ اس نے کبھی اس چھوٹی بچی کو زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

اس نے نظریں جھکائیں۔تحفہ تھامے لڑکی کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اندر ہیں۔کیا لائی ہو؟"اس نے گفٹ ریپر چڑھے ڈبے کی جانب اشارہ کیا، مسکراہٹ آرام دہ تھی۔ وہ کبھی کبھی اسے مذاق مذاق میں تھوڑا تنگ کر دیا کرتا تھا۔

"تحفہ ہے ان کے لیے۔"ظبیہ کی آنکھیں اوپر ہی نہیں اٹھتی تھیں۔"میں مل لوں ان سے؟"اس کا دل اتنا زور سے دھڑک رہا تھا کہ ابھی منہ سے ابل آئے گا۔اُف! اس کا یہ ٹین ایج کرش اس کی جان لے لے گا۔

"پلیز۔"وہ بآسانی ایک سائیڈ ہو گیا، ہونٹوں کی مسکراہٹ قائم رہی۔

وہ جانے کو مڑی ہی تھی کہ وہ اس کے راستے میں آرکا۔ظبیہ کا دل اچھل کر کودا۔ پھر اس نے ہولے سے اس کے ہاتھوں سے پھولوں کی ٹوکری لی۔موتیے کی خوشبو ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا وجود بن گئی۔

"گفٹ ان کا ہے، پھول تو میں لے سکتا ہوں۔"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ظبیہ کے لب کھلے مگر زبان ایسی لوہا تھا جیسے بارش کے بعد زنگ آلود دروازے۔

"گاڑی میں رکھنے ہیں ناں۔"اس نے سادگی سے کندھے سے پیچھے اشارہ کیا۔ظبیہ اچانک سنبھلی۔ہائے اللہ! وہ کیا کہہ رہا تھا اور وہ کیا سمجھ رہی تھی۔

"جی، جی۔"اس نے جلدی سے ٹوکری اس کے حوالے کی۔رانج نے مسکرا کر 'تھینک یو' کہا، پھر ملازم کا نام لے کر ایک زور دار آواز لگائی۔ظبیہ بے جا ٹھٹک گئی۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

"اندر لے کر جاؤ انھیں۔آپا بیڈ روم میں ہیں۔"وہ ظبیہ سے کہتے پلٹا کہ اچانک دونوں نفوس کو ایک جھٹکا محسوس ہوا۔

ظبیہ کے حجاب کا سرا اس کی گھڑی میں اٹکا تھا۔

حیا سے اس کے گال گلابی ٹمٹما اٹھے اور وہ ہڑبڑاہٹ میں نزدیک آئی۔رائج بنا حرکت کھڑا رہا، ٹھوڑی جھکی تھی اور گہری ہیزل آنکھیں اس پر۔وہ تذبذب میں اپنا حجاب جھٹک رہی تھی، لیکن اس کی گھڑی کا پٹا چھونے کی دلیری اس میں نہ تھی۔رائج نے پُر امنی سے اپنی پہلو میں گری کلائی ہوا میں کی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے، نہایت نرمی سے اس کا پلو آزاد کیا۔

پھر وہ دو قدم پیچھے ہوا اور اسے دیکھے بغیر مڑ کر باہر نکل گیا۔ظبیہ نے فرش کی طرف ٹھوڑی کیے اپنی سانس بحال کی۔

باہر کھلی فضا میں قدم رکھتے رائج کو اپنے تپتے گالوں سے لالی بھاپ بنتی محسوس ہوئی۔اس نے مٹھی بنا کر ہوا باہر چھوڑی۔وہاں کھڑے کھڑے اس نے خود سے اپنے اصول دہرائے۔وہ اصول جن کی یاددہانی کی ضرورت اسے اس روز سے قبل کبھی پیش نہیں آئی تھی۔

کچھ ہوا تھا، لیکن وہ غور نہیں کرے گا۔

کچھ ہوا تھا، لیکن وہ ضبط نہیں کھوئے گا۔

کچھ ہوا تھا، لیکن وہ اقرار نہیں کرے گا۔

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

اور ان سب آدھے ادھورے، عارضی بچپنوں پر اس کی روح دہلانے کے لیے ایک انکشاف ہی کافی تھا۔

کچھ ہو چکا تھا، اور وہ اب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆

جاری ہے---

(ھبوط حصہ دوم کے لیے رائٹر کے انسٹا پیج پر تاریخ کا انتظار کیجیے!)

اور پی ڈی ایف کے لیے اسکا ڈاؤنلوڈنگ لنک چیک کریں۔۔

* * * * * * *

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram

NOVELS KI DUNIYA (WEB, FB Page, FB Group, Insta Pg, Youtube Channel)

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے-- لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں---شکریہ-----

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission
Contact us on our fb page NOVELS KI DUNIYA OR Visit Our Website | Channel | Instagram